صحرائے کربلا بھی عجب رہگذار ہے
جس سمت جائیے گلِ تر کا پتہ چلے
سلطان کربلا کو ہمارا سلام ہو
جانانِ مصطفےٰ کو ہمارا سلام ہو
سید الشہداء
امام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام نمبر
خصوصی ایڈیشن 2016ء
چیف ایڈیٹر
ملک محبوب الرسول قادری
دینی، سماجی، اخلاقی اور علمی اقدار کا محافظ
سہ ماہی
انوارِ رضا
جوہر آباد
جلد 10 شمارہ نمبر 4
انٹرنیشنل غوثیہ فورم 0321-9429027

شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

خاص ایڈیشن

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ

جوہر آباد

سہ ماہی

انوارِ رضا

ملک محبوب الرسول قادری

جلد نمبر 10 شمارہ نمبر 4

سیّد الشہداء

امام حسین نمبر

علیٰ جدّہ وعلیہ السلام

قیمت فی شمارہ

400 روپے

سالانہ رکنیت فیس

2000 روپے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم زاویۂ قادریہ سیدنا غوثِ اعظم سٹریٹ (نزد چونگی نمبر 1) جوہر آباد 41200

0300/0321/0313-9429027 Mahboobqadri787@gmail.com

صحرائے کربلا بھی عجب ریگزار ہے
جس سمت جائیے گلِ تر کا پتہ چلے

سُلطانِ کربلا کو ہمارا سلام ہو
جانانِ مصطفےٰ کو ہمارا سلام ہو

خصوصی ایڈیشن 2016ء

انٹرنیشنل غوثیہ فورم 0321-9429027

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

عصرِ حاضر میں سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی کرم فرمائیاں

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام اللہ کے پیارے آخری نبی امام الانبیاء سید المرسلین ﷺ کے پیارے نواسے ہیں۔ مولائے مرتضیٰ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے لختِ جگر، سیدہ کائنات بتول الزہرا سلام اللہ علیہا کے نورِ نظر، سیّد شباب اھل الجنہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیٰ جدہ علیہ السلام کے برادر اصغر ہیں۔ ہم اس اشاعتِ خاص کا آغاز آپ کی پیاری امی جان خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے تصرفات و اختیارات کے تین ایسے واقعات و مشاہدات سے کیا جاتا ہے جو عصرِ رواں کے ساتھ متعلق ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

(۱)

قدرت اللہ شہاب نے "شہاب نامہ" میں اپنا مشاہدہ یوں بیان کیا ہے۔

"ایک بار میں کسی دور دراز علاقے میں گیا ہوا تھا وہاں پر ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک بوسیدہ سی مسجد تھی میں جمعہ کی نماز پڑھنے اُس مسجد میں گیا تو ایک نیم خواندہ سے مولوی صاحب اُردو میں بے حد طویل خطبہ دے رہے تھے اُن کا خطبہ گزرے ہوئے زمانوں کی عجیب و غریب داستانوں سے اٹا اٹا بھرا ہوا تھا۔ کسی کہانی پر ہنسنے کو جی چاہتا تھا کسی پر حیرت ہوتی تھی لیکن انہوں نے ایک داستان کچھ ایسے انداز سے سنائی کہ تھوڑی سی رقت طاری کر کے سیدھی میرے دل میں اُتر گئی یہ قصہ ایک باپ اور بیٹی کے باہم محبت و احترام کا تھا۔ باپ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور بیٹی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا تھی۔ مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ رسولِ کریم ﷺ جب اپنے صحابہ کرام کی کوئی درخواست یا فرمائش منظور نہ فرماتے تھے تو بڑے بڑے برگزیدہ صحابہ کرام بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کی منت کرتے تھے کہ وہ اُن کی درخواست حضور ﷺ کی خدمت میں لے جائیں اور اُسے منظور کروا لائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دل میں بیٹی کا اتنا پیار اور احترام تھا کہ اکثر اوقات جب بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسی کوئی درخواست یا فرمائش لے کر حاضرِ خدمت ہوتی تھیں تو حضور ﷺ خوش دلی سے اُنہیں منظور فرما لیتے تھے۔ اس کہانی کو قبول کرنے کے لئے میرا دل بے اختیار آمادہ ہوگیا۔ جمعہ کی نماز کے بعد میں اُسی

بوسیدہ سی مسجد میں نوافل پڑھتا رہا۔ کچھ نفل میں نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کی نیت سے پڑھے پھر میں نے پوری یکسوئی سے گڑگڑا کر یہ دعا مانگی۔ "یا اللہ! میں نہیں جانتا کہ یہ داستان صحیح ہے یا غلط لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تیرے آخری رسول ﷺ کے دل میں اپنی بیٹی خاتون جنت کے لیے اس سے بھی زیادہ محبت اور عزت کا جذبہ موجزن ہوگا اس لیے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح طیبہ کو اجازت مرحمت فرمائیں اور وہ میری ایک درخواست اپنے والد گرامی کے حضور پیش کر کے منظور کروالیں۔ درخواست یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ کا متلاشی ہوں۔ سیدھے سادھے مروجہ راستوں سے سقت نہیں رکھتا اگر سلسلہ اویسی واقعی افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے تو اللہ کی اجازت سے مجھے اس سلسلہ سے استفادہ کرنے کی ترکیب وتوفیق عطا فرمائی جائے۔"

اس بات کا میں نے اپنے گھر میں یا باہر کسی سے ذکر تک نہ کیا چھ سات ہفتے گزر گئے میں اس واقعہ کو بھول بھال گیا۔ پھر اچانک سات سمندر پار کی میری ایک جرمن بھابھی کا ایک عجیب خط موصول ہوا وہ مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں اور نہایت اعلیٰ درجہ کی پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں اُنہوں نے لکھا تھا کہ:

The other right I had the good fortune to see"Fatimah" daughter the Holy Prophet)Peace be Upon Him(in my dream. She talked to me most graciously and said",Tell your brother-in-law Qudrat Ullah Shahab, that I have submitted his request to my exalted Father who has very kindly accepted it".

(اگلی رات میں نے خوش قسمتی سے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا انہوں نے میرے ساتھ نہایت تواضع اور شفقت سے باتیں کیں اور فرمایا کہ اپنے دیور قدرت اللہ شہاب کو بتا دو کہ میں نے اس کی درخواست اپنے برگزیدہ والد گرامی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی تھی اُنہوں نے ازراہِ نوازش اُسے منظور فرما لیا ہے)۔

یہ خط پڑھتے ہی میرے ہوش وحواس پر خوشی اور حیرت کی دیوانگی سی طاری ہوگئی۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میرے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے بلکہ ہوا میں چل رہے ہیں۔ یہ تصور کہ اس برگزیدہ محفل میں اُن باپ بیٹی کے درمیان میرا ذکر ہوا۔ میرے روئیں روئیں میں ایک تیز وتند نشہ کی طرح چھا جاتا تھا۔ کیسا عظیم باپ! اور کیسی عظیم بیٹی! دو تین دن میں میں اپنے کمرے میں

بند ہو کر دیوانوں کی طرف اس مصرعہ کی مجسم تصویر بنا بیٹھا رہا۔

مجھ سے بہتر ہے میرا ذکر کہ اُس محفل میں ہے!

(صفحہ ۱۱۸۰ تا ۱۱۸۲)

اس کے بعد قدرت اللہ شہاب نے سلسلہ اویسیہ شریف اور اولیاء وصلحاء کے تصرفات کے حوالے سے اپنی وارداتِ قلبی اور مشاہدات بیان کئے ہیں۔

-----------------(۲)-----------------

پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری مدظلہ، ماضی قریب کے نامور محقق، مصنف، مترجم، مدرس اور روحانی پیشوا حضرت استاذ الاساتذہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کے فرزند اکبر وجانشین ہیں۔ دھیمے مزاج کے حامل، نیک خو دینی اسکالر ہیں۔ ۶ نومبر ۲۰۱۶ء کو ان سے عزیز گرامی حافظ محمد محسن قادری کے ہمراہ ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک روح پرور واقعہ سنایا کہ دل کے تاروں کو چھیڑ دیا۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے تصرف وکرم نوازی کا یہ واقعہ میں نے انہیں لکھ دینے کی گزارش کی اُنہی کے قلم سے آپ کے ملاحظہ کے لئے اگلے صفحہ پر پیش کیا جارہا ہے۔

"انسانی زندگی میں کسی وقت بادِ بہاری کے خوشگوار جھونکوں جیسا کوئی لمحہ آتا ہے اور اس کے دامن کو ایسی عظیم نعمت سے مالا مال کر جاتا ہے کہ وہ اپنے دامن میں قدرت کا عظیم ترین عطیہ رکھنے کے باوجود ایک طرف تو سجدہ شکر بجالاتا ہے جبکہ دوسری طرف ورطۂ حیرت میں گم ہو کر خود سے سوال کرتا ہے: "میں کہاں اور یہ نعمت عظمیٰ کہاں؟"

عمر رواں کے گریزاں لمحوں میں آج (۲۰۱۶ء) سے چار سال قبل مجھے بھی ایک ایسی ہی صورت حال کا سامنا تھا جب ہزاروں بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم کے نور سے آراستہ کرنے والی ایک پابند صوم وصلاۃ اور تہجد گزار خاتون نے ۱۸ اپریل ۲۰۱۲ء کو حرمین شریفین کی حاضری سے واپسی پر بتایا کہ وہ تقریباً پندرہ سال پہلے حرمین شریفین حاضر ہوئی تھیں۔ تب ایک دن وہ مسجد نبوی میں بیٹھی تھیں، اچانک انہیں اونگھ آ گئی، آنکھ لگی تو مقدر بیدار ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ روضہ شریف سے ایک خاتون باہر آئی ہیں، انہوں نے آتے ہی مائی صاحبہ کو اُن کا نام لے کر مخاطب کیا اور فرمایا: "یہ رباعی پڑھا کرو۔"

یا رسول اللہ انظر حالنا — یا حبیب اللہ اسمع قالنا

انی فی بحر غمٍ مُغرقٍ — خزیدی سھل لنا اشکالنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسانی زندگی میں کسی وقت بادِ بہاری کے خوشگوار جھونکوں جیسا کوئی لمحہ آتا ہے اور اس کے دامن کو کسی ایسی عظیم نعمت سے مالا مال کر جاتا ہے کہ وہ اپنے دامن میں قدرت کا عظیم ترین عطیہ رکھنے کے باوجود ایک طرف تو سجدہ شکر بجا لاتا ہے جبکہ دوسری طرف ورطۂ حیرت میں گم ہو کر خود سے سوال کرتا ہے: "میں کہاں اور یہ نعمت عظمیٰ کہاں؟"

عمر رواں کے گریزاں لمحوں میں آج (2016ء) سے چار سال قبل مجھے بھی ایک ایسی ہی صورت حال کا سامنا تھا جب ہزاروں بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم کے نور سے آراستہ کرنے والی ایک پابند صوم و صلوٰۃ اور تہجد گزار خاتون نے 8۔اپریل 2012ء کو حرمین شریفین کی حاضری سے واپسی پر بتایا کہ وہ تقریباً پندرہ سال پہلے حرمین شریفین حاضر ہوئی تھیں، تب ایک دن وہ مسجد نبوی میں بیٹھی تھیں، اچانک انہیں اونگھ آ گئی، آنکھ لگی تو مقدر بیدار ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ روضہ شریف سے ایک خاتون باہر آئی ہیں، انہوں نے آتے ہی مائی صاحبہ کو ان کا نام لیکر مخاطب کیا اور فرمایا: "یہ رباعی پڑھا کرو۔"

یا رسول اللہ انظر حالنا یا حبیب اللہ اسمع قالنا

اننی فی بحر ہم مغرق خذ یدی سہل لنا اشکالنا

مائی صاحبہ نے اس گراں قدر تحفے کو وصول کرتے ہوئے اپنی محسنہ سے پوچھا: "آپ کون ہیں؟" تو انہوں نے فرمایا: "میرا نام فاطمہ ہے۔" پھر انہوں نے بقیع شریف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "میں ادھر ہوتی ہوں۔"

اس مختصر مکالمے کے بعد مائی صاحبہ کی آنکھ کھل گئی اور انہیں خواب کے سارے منظر اور الفاظ یاد تھے، انہوں نے اپنے بچوں کو یہ خواب سنایا تو سب نے کہا: "وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی سیدۂ کائنات سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔" مگر مائی صاحبہ نے نہایت سادگی سے کہا: "ان کا اسم گرامی تو سیدہ بی بی فاطمہ ہے، جبکہ مجھے جس شخصیت کی زیارت ہوئی ہے انہوں نے اپنا نام فقط فاطمہ بتایا تھا۔" میں نے انہیں ادب سے گزارش کی: "وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہی تھیں۔" تو مائی صاحبہ نے فرمایا: "اچھا؟ تو پھر آپ ٹھیک کہتے ہوں گے۔" میں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان سے گزارش کی: "جیسے آپ کو سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا نے اس ورد کی اجازت فرمائی ہے آپ مجھے بھی اس ورد کو معمول بنانے اور دوسروں کو بتانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔" مائی صاحبہ نے خندہ پیشانی سے مجھے اس ورد کی اجازت فرمائی، میں نے ان سے دوسری گزارش کی: "اپنے بچوں اور شاگردوں کو بھی اس کی اجازت فرمائیں۔" انہوں نے فرمایا: "اجازت ہے۔" مائی صاحبہ نے مورخہ 8۔اپریل 2013ء کو دار البقاء کی طرف رحلت کی، کثرت سے تلاوت قرآن، تعلیم قرآن، درود پاک اور نوافل کا توشہ لیکر رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئیں۔ اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔

ممتاز احمد سدیدی

مائی صاحبہ نے اس گراں قدر تحفے کو وصول کرتے ہوئے اپنی محسنہ سے پوچھا: "آپ کون ہیں؟" تو انہوں نے فرمایا: "میرا نام فاطمہ ہے۔" پھر انہوں نے بقیع شریف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "میں ادھر رہتی ہوں۔"

اس مختصر مکالمے کے بعد مائی صاحبہ کی آنکھ کھل گئی اور انہیں خواب کے سارے منظر اور الفاظ یاد تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں کو یہ خواب سنایا تو سب نے کہا: "وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی سیدہ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔" مگر مائی صاحبہ نے نہایت سادگی سے کہا: "ان کا اسم گرامی تو سیدہ بی بی فاطمہ ہے، جبکہ مجھے جس شخصیت کی زیارت ہوئی ہے انہوں نے اپنا نام فقط فاطمہ بتایا تھا۔" میں نے انہیں ادب سے گزارش کی: "وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی ہی تھیں۔" تو مائی صاحبہ نے فرمایا: "اچھا؟ تو پھر آپ ٹھیک کہتے ہوں گے۔" میں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان سے گزارش کی: "جیسے آپ کو سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا نے اس ورد کی اجازت فرمائی ہے آپ مجھے بھی اس ورد کو معمول بنانے اور دوسروں کو بتانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔" مائی صاحبہ نے خندہ پیشانی سے مجھے اس ورد کی اجازت فرمائی۔ میں نے ان سے دوسری گزارش کی۔ "اپنے بچوں اور شاگردوں کو بھی اس کی اجازت فرمائیں۔" انہوں نے فرمایا: "اجازت ہے۔" مائی صاحبہ نے مورخہ ۸۔اپریل ۲۰۱۳ء کو دارالبقاء کی طرف رحلت کی، کثرت سے تلاوت قرآن، تعلیم قرآن، درود پاک اور نوافل کا توشہ لے کر رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئیں۔ اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔

میں نے ایک ملاقات میں یہ واقعہ محترم جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو سنایا تو ان پر رقت کی جو کیفیت طاری ہوئی اس کے پیش نظر میں نے انہیں بھی اس ورد کی اسی طرح اجازت دی جیسے مجھے مائی صاحبہ نے اجازت دی، وہ اپنے احباب کو بھی اجازت دے سکتے ہیں۔

---------------(۳)---------------

یہاں میں اپنا ایک مشاہدہ بھی پیش کرتا ہوں۔ ۲۰۱۱ء میں راقم الحروف (ملک محبوب الرسول قادری) کو اپنی والدہ ماجدہ کی معیت میں حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی تو مجھے مدینہ منورہ میں میری والدہ نے حکم دیا کہ مجھے حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضری کے لیے لے جاؤں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور جنت البقیع کے باہر سیدہ پاک کے مزارِ پرانوار کی طرف نشان دہی کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ سلام پیش کریں۔ میری والدہ کا اصرار تھا کہ مجھے بقیع میں سیدہ پاک کے مبارک قدموں میں لے جاؤ۔ وہ وہیل چیئر پر تھی

میں نے گزارش کی کہ یہاں کا قانون خواتین کو بقیع میں جانے سے منع کرتا ہے اور شرطے اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے۔صرف مرد حضرات اندر جاسکتے ہیں۔میری والدہ برابر اصرار کرتی رہی تھیں کہ مجھے اندر لے جاؤ سو میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہیل چیئر کو سائیڈ پر رکھا اور اپنی والدہ کو سہارا دے کر بقیع کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔۔۔۔۔۔۔خدا کی شان، سیدہ پاک کا تصرف اور میری والدہ کے نصیبے کا اوج۔۔۔۔۔۔۔کہ دونوں شرطے جو جنت البقیع کی سیڑھیوں کے پاس اس مقصد کے لئے متعین تھے کہ وہ کسی خاتون کو اندر نہ جانے دیں وہ آپس میں ہم کلام رہے اور اس طرف اُن کا دھیان ہی نہ گیا سو ہم سیڑھیاں چڑھ گئے۔میں نے حضرت سیدہ پاک کے مزار مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گزارش کی کہ وہ سامنے اہل بیت اطہار کے مزارات ہیں۔ وہاں بھی ایک شرطا سرخ رومال سر پر باندھے یَلّٰی یَلّٰی کہہ رہا تھا۔مجھ میں تو اپنی ماں کی بات ٹالنے کی جراءت نہیں۔میں اُنہیں سیدھا سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کے قدموں میں لے گیا خدا جانے وہ شرطا اندھا ہوگیا یا وہ بھی اس طرف توجہ نہ کرسکا میری والدہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی قدموں میں تھیں اور مجھے چلے جانے کا حکم دیا میں پیچھے ہٹ آیا نصف گھنٹہ یا پینتیس منٹ کے قریب میری والدہ جناب سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کے قدموں میں بیٹھی سلام پیش کرتی رہیں اور اپنی معروضات حاضر دربار کرتی رہیں اُس کے بعد سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کی اجازت سے اُٹھیں تو میں انہیں لے آیا اور ہماری وہیل چیئر بھی اپنی جگہ پر موجود تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہاں اس اعتقاد کو پختگی اور دوام نصیب ہوتا ہے کہ آج بھی تکوینی نظام کی سربراہی یہی نفوس قدسیہ فرما رہے ہیں اور اُن کی شفقت ورحمت پر کسی کا پہرا نہیں۔جناب سیدہ کائنات تو افضل ترین ہیں۔

قاسم ولایت، باب مدینۃ العلم حضرت مولائے مرتضیٰ سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی توجہ حاصل کرنے کے لئے حضرت شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا مجرب اور آزمودہ وظیفہ:

بگیسوئے شہید کربلا و روئے گل گونش

گرہ از کار ما شیر خدا مشکل کشا بکشا

ترجمہ: شہید کربلا کے گیسو اور پھول جیسے چہرے کے طفیل اے شیر خدا مشکل کشا ہمارے کام سے گرہ کھول دے۔

از: صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری نقشبندی قادری

حسن ترتیب

اپنی بات

سلام! ابن رسول سائیں

اللہ رب العالمین نے اپنے محبوب سلطان الانبیاء خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی خاتونِ جنت و قیامت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بعد امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام عطا کیے۔

دونوں شہزادوں کے نام جناب المرتضیٰ سیدنا علی علیہ السلام کی خواہش پر حضور رحمت عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے خود رکھے اور تربیت فرمائی۔ دربارِ رسالت میں شہزادوں کے مقام اور سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و شفقت کے مناظر ہمیشہ تمام صحابہ کی نظر میں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن علیہ السلام وحضرت امام حسین بن علی علیہ السلام کی تعظیم کیا کرتے تھے اور عظمت کا معاملہ فرماتے تھے اور اُن سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے اور اُن کی جانب سے فدیہ دیا کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۶ ج ۸)

خلافت راشدہ کے عہد ثانی کے حوالے سے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وظیفوں کے لیے فہرست مرتب فرمائی تو حضرت امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام کے لیے حضرات صحابہ اہل بدر کے ہمراہ پانچ پانچ ہزار سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۶ ج ۸)

ایک واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک یمن سے کچھ حلّے یعنی لباس آئے، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حسب معمول اُن کو تقسیم کرایا اور اُن میں سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صاحبزادوں کو بھی دیئے گئے، لیکن حضرت امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "یہ حلّے اس درجہ کے نہیں جو اُن حضرات کے شایانِ شان ہوں۔" اس لیے خصوصیت سے یمن کے حاکم کے پاس حکم تحریر فرمایا اور ایسے دو حلّے منگوائے جو نہایت عمدہ تھے اور ان حضرات کے شایانِ شان تھے وہ پیش کئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۰۷)

خلافت راشدہ کے زمانے میں حضرات حسنین کریمین علیہما السلام کے ساتھ تعظیم و تکریم کا سلوک معمول تھا۔ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تھا یہی حال امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا تھا کہ وہ حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعظیم و تکریم فرماتے اور اُن سے خصوصی محبت کا برتاؤ کرتے۔

ابن کثیر کی گواہی ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ بھی یہی تھا جس طرح حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا گیا۔ چنانچہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام بیت اللہ کا طواف کرتے تو مسلمانوں کا عظیم الشان ہجوم ان حضرات کو عقیدت و محبت سے گھیر لیتا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۷)

مرقوم ہے کہ ایک دن مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے، سامنے سے حضرت امام حسین علیہ السلام آتے ہوئے نظر آئے، حضرت امام حسین علیہ السلام کے چہرہ انور کو دیکھ کر آپ نے والہانہ جذبہ سے یہ جملے ارشاد فرمائے:

هذا احب اهل الارض الی اهل السماء

یہ حضرت حسین علیہ السلام ہیں جو روئے زمین کے تمام انسانوں میں سے آسمانی مخلوق یعنی فرشتوں کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۰۷)

حافظ ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام وحضرت امام حسین علیہ السلام سوار ہو کر چلتے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ خادمانہ انداز میں رکاب تھام کر چلا کرتے اور اس عمل کو اپنے لئے ایک عظیم الشان سعادت و نعمت تصور فرماتے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۱۵۸)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ہمیشہ مجاہدانہ کردار ادا کیا آپ غازی اسلام تھے۔ اس حوالے سے تاریخ ابن اثیر میں مرقوم ہے کہ حضرت سعید بن العاص نے ۳۰ھ میں کوفہ سے طبرستان پر حملہ کیا ان کے ہمراہ بڑے درجہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ جن میں سے چند کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ حضرت امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم۔

ان کے علاوہ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ:

حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے یہاں تک کہ جنگ جمل و صفین میں بھی شریک تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام نہایت درجہ باعظمت و باوقار تھے اور ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کی فرمانبرداری کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

وکان معه فی مغازیه کلها فی الجمل والصفاین وکان معظما و موقراً ولم یزل فی طاعته ابیه حتیٰ قتل

(البدایہ والنہایہ ج ۷، صفحہ ۱۵۰)

سید الساجدین سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام جو آپ کے فرزند دلبند ہیں اور آپ کے جانشین بھی۔ آپ سے اہل کوفہ نے پوچھا کہ امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے جسم اطہر پر بہت زیادہ زخم تھے جو تازہ تھے۔ تیروں، بھالوں، تلواروں اور نشتروں کے زخم مگر کچھ زخم جسم اطہر پر پرانے تھے وہ پرانے زخم حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر کیسے تھے؟ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والدگرامی نواسۂ رسول سیدنا امام حسین علیہ السلام رات کو عبادت و ریاضت اور ذکر وفکر کے علاوہ غلہ واناج اپنے جسم پر اٹھا کر ضرورت مندوں اور بے کسوں کے گھروں میں چپکے سے چھوڑ آتے تھے اس مشقت کے سبب آپ کے وجود اطہر پر زخموں کے نشان پڑ جاتے تو اب تمہیں پرانے معلوم ہوتے تھے۔ امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے حضور نذرِ عقیدت پیش کرنے کے لیے "سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہر آباد" کی اشاعت خاص منظر عام پر لائی جارہی ہے آئیے! اپنے امام کے حضور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے سلام کا نذرانہ پیش کریں۔

حسینؑ مولا شہید اعظم سلام میرا قبول سائیں

تمام عالم یہ کہہ رہا ہے سلام! ابن رسولِ سائیں

ملک محبوب الرسول قادری

(مدیر اعلیٰ)

0321-9429027

mahboobqadri787@gmail.com

اداریہ

وتواصو بالحق وتواصو بالصبر

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس وہ نور ہے جس کی کرنوں سے حق و باطل میں تمیز کی جاسکتی ہے۔ جس سے کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے۔ جس سے فنا اور بقا کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ نور سبق ہے صداقت کا، شجاعت کا، امانت کا، سخاوت کا اور استقامت کا کہ یہی رہنما اصول ہے دنیا اور آخرت کی امامت کا۔ یہ نور چراغ راہ اور نشان منزل ہے۔ یہ نور دراصل راہ جنت اور ذریعہ نجات جہنم ہے۔

حق و باطل کی معرکہ آرائی ازل سے آج تک برپا رہی ہے اور رہے گی۔ یہ اتنی پرانی ہے کہ ادھر انسان نے عالم وجود میں قدم رکھا۔ ادھر ابلیسی قوت مقابل آ کھڑی ہوئی۔ یہاں تک کہ میدان کربلا میں آ پہنچی۔ حق کے ساتھ کرم فرمائی عروج پر دکھائی دیتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں، نماز میں، سجدے میں، خطبوں میں، سفر اور حضر میں اس محبت کا چرچا فرماتے ہیں جو متعدد احادیث میں واضح ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بارے میں جوانانِ جنت کے سردار ہونے کا مژدہ بھی سناتے ہیں۔ دوسری طرف باطل اپنی پوری احسان فراموشیوں کے ساتھ نظر آتا ہے۔ جہاں انسانی اقدار اپنے کمال پر ہیں کہ عقل بھی دنگ ہے وہیں انسانی اقدار کے زوال پر شرافت بھی ماتم کناں ہے۔

طاقت وکثرت کو حق سمجھنے والوں نے جب پیغمبر اسلام کے اجلے چمن پر حملہ کیا تو دیدۂ ارض وسماء نے ایسا المناک منظر دیکھا کہ کثیر فوج نہتے چند درجن بشمول (خواتین و بچے) کے مدمقابل ہو۔ لیکن نتیجتاً جب طاقت وکثرت غالب ہوئی مگر رسوائی مقدر ٹھہری۔ حق وصداقت کی علمبردار اقلیت کو مغلوب ہوئی مگر دائمی عظمت وتوقیر ان کے ساتھ موسوم ہوئی۔ گویا درس مل گیا۔۔۔۔۔"طاقت حق نہیں بلکہ حق دراصل طاقت ہے"۔

صاحب نور کربلا رضی اللہ عنہ، منبع صبر وشکر و رشد و ہدایت امام عاشقان پور بتول۔ جگر گوشۂ رسول رضی اللہ عنہ کو پوری انسانیت کا سلام۔ انسانیت کو درس عظیم مل گیا۔ حق کو نہ چھوڑو کہ شاید یہی باطل میں

چھپے ہوئے کسی حُر کو ہدایت نصیب فرمادے۔

حضرت کی ذات ستودہ صفات ایسا روشن مینار ہے جس کی روشنی راہ حق پر استقامت اور مصائب پر صبر و عظمت کو واضح کرتی نظر آتی ہے۔ اسی لئے تو حسین پاک رضی اللہ عنہ اور سانحہ کربلا کو کسی نے سرِ واحدانیت، کسی نے بنائے لاالہ، کسی نے اسلام کی حیات نو اور کسی نے بقائے انسانیت کہا ہے۔

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ — دین است حسینؓ دین پناہ است حسینؓ
سر داد نہ داد دست در دست یزید — حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "الحسین منی و انا من الحسین"

یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ حسین پاک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں یعنی انہی سے ہیں۔ نواسے سے نانا کیسے ہوسکتا ہے؟ اسے سمجھنے کے لئے کربلا جانا پڑتا ہے کہ اس سے نہ صرف شہادت کو عبادت کا درجہ ملتا ہے بلکہ دین متین کی اصل شاہراہ بھی نظر آتی ہے۔

کوئی عبادت، عبادت نہیں بن سکتی اگر نبی مکرم ﷺ نے نہ کی ہو۔ ظاہراً رسول اللہ ﷺ نے شہادت نہیں پائی لیکن شہادت کی دونوں قسمیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے وجودانِ مبارکان کی قربانی سے پایۂ تکمیل کو پہنچ کر شہادت کو عبادت کا درجہ عطا کرتی ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ دونوں شہزادگان وجود رسول اللہ ﷺ کی خوشبو ہونے کے ناطے شہادت کی تکمیل کا ذریعہ ہیں۔

دوسری طرف دیکھیں تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ حکمت خداوندی کے تصور اعلیٰ کی تکمیل کے لئے یعنی خالص توحید کی دعوت میں گزاری اور جب اس میں حاکمیت انسان کا تصور پیدا ہوا تو حسین پاک رضی اللہ عنہ نے قربان ہو کر رسول اللہ ﷺ کے فرائض منصبی کو زندہ رکھا اور دین متین کو حیات نو بخشی۔ اس طرح تاقیامت اسلام حسینیت کے روپ میں زندہ و جاوید ہوگیا۔

حق حسین رضی اللہ عنہ کی شکل میں آج ہر انسان کے سامنے روشن چراغ ہے اور باطل یزید لعین کی شکل میں اس کے سامنے موجود ہے۔ انسان کی بقا، اسلام یعنی حسینیت میں ہے اور فنا باطل یعنی یزیدیت میں ہے۔ یہ وہ ذات ہے جو انسان کو بھٹکنے سے بچاتی ہے۔ اس لئے جتنی ضرورت "ذکر حسین رضی اللہ عنہ" اور "فکر حسین رضی اللہ عنہ" کی آج ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ اس سے جڑ کر رہنے میں ہی دنیا و آخرت میں نفع اور نجات ہے۔ اس ذات کی محبت و وابستگی ہمیں بچاتی ہے۔ ہر برائی سے، فرقہ واریت سے اور انسان کو حقیقی مقام سے آشنا کرتی ہے، تنگ نظری، نفرت اور جہالت سے نکال کر

فکر کو جلا بخشتی ہے اوصاف رذیلہ کو اوصافِ حمیدہ میں بدلتی ہے۔ انسان امن و آشتی کا داعی بنتا ہے۔ اپنی انا کا گلہ گھونٹ کر دوسروں کو بہتر سمجھتا ہے۔ عجز و انکساری اس کی باندی بن جاتی ہے۔ خود غرضی، لالچ، حرص، طمع، جھوٹ، بددیانتی، مکرو فریب، حُب جاہ و دنیا سے محفوظ ہو کر تقویٰ اختیار کرنے والا عزم و استقلال، وفاداری اور بہادری کا مظہر بنتا ہے۔ عدل اس کا شیوہ، عفو و درگزر اس کا طریقہ بنتا ہے۔

آج کے تہذیب یافتہ دور میں انسانی المیوں پر سول سوسائٹی کافی متحرک ہوتی ہے اور ہونا بھی چاہئے مثلاً دسمبر ۲۰۱۴ء پشاور میں آرمی پبلک سکول کا اندوہناک سانحہ ہماری روحیں زخمی کرگیا۔ اس نے پوری قوم کو ہلا کر رکھ دیا۔ انسانیت اس واقعہ سے شرمسار ہوئی۔ جونہی دسمبر آئے گا تو سول سوسائٹی، شاعر، دانشور، صحافی، ادیب اپنے انداز میں اس کرب کا اظہار کریں گے۔ لیکن حیرت ہوتی ہے ان پر جو سارا سال ہیومن رائٹس، ویمن رائٹس، اینیمل رائٹس، جمہوری حقوق، ماحولیاتی اور دیگر معاملات پر زور شور سے بات کرتے ہیں۔ اہل درد اور کاملِ دل شمار ہوتے ہیں۔ تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کے خوگر بھی ہیں۔ دہشت گردی سے نفرت بھی کرتے ہیں لیکن تاریخ عالم کی سب سے بڑی دہشت گردی اور توہین رسالت جو کربلا میں ہوئی اس کے ذکر و فکر کے لئے دل و دماغ بند کر دیتے ہیں۔ نہ یزیدیت کی مذمت اور نہ حسینیت کا پرچار۔ حالانکہ یہ سب چیزیں اسی کڑی کے سلسلے ہیں۔

ریگِ عراق منتظر، کشتِ حجاز تشنہ کام
خون حسینؓ باز دہ کوفہ و شام خویش را

یارب عزوجل اس ذکر خیر کے صدقے ہمیں یہ فکر بھی نصیب فرما۔ آمین۔

نفس مطمئنہ اس پر رشک کرتا ہے۔ اخلاق حسنہ کا نمونہ اور دامن ہر آلودگی سے پاک ہو کر اسے بندگی کا نمونہ بنا دیتا ہے۔ گویا یہ حسینی نور ہی اس کے لئے اصل راہِ نجات ہے۔

آئیے آج ذکر حسین رضی اللہ عنہ اور فکر حسین رضی اللہ عنہ کو عام کریں کچھ لوگ ذکر حسین رضی اللہ عنہ سے اجتناب کرتے ہیں کہ اس کا کیا فائدہ؟ تو یہ قرآن کے اصول سے صرفِ نظر ہے اور محبت کے اندر کچھ کمی ہے۔ غور کریں تو اللہ نے اپنے کلام میں اپنے خلیل علیہ السلام کا ذکر، نار نمرود کا ذکر، نبی نوح علیہ السلام اور ان کی کشتی اور طوفان کا ذکر۔ اصحاب کہف اور ان کے وفادار کتے (قطمیر) کا ذکر وغیرہ اس لئے فرمائے کہ اس سے روشنی حاصل کی جائے۔ آج انسان کی بقا ہی اس دامن سے سچی

وابستگی میں ہے۔ اللہ عزوجل ہمیں اسی محبت اور وارفتگی کے ساتھ اس دامن سے چمٹا رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فقیر ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی
آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول
اسلام آباد

کلام الامام امامِ الکلام

والیٔ کرب و بلا سیدنا امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی لازوال عظمتوں اور آپ کے علوِ علمی و روحانی کا ادراک کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ کا کلام منظوم ہو یا منثور آج بھی اس سے علم و حکمت کے انوار کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ تبرکاً البدایہ والنہایہ سے سیدنا امام حسین علیہ السلام کے چند اشعار پیش کرتا ہوں جو حافظ ابن کثیر نے نقل کئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

لئن كانت الدنيا تعد نفيسة   فدار ثواب الله اعلى وانبل

اگر یہ بات صحیح ہے کہ دنیا کی نعمتیں ایک نفیس چیز شمار کی جاتی ہیں تو دارِ آخرت میں جو ثواب ملے گا وہ تو بہت اعلیٰ اور بہت بہتر ہے۔

وان كانت الابدان للموت انشئت   فقتل امرئ بالسيف فی الله افضل

اور چونکہ یہ تمام بدن انسانوں کے فنا ہی کے لیے بنائے گئے ہیں۔ لہٰذا انسان کا اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے فنا ہو جانا سب سے بہتر ہے۔

وان كانت الارزاق شيئًا مقدراً   فقلة سعی المرٔ فی الرزق اجمل

اور چونکہ تمام روزیاں اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دی ہیں لہٰذا انسان کو روزی کمانے میں مختصر سی ہی کوشش کرنا ہی بہت ہی مناسب ہے۔

وان كانت الاموال للترك جمعها   فما بال تروكٍ به المريبخل

اور چونکہ سارے اموال جو جمع کرتا ہے بالآخر ایک دن اُن کو چھوڑتا ہی ہے پھر تعجب کی بات ہے کہ جو چیز چھوڑنی ہے اُس میں انسان کیوں اتنی مشقت کرتا ہے۔

حمد باری تعالیٰ

کس سے مانگیں، کہاں جائیں، کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے؟
سب کا داتا تو، سب کو دیتا ہے تُو، تیرے بندوں کا تیرے سوا کون ہے؟

کون مقبول ہے، کون مردود ہے، بے خبر! کیا خبر تجھ کو، کیا کون ہے؟
جب تلیں گے عمل سب کے میزان پر، تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے؟

کون سنتا ہے فریاد مظلوم کی، کس کے ہاتھوں میں کنجی ہے مقسوم کی
رزق پر کس کے پلتے ہیں شاہ و گدا، مسند آرائے بزمِ عطا کون ہے؟

اولیا تیرے محتاج اے ربِ کل! تیرے بندے ہیں سب انبیاء و رُسل
ان کی عزت کا باعث ہے نسبت تیری، ان کی پہچان تیرے سوا کون ہے؟

میرا مالک مری سن رہا ہے فغاں، جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زباں
اب مری راہ میں کوئی حائل نہ ہو، نامہ بر کیا بلا ہے، صبا کون ہے؟

ابتدا بھی وہی، انتہا بھی وہی، ناخدا بھی وہی ہے خدا بھی وہی
جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نما، اُس احد کے سوا دوسرا کون ہے؟

وہ حقائق ہوں اشیا کے یا خشک و تر، فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب، مگر
ماسوا ایک اُس ذاتِ بے رنگ کے، فہم و ادراک سے ماوریٰ کون ہے؟

انبیا، اولیا، اہل بیت نبی ﷺ، تابعین و صحابہ پہ جب آ بنی
گر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی، تو نہیں ہے تو مشکل کشا کون ہے؟

اہل فکر و نظر جانتے ہیں تجھے کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیرؔ! اِس کو تُو فضل تعالیٰ سمجھ، ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے؟

از: مہر ثانی حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
گولڑہ شریف

نعت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورِ صبح اولیں ہیں، میرا ایماں ہے
وہ سب پیغمبروں میں آخریں ہیں، میرا ایماں ہے

خدا نے ان کو سب قوموں کی رحمت کے لئے بھیجا
وہی بس اس سعادت کے امیں ہیں، میرا ایماں ہے

جسے منزل نہ ملتی ہو وہ ان کے در پہ آجائے
محمد a رہبر دنیا و دیں ہیں، میرا ایماں ہے

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے لے کر روزِ محشر تک
زمانے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ نگیں ہیں، میرا ایماں ہے

زمانے کے مفکر، فلسفی، نقاد، دانش ور
محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوشہ چیں ہیں، میرا ایماں ہے

جو غمگین تھے وہ ان کے در سے شاداں ہو کے آئے ہیں
وہ اطمینان براندوگیں ہیں، میرا ایمان ہے

کوئی بھی دل نہیں ہے اُن کے لطف و فیض سے خالی
وہ ہر دل میں کرم بن کر مکیں ہیں، میرا ایمان ہے

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت ہو زیرِ ذکر یا سیرت
وہ دنیا میں حسینوں کے حسین ہیں میرا ایماں ہے

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب کوئی رسل نہ آئے گا
حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختم المرسلیں ہیں، میرا ایماں ہے

ازل کی صبح سے لے کر ابد کی شام تک بزمیؔ
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمیں ہیں، میرا ایماں ہے

(خالد بزمیؔ)

حق گوئی کا معیار حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما)

حق گوئی کا معیار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما — وہ صاحب کردار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
شہزادہ سرکار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما — اک مطلع انوار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
بوسہ گہ سرکار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما — سرکار کے دلدار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
زہرا کے چمن زار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما — مہکار سی مہکار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
اسلام کو پھر زندہ کیا اپنے لہو سے — وہ حق کے علمدار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
افواجِ یزیدی ہوئی خاکستر و خائب — وہ تیغ شرر بار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
باطل کے مقابل ہیں وہ با عزمِ شجاعت — اک آہنی دیوار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
ہر عہد و زمانہ میں ہوا جس سے اُجالا — وہ مطلع انوار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
پروردہ آغوشِ نبوت ہیں یہ دونوں — سرکار کے شہکار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
صد شمس و قمر بھیک ہیں اک ان کی جبیں کی — وہ قاسمِ انوار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
ہے سورۂ کوثر میں حوالہ بھی اُنہی کا — عالم میں ضیا بار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
آل شَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ — اور فرعِ ثمر بار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
ہو معرکہ حق تو بفیضان ید اللہ — کفار پہ یلغار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
رزمِ حق و باطل ہو تو تمیز کی خاطر — شمشیر جگر وار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
دنیا میں بھی ہیں سید و سرخیل خلائق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — عقبیٰ کے بھی سردار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
عشاق ہو کو ہو مژدۂ فردوس مبارک — فردوس کے مختار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
رکھ ان سے مودت، یہ ہے قرآن کا فرمان — جاں پارہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
کیا خوف جو اسلام پہ ہے آج کڑا وقت — آپ اس کے نگہدار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
ہر رخ سے، ہر انداز سے، صورت ہو کہ سیرت — عکس شہ ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
مشہور ہیں اور شاہد انوار حقیقت — سر شہ اخیار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
تاباں کو بھلا خوف ہو کیا روزِ جزا کا — جب آپ مددگار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

(سید وجاہت رسول قادری تاباںؔ)

شانِ اہل بیت علیہم السلام

باغِ جنت کے ہیں بہرِ مدح خوانِ اہلبیت — تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلبیت

کس زبان سے ہو بیان عز و شانِ اہلبیت — مدح خوانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے مدح خوانِ اہلبیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں — آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت

ان کے گھر میں بے اجازت جبرائیل آتے نہیں — قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیت

رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق — کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہلبیت

حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار — خوبرو دولھا بنا ہے ہر جوانِ اہلبیت

جمعے کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کر کے آج — کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہلبیت

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے — دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہلبیت

خشک ہو جا خاک ہو کر خاک میں مل جا فرات — خاک تجھ پر دیکھ تو سوکھی زبانِ اہلبیت

تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں — پیاس کی شدت سے تڑپے بے زبانِ اہلبیت

فاطمہؓ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے — حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہلبیت

وقتِ رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ — لو سلام آخری اے بیوگانِ اہلبیت

کس مزے کی لذتیں ہیں آبِ تیغِ یار میں — خاک و خوں میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اہلبیت

باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا — اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہلبیت

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ لے — جانِ عالم ہو فدا اے کاروانِ اہلبیت

دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر — کربلا میں خوب ہی چمکی دکانِ اہلبیت

زخم کھانے کو تو آبِ تیغ پینے کو دیا — خوب دعوت کی بُلا کر دشمنانِ اہلبیت

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں — لَعنَۃُ اللہِ عَلَیکُم دشمنانِ اہلبیت

بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دے اے حسنؔ — یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہل بیت

(حضرت مولانا حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

۱

پیغامات

رمز قرآں از حسین آموختیم — ز آتش او شعلہ با افروختیم

تیغ لا چوں از میاں بیروں کشید — از رگِ ارباب باطل خون چکید

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت — سطر عنوان نجات مانوشت

ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست — پیش غیر اللہ سر افگندہ نیست

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حسن ترتیب

پیغام
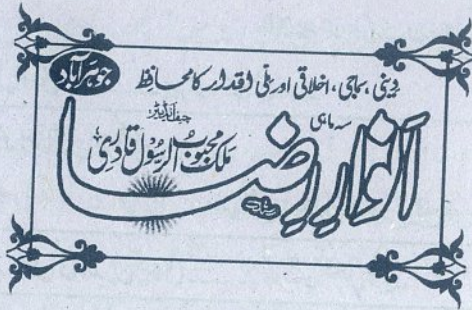
محسن پاکستان، عظیم ایٹمی سائنس دان

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

نشانِ امتیاز اینڈ بار

محرم علامت ہے کربلا کی اور کربلا مخفف ہے کرب و بلا کا۔ ۶۱ ہجری کا یہ المیہ دکھ اور کرب آج بھی تاریخ کا نوحہ ہے اور رہتی دنیا تک غم حسین علیہ السلام کربل میں رلاتا رہے گا، ظلم کسی بھی شکل میں ہو کسی سے بھی ہو حد سے بڑھ جائے تو مٹ جاتا ہے اور مظلوم کی خاموش آہیں افلاک کو لرزاں کر دیتی ہیں۔ آج یزیدی قوتیں منہ چھپاتی پھرتی ہیں اور حسین علیہ السلام کا غم تازہ ہے۔

ملک محبوب الرسول قادری صاحب آپ اسلام کے اس دکھ کو جس انتہائی عقیدت سے قرطاس پر محفوظ کرتے چلے آرہے ہیں وہ آپ کی پہچان بن چکا ہے، کربلا کی تاریخ کو کیا خوب کسی نے ایک سطر میں بیان کیا ہے کہ "یزید تھا اور حسین علیہ السلام ہے"۔

سید الشہداء امام عالی مقام علیہ السلام پر خصوصی شمارہ "انوار رضا" کا ہی اعزاز نہیں بلکہ ہم ایسے تشنگانِ علم کے لئے بھی بیش بہا تاریخی اثاثہ ہے۔ اللہ پاک آپ کی یہ مساعی قبول فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

نشانِ امتیاز اینڈ بار

پیغام

پیر سید

محمد فاروق القادری

سجادہ نشین: خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان

رمزِ قرآں از حسین آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

خلافتِ راشدہ کے بعد شہادت حسین علیہ السلام ایک ایسا المناک، دردناک اور عظیم واقعہ ہے جس نے مسلمانوں کی فکری، سیاسی اور دینی حیثیت پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پندرہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی کربلا کا غم پہلے روز کی طرح مسلمانوں کے دلوں میں موجود ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کربلا کے میدان میں سیدنا امام حسین علیہ السلام کے خونیں جسم سے جس قدر لہو بہا تھا اس کے ایک ایک قطرے کے بدلے مسلمانوں نے اشکوں کے سیلاب بہا دیئے ہیں۔

اگر سیدنا امام حسین علیہ السلام بیعت یزید پر آمادہ ہو جاتے تو آپ علیہ السلام اس کے بدلے میں جاہ و مناسب کی ہر چیز بغیر کسی شرط کے حاصل کر سکتے تھے۔ مگر یزید اور اس کی فوج کو اس پیکرِ عزیمت، جانشین رسول علیہ السلام اور امت کے لئے ہدایت و فلاح کے مینارہ نور کے سر کی ضرورت تھی جو فسق و فجور اور ظلم و جور کے سامنے جھکنے سے انکاری تھا۔ بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی دس محرم کو یزیدی فوج بائیس ہزار مسلح افراد پر مشتمل تھی۔ بائیس ہزار فوج با آسانی ۷۲ آدمیوں کو گرفتار بھی کر سکتی تھی مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ انہیں صرف حسین علیہ السلام کے سر کی ضرورت

تھی۔ حضرت امام علیہ السلام بخوبی جانتے تھے کہ بائیس ہزار فوج سے بہتر آدمیوں کی جنگ کا کیا نتیجہ نکلے گا مگر عزیمت کے پیکر کو اس بات کی پرواہ کب تھی؟ یہاں اگر پوری دنیا بھی یزید کے ساتھ ہوتی تو بھی امام علیہ السلام کا رویہ یہی ہوتا۔

مولانا محمد علی جوہر نے کس قدر خوبصورت بات کی ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں یہ کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

حضرت امام علیہ السلام نے سر کی قربانی کیوں دی علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب بہتر انداز میں دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است

آج بے شمار لوگ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھ کر یزید ابن زیاد، عمرو بن سعد، خولی اور شمر کی وکالت کر کے حسین علیہ السلام کی محبت کو اپنی محبت قرار دینے والی ذات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھانے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا رسانی کا موجب بنتے ہیں جو نہیں سننا چاہتا اسے کوئی نہیں سنا سکتا۔ کاغذ و قلم کی قیل و قال اپنی جگہ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج یزید و شمر کا نام مسلمانوں کی لغت میں گالی بن کر رہ گیا ہے اور دنیا میں حسین علیہ السلام کے خون کی نہر نے ان کی نسلیں تک معدوم کر دی ہیں۔ اگر کہیں ان کی نسل کا کوئی فرد موجود بھی ہے تو وہ ان کے ساتھ اپنی نسبت کا اظہار کرنے سے قاصر ہے۔ سچ ہے۔

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ہمارے فاضل دوست ملک محبوب الرسول قادری صاحب ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس نمبر کی صورت میں غم حسین علیہ السلام تازہ کر کے ہمیں اپنے اشکوں کی سوغات صبا کے ہاتھ بارگاہ حسین علیہ السلام میں بھیجنے کا موقع فراہم کیا ہے۔

سید محمد فاروق القادری
دربار عالیہ شاہ آباد شریف
گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خان
۲ محرم الحرام

پیغام

جناب پروفیسر

ڈاکٹر ساجد الرحمٰن

سجادہ نشین: خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ بگھار شریف کہوٹہ پاکستان

محرم الحرام ۶۱ھ تاریخ اسلام کا ایک خونیں باب ہے۔ لیکن سیدنا حسین علیہ السلام نے خانوادۂ رسول ﷺ کے خون کی رنگینی سے حریت فکر و عمل کی وہ داستان رقم کی کہ قیامت تک دنیا کے کسی بھی کونے سے آزادی کی جو آواز اٹھے گی وہ حسینی آواز کی صدائے بازگشت ہوگی۔

حضرت سیدنا حسین علیہ السلام نے نیزہ کی نوک سے یہ سبق دیا کہ وقتی کامیابی اور تاج و تخت کا حصول نقش دوام حاصل نہیں کر سکتا بلکہ اصولوں کی پاسداری کے لئے "کس شان سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے"۔

سیدنا حسین علیہ السلام نے اپنی شہادت سے جو ہمیں درس دیا وہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں۔

سر الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوان نجات ما نوشت

ڈاکٹر ساجد الرحمٰن
سجادہ نشین: خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ بگھار شریف کہوٹہ پاکستان

پیغام

حضرت استاذ العلماء
مفتی محمد اطہر نعیمی

سابق چیئرمین مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی، وممبر اسلامی نظریاتی کونسل

یہ بات یقینی اور شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ باعثِ تخلیق عالم رحمۃ للعالمین ﷺ کی محبت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ محبت جتنی کامل ہوگی، اتنا ہی ایمان کامل ہوگا اور محبت میں اگر چوں وچرا ہے، تو ایمان بھی ویسا ہی ہوگا۔ یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ محبت کے انداز اور اظہار کے طریقے مختلف ہیں، (جن کی تفصیل فی الوقت ممکن نہیں)۔ محبوب کا تذکرہ سطور بالا میں اس لیے کیا کہ گذشتہ شب ایک ملک محبوب الرسول قادری نے مجھے ٹیلیفون کیا کہ رسالہ کے لیے چند کلمات میں بھی لکھ دوں۔ پیرانہ سالی، اپنی علالت اور رفیقۂ حیات کی علالت مزاحم، لیکن حج اکبر کے حصول کی تمنا "دل بدست آور کہ حج اکبر است"، نے حوصلہ دیا اور یہ سطور لکھنے کی ہمت ہوئی۔

ناظرین کرام!

محبوب الرسول قادری سلمہ، طلاقتِ لسانی کے جوہر سے آراستہ تو ہیں ہی، لیکن صاحب قلم بھی ہیں۔ میں نے ہمت کی اور یہ سطور لکھیں اور نفس مضمون پر لکھنا شروع کیا۔ کتاب ہدایت قرآن کریم کی سورۂ شوریٰ کی آیت ۲۳ میں پروردگارِ عالم جل جلالہ نے فرمایا: ترجمہ: "اے نبی (مکرم) آپ فرمادیں کہ میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا سوائے اس کے کہ تم میرے قرابتداروں سے محبت رکھو"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی

تفسیر "درِ منثور" میں لکھا ہے کہ آیت کے نزول پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے وہ کون سے رشتہ دار ہیں، جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علی، فاطمہ اور اُن کی اولاد"۔ یہ علامہ سیوطی نے ہی نہیں بلکہ اس موضوع پر علامہ زمخشری وغیرہ نے بھی اپنے جذباتِ اخلاص کا اظہار فرمایا ہے۔ علامہ زمخشری نے تو اس آیت کی تفسیر میں ایک طویل حدیث بھی نقل کی ہے، جسے امام رازی نے بھی "تفسیر کبیر" میں نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل بیت کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ، ۱۔ اپنے نبی سے محبت، ۲۔ نبی کی اولاد سے محبت اور ۳۔ قرآن کریم سے محبت (کثرتِ تلاوت)۔

ایک اور عقیدت مند نے محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ حدیث قدسی نقل کی: "اے حبیب! اگر آپ کی اظہارِ شان مقصود نہ ہوتی، تو میں یہ کائنات نہ بناتا"۔ اس ذاتِ اقدس کو، جس کے اظہارِ شان کے لیے یہ کائنات بنی، اپنی اولاد و اصحابِ بیت، محبوب تھے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں، جس نے اُن کی رہنمائی حاصل کی وہ منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔

نیز فرمایا:

مثل اھل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا غرق

میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہوگیا وہ ڈوبنے سے بچ گیا اور جس نے اس کشتی کی پناہ حاصل نہ کی، وہ ڈوب گیا۔

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم

والسلام مع الاکرام

محمد اطہر نعیمی (عفی عنہ)

پیغام

جناب

ڈاکٹر ظفر اقبال نوری

سابق مرکزی صدر: انجمن طلباء اسلام ۔۔۔ حال مقیم واشنگٹن (انگلینڈ)

عزیز القدر دوست مہربان ادیب شہیر ملک محبوب الرسول قادری راہِ حبِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں میرے پرانے ہم سفر ہیں۔ ان سے یہ رفاقت ربع صدی سے زیادہ محبت آمیز عرصے پر محیط ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب قافلہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انجمن طلباء اسلام کی خدمت کی ذمہ داری اس عاجز کے سر پر تھی اور جوہر آباد میں ملک محبوب الرسول کا ڈیرہ آتے جاتے مسافروں کے لئے راحتوں اور محبتوں کا مرکز تھا۔

اسی دور میں ادیب ملت کو اخبارات و جرائد سے ایک گہرا شغف تھا اور وہ اپنے نصب العین کے فروغ کے لئے قلم آرائیاں کرتے رہتے تھے۔ غلامیِ رسول کا جذبہ، آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی کسک اور اولیاء کرام کی نسبت راہنما ہوتے تو پھر ان کا قلم گل کاریاں کرنے لگا۔ کتب و رسائل کے چمن مہکنے لگے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں دینی ادب وصحافت میں انہوں نے ایک مقام پیدا کرلیا۔ مجھے خوشی ہے کہ ان کی زیرادارت سہ ماہی "انوارِ رضا" شہزادۂ گل گوں قبا سید الشہداء امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کے حضور خراجِ عقیدت کے لئے خصوصی اشاعت کا اہتمام کررہا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ کریم ان کی یہ مساعی قبول فرمائے اور انہیں اہل بیت اطہار کی روحانی توجہات سے مالامال فرمائے۔ ان کی عزت وعظمت میں اضافہ فرمائے۔ اور

ویسے بھی حقیقت ہے کہ دعائے مصطفوی التحیۃ والثناء ”وال من ولاء وعد من عاداہ“ کا اثر ہے کہ مولا علی علیہ السلام اور ان کی اولادِ اطہار سے محبت کرنے والا ہمیشہ عزت و عظمت اور محبوبیت عامہ سے سرفراز ہوتا ہے اور ان سے عداوت کرنے والوں کے حصے میں ذلت و رسوائی آتی ہے۔

اللہ کریم ہم سب کو سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے غلاموں میں زندہ رکھے اور انہی کی غلامی میں ہماری موت اور ہمارا حشر کرے۔ آمین

ڈاکٹر ظفر اقبال نوری

حال مقیم واشنگٹن (انگلینڈ)

☆☆☆

کلام شاعر بقلم شاعر

کہ محرم کا مہینہ پڑ رہا ہے
بڑی مشکل میں جینا پڑ رہا ہے
ترے کعبے کو جاتا اس لیے ہوں
کہ رستے میں مدینہ پڑ رہا ہے

جبار مرزا

پیغام

حضرت پیر طریقت علامہ صاحبزادہ

محمد اسماعیل فقیر الحسنی

سجادہ نشین: آستانہ عالیہ شاہ والا شریف ضلع خوشاب

سہ ماہی ”انوارِ رضا“ کا ”سید الشہداء نمبر“ نظر نواز ہوا۔ انتہائی وقیع، معلومات افزا، شایان شان اور اربابِ حق کی قلبی واردات کا آئینہ دار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت پر ایک علمی شاہکار اور اپنے موضوع پر نادر و نایاب گوہر ہائے آبدار اور ہماری عقیدت کی پاکیزہ روایات کا علمبردار ہے۔ آپ کے فضائل و کمالات، آپ کے ذاتی بے مثال صفات اور آپ کی حیات طیبہ کے نورانی لمحات کا حسین مرقع طیبات ہے۔

نامور ادیب، معروف اسلامی مفکر اور عالمی شہرت یافتہ مصنف ملک محمد محبوب الرسول قادری مدظلہ کی حسین کی کاوشوں کا خوبصورت مجموعہ اور اصحاب دانش و بینش کے قلب و دماغ کے لئے روحانی مسرتوں کا ایک لطیف عطر بیز اور زینت افزاء گلدستہ ہے۔

یقیناً! ہندو پاک کے قافلہ عشق و محبت کے راہنما اور ادباء، علماء و مشائخ، طلباء اور خطباء کے لئے عظیم، ایمان افروز خزانہ الفت و تحقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو ڈھیروں جزائیں عطا فرمائے۔

محمد اسماعیل فقیر الحسنی

سجادہ نشین: آستانہ عالیہ شاہ والا شریف ضلع خوشاب

پیغام

حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی

Date: 05-10-2016

جناب ملک محبوب الرسول صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاۃ!

دنیا میں ماہ وسال کسی نہ کسی شخصیت کے نام سے وابستہ رہے ہیں۔ محرم کا مہینہ اپنی فضیلت وحرمت کے لحاظ سے انفرادی فوقیت رکھتا ہے۔ حضرت امام حسینؓ کی قربانی نے اس کے اعزاز واکرام میں اضافہ کیا ہے۔ ماہ محرم باطل قوتوں کے سامنے ڈٹ جانے کی وجہ سے حضرت امام حسینؓ کی قربانی سے پہچانا جاتا ہے انسان کو حق وانصاف کا اصول جو حضرت امام حسینؓ نے عطا فرمایا ہے وہ رہتی دنیا تک ایک مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کو ''سہ ماہی انوارِ رضا '' میں سید وشہدا امام حسینؑ نمبر کے اشاعت کی توفیق حاصل ہوئی ہے وہ قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سدا خوش وخرم، تندرستی صحت، بلند درجہ اور علمی ودینی امور پر زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بارگاہ رب العزت میں دُعا ہے کہ آپ آئندہ بھی اسی طرح کے نمبر نکالتے رہیں۔ اس خصوصی اشاعت پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے رسالے کو مقبول عام بنائے۔

والسلام!

خیر اندیش

سید مقبول محی الدین گیلانی

پیغام

حضرت سید انتخاب علی کمال

"اَللّٰہُ مَالِکُ غَفَّارُ"
۱۴ ہجری ۳۸

"تفضّلِ حُسینؓ"
۱۴ ہجری ۳۸

ت "تائیدِ حق واجبی ہے حُسینؓ کی شہادت" ت
۱۴ ہجری ۳۸

ف "فکرِ حُسینؓ میں ہے شائستہ لُطف" ف
۱۴ ہجری ۳۸

ض "ضیائے نورِ حُسینؓ کو حُسنِ آفتاب سے کیا غرض" ض
۴۰۳۴ ÷ ۲ = ۲۰۱۷ عیسوی (در صنعت تنا صف)

ل "لشکرِ یزید نے کرب و بلا میں اجاڑا گلستانِ رسول" ل
۲۰ عیسوی ۱۷

ح "حُسینؓ کی شہادت ہے اوصافِ ایثار کی روح" ح
۲۰ عیسوی ۱۷

س "سبطِ پیمبرِ کامل اکمل کے خشک لبوں کی پیاس" س
۱۴ ہجری ۳۸

ی "یزیدیت کا جنازہ ہے، واجب شہادت حُسینؓ کی" ی
۱۴ ہجری ۳۸

ن "نورِ عینِ فاطمہؓ، مہرِ عالمتاب حُسینؓ" ن
۱۴ ہجری ۳۸

۱۴ھ ۳۸ — ۱۴ھ ۳۸

"از فکر، منجانب سید انتخاب علی کمال۔ کراچی"
۲۰ عیسوی ۱۷

پیغام

پیر سید

حبیب اللہ شاہ چشتی

ماہر دست شناس، ستارہ شناس، علم الاعداد

محرم کا مہینہ اسلامی کلینڈر کا صرف آغاز ہی نہیں ہے بلکہ اپنے اندر ایک بڑی تاریخ رکھتا ہے۔ جو انبیاء کی آمد، اُن کی تکالیف اور ازالہ سے بھرپور پس منظر رکھتی ہے۔ اُن تمام تاریخی حوالوں کی اپنی جگہ یقیناً بڑی اہمیت کی حامل ہے لیکن جس طرح سے محرم کو محترم بنانے میں حضرت سیدنا مولانا وامامنا امام حسین علیہ السلام نے ایک اَن مٹ کردار ادا کیا۔ اُسے اسلام تو کجا غیر اسلامی تاریخ بھی نہیں بھلا سکے گی اور پوری انسانیت پر ایک ایسا احسان کیا کہ جب بھی انسانیت زوال پذیر ہو تو حسین علیہ السلام کے سبق کو دُہرا دے تو اسے ظلمت سے نور کا راستہ مل سکتا ہے۔

حسین علیہ السلام کی روشن تاریخ آج حکمرانوں، جرنلوں، ججوں، علماء اور مشائخ سے ایک سوال کر رہی ہے کہ تم کن مشکلات کا شکار ہو اور پریشانیاں کیوں دامن گیر ہیں؟ تمہاری آنکھیں اور گردنیں کیوں جھکی ہوئی ہیں۔ اس سوال کا قلندرِ لاہوری نے کماحقہ جواب اپنے شعر میں کچھ اس طرح سے دیا ہے کہ:

ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتی ہے آدمی کو نجات

پیر سید حبیب اللہ شاہ چشتی

سجادہ نشین: آستانہ عالیہ چشتیہ کرانی روڈ، پشاور

پیغام

خوش خصال، پیکر جمال، حضرت پیر سید

فیض الحسن شاہ بخاری

بانی سربراہ: انجمن محبان محمد ﷺ۔ سجادہ نشین: بڑی خانقاہ بہاری شریف آزاد کشمیر

میرے لئے خوشی کا مقام یہ ہے کہ میں اور برادرم ملک محبوب الرسول قادری اپنے زمانہ طالب علمی سے اکٹھے ہی نفاذِ نظام مصطفیٰ ﷺ، فروغ محبت رسول ﷺ و غلامیٔ و عشق آل رسول ﷺ اور احترام صحابہ کے مشن کے لیے معاشرے میں اپنی صلاحیت و حالات کے مطابق مطابق مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہمارا مشن ایک ہے منزل ایک ہے۔

اسی زمانے سے ملک صاحب کا بہاری شریف آنا جانا ہے وہ میرے والد گرامی اور مرشد کریم یادگار اسلاف حضرت قبلہ پیر سید محمد شاہ بخاری قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتے، پہروں ان کی مجلس میں حاضر رہتے ان سے گفتگو کرتے اور طریقت و روحانیت کے حوالے سے جاننے کی کوشش کرتے اور میرے مرشد پاک بھی ہمیشہ ان کے ساتھ نہایت شفقت کا رویہ اختیار فرماتے۔ آج بھی ان سے ملاقات کے موقع پر مجھے اپنے مرشد کریم کی شفقتیں ایک اور انداز سے پھر یاد آنے لگتی ہیں۔ اسی طرح میں جوہر آباد میں ان کے والد گرامی غازیٔ اسلام جانثار پاکستان ملک عبدالرسول قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کے ساتھ حاضر ہوتا تو وہ بھی مجھے بہت عزیز رکھتے تھے اور سیادت پناہی نسبت کا خوب لحاظ رکھتے۔ خیر یہ تو گزرے زمانے کی خوبصورت یادیں ہیں ان کے بیان کے لئے تو طویل وقت درکار ہے۔ ملک محبوب الرسول قادری صاحب اور میں نے انجمن طلباء اسلام کے پلیٹ فارم سے اس زمانے میں بھرپور کام کیا۔ کالجز کے علاوہ اس مقصد کے لئے شہروں، قصبات، دیہاتوں تک ہم نے طویل اور کٹھن سفر کئے۔ قادری صاحب کی تحریریں اور

مضامین، اخباری بیانات اور تقریریں اس زمانے سے مقبول ہیں اب بھی ہم اسی طرح اپنے مشن کے لیے اکٹھے ہم سفر ہیں۔ انوارِ رضا کی خصوصی اشاعتیں ہوں یا ہر سال نورانی ڈائری کا اجراء ---------ہم اکٹھے ہیں۔ بہاری شریف میں انجمن محبانِ محمد ﷺ کا سالانہ کنونشن، بزرگانِ بہاری شریف کا بڑی خانقاہ بہاری شریف میں سالانہ عرس مبارک ہو یا پھر میرپور آزاد کشمیر میں "سالانہ امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام کانفرنس" ہماری فکر اور سوچ کے دھارے ایک ہی سمت میں سفر کرتے ہیں۔ اب کی بار قادری صاحب نے "سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام نمبر" کی اشاعت کی خوش خبری سنائی تو دل مچل اٹھا کہ یہ تو اتحادِ ملت کی بنیادی اکائی ہے اور دل کی گہرائی سے دُعا نکلی کہ

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

حضرات حسنین کریمین سے محبت ان کو ورثے میں ملی ہے۔ طارق سلطان پوری نے "برہانِ رحمت" میں امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور زمانہ سلام پر جو تضمین لکھی ہے وہ کمال ہے اس کے دو اشعار قادری صاحب کے ذریعے قارئین کی نذر کرتا ہوں۔

پورِ حیدر وہ فرزند خیر الورا
نقشِ حسن و جمالِ حبیب خدا
وہ سراپا کرم و مجسم عطا

حسن مجتبیٰ سید الاسخیاء
راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

مرحبی حکمراں سے ڈرا، نہ دبا
ابن حیدر جبل استقامت کا تھا
خون دے کر ہرا باغ دیں کر دیا

اس شہید بلا، شاہِ گلگوں قبا
بیکس دشت غربت پہ لاکھوں سلام

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

"انوارِ رضا" کے سید الشہداء نمبر کی اشاعت پر میں برادرم قادری صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائے اس کو وحدت امت کا ذریعہ بنائے اور اس پر انہیں دونوں جہانوں میں عمدہ جزا عطا کرے۔

میری گزارش ہے کہ اہل سنت کے تمام ادارے، تنظیمات، خانقاہ اور مخیر حضرات زیادہ سے زیادہ یہ اہم دستاویز خریدیں۔ خود پڑھیں اپنے اپنے اہل خانہ کو پڑھائیں یہ "ارمغانِ محبت" خریدیں۔ خود پڑھیں اپنے اپنے اہل خانہ کو پڑھائیں دوستوں کو گفٹ کریں اور اس کو گھر گھر تک پھیلا دیں تاکہ "ذکر حسین علیہ السلام" سے ہمارا ملک اور معاشرہ گونج اٹھے اور اس کی برکات سے مکمل فیض یاب ہو۔ آمین ثم آمین

سید فیض الحسن شاہ بخاری
بانی سربراہ: انجمن محبانِ محمد ﷺ

حضور پاک ﷺ سے عشق کی علامت

حضرت شیخ امان اللہ عبدالملک پانی پتی قدس سرہ (متوفی ۹۹۷ھ) نے فرمایا:
درویشی میرے نزدیک دو چیزوں میں ہے، ایک خوش اخلاقی اور دوسری محبت اہل بیت۔ محبت کا کامل درجہ یہ ہے کہ محبوب کے متعلقین سے بھی محبت کی جائے، اللہ تعالیٰ سے کمال محبت کی نشانی یہ ہے کہ حضور ﷺ سے محبت ہو اور حضور ﷺ سے عشق کی علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اہل بیت سے محبت ہو۔ اگر آپ پڑھتے پڑھاتے آپ کی گلی سے سید زادے کھیلتے کودتے نکلتے آپ (صوفی امان اللہ پانی پتی) ہاتھ سے کتاب رکھ کر سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب تک سید زادے موجود رہتے آپ بیٹھتے نہ تھے۔"

(اخبار الاخیار فی اسرار الابرار)

قطعہ تاریخ اشاعت

سید الشہداء امام حسین نمبر علیٰ جدہٖ علیہ السلام

انوارِ رضا محبوب سبحان"

۱۴۳۸ھ

ہے مجلۂ بے نظیر و خوب انوارِ رضا — ہر شمارہ اِس کا ہوتا ہے نمایاں پُرضیاء
دیتا ہے اہلِ جہاں کو دعوتِ فکر و عمل — ترجماں ہے اولیاء اصحاب و اہلِ بیت کا
اک عمدہ ذوق کے مالک ہیں محبوب الرسول — ہوتا ہے زیرِ ادارت جن کی یہ جلوہ نما
ہیں ودیعت ذاتِ حق سے بے حد ان کو خوبیاں — محسن علم و ادب ہیں افتخار اذکیاء
لے کے آئے ہیں جو یہ اس مرتبہ نمبر نیا — ہے شہید کربلا کے تذکرہ سے یہ سجا
وہ حسین ابن علیؓ لختِ دل بنتِ رسولؑ — راکبِ دوشِ نبی، سرخیلِ اربابِ وفا
ان کی الفت اور محبت جزو ہے ایمان کا — وجہ بخشش ہو گا ان کا ذکر بھی روزِ جزا
دے گئے ہیں وہ ہمیں درسِ وفا ہو کر شہید — ہے مقام و مرتبہ ان کا تخیل سے ورا
ہے یہ اظہارِ عقیدت بہتریں ان کے حضور — لازماً اس کو سراہے گا ہر اک شیخ و فتا
مثلِ نہر ہے ہر اک تحریر اِس کی ضوفشاں — ہیں مضامین اس کے سب گنجِ گراں کانِ ہدیٰ
فکر تھی فیض الامین سالِ اشاعت کی مجھے — بولا ہاتف "ہے رفیع الشان انوارِ رضا"

۲۰۱۶ء

از قلم: صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی
مونیاں شریف (گجرات)

فضائل محرم الحرام

شاہ است حسینؑ پادشاہ است حسینؑ — دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید — حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

(خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ)

حسن ترتیب

محرم الحرام: تقدس و تقاضے

میجر (ر) حاجی محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ ڈھڈی

ہر باشعور فرد پر لازم ہے کہ اپنے دین کے مطالعہ سے اپنے اندر صحیح سمجھ پیدا کرے۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہوئے یقین محکم کے حصول میں کوشاں رہے۔ میں نے اسی جذبہ کے زیر اثر اللہ تعالیٰ جل شانہ وسبحانہ کے ماہِ محرم الحرام کی اہمیت حقیقی کی جستجو میں اپنی دینی کتب سے رہنمائی کا راستہ اختیار کیا۔
اس مسئلہ پر بزرگانِ صالحین سلف صالحین کے عرفان علم سے استفادہ کیا۔ میری ذہنی الجھنیں دور ہوئیں۔ مناسب یہی ہے کہ محرم الحرام کے متعلق اپنی تحقیق کو مختصراً مجاہدین اسلام و جانثارانِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش خدمت کر دوں تا کہ اصلاح احوال و اتباعِ حق نصیب ہو۔ (آمین) ۔۔۔۔۔۔ (میجر (ر) حاجی محمد قاسم

امابعد! قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مہینوں کی تعداد بارہ بیان فرمائی ہے جن میں رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم یعنی چار ماہ حرام (حرمت والے) ہیں۔ ان میں ایک ماہ محرم الحرام ہے۔ ماہ محرم الحرام سے سالِ نو کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کو شہر حرم، شہر اللہ، شہر الانبیاء اور راس السنہ کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایات ۔ یوم عاشورہ:

محرم کے مقدس ماہ کی دسویں تاریخ کو یوم عاشورہ کہا جاتا ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ عربی زبان میں دس کو چونکہ عشر کہتے ہیں۔ محرم الحرام کا دسواں دن ہے۔ اس کی نسبت سے اسے یوم عاشورہ کا نام دیا گیا ہے اور بعض مفسرین کرام کے مطابق اس دن اللہ تعالیٰ نے دس انبیاء علیہم السلام کو دس معجزات عطا فرمائے اس وجہ سے اسے عاشورہ کہا جاتا ہے۔

فضیلت و یوم عاشورہ:

اس دن کی فضیلت مندرجہ ذیل واقعات بابرکات سے نمایاں ہو جاتی ہے۔

(الف) تخلیق مخلوق کے دس عظیم حوادث:

ا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیکل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام و دیگر دو

فرشتے پیدا کیئے گئے۔......... ۲۔لوح وقلم، عرش عظیم و کرسی وجود میں آئی۔.........
۳۔آسمان، زمین، چاند، ستارے، دریا و پہاڑ پیدا ہوئے۔......... ۴۔جنت بنائی گئی
.... ۵۔حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، انہیں جنت ملی۔......... ۶۔حضرت حوا
علیہا السلام وجود میں لائی گئیں۔......... ۷۔آسمان سے پہلی بارش اسی روز ہوئی اور اللہ تعالیٰ جل
شانہ کی رحمتوں کی ابتدا ہوئی۔......... ۸۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا یہی دن ہے۔اسی
دن انہوں نے فرزند کی قربانی دی۔......... ۹۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور اسی دن
انہیں آسمان پر اٹھالیا گیا۔......... ۱۰۔قیامت اسی روز برپا ہوگی۔

(ب) نزول سلامتی کی دس کرامات:

۱۔حضرت آدم علیہ السلام کی دعا اسی روز قبول ہوئی۔......... ۲۔حضرت نوح علیہ السلام کی
کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔......... ۳۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آتش نمرود ٹھنڈی ہوئی
.... ۴۔حضرت داؤد علیہ السلام کے گناہ معاف فرمائے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت اسی روز
ملی۔......... ۵۔حضرت یعقوب علیہ السلام کو آنکھوں کا نور لوٹایا گیا۔......... ۶۔حضرت یوسف
علیہ السلام کو چاہ کنعنان سے چھٹکارا ملا۔......... ۷۔حضرت ایوب علیہ السلام کو صبر کا ثمر ملا اور مرض
سے شفاء ہوئی۔......... ۸۔حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند درجات عطا ہوئے۔.........
۹۔حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔......... ۱۰۔حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ
مبارک اسی روز اتری۔جادوگروں نے اسی روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقلید شروع کی اور حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو فرعون سے نجات اور غرق فرعون کا یہی دن ہے۔

(ج) خداوند تعالیٰ عزوجل کی طرف سے دس عنایات:

۱۔یوم عاشورہ، یوم تخلیق، یوم سلامتی و برکات ہے۔......... ۲۔رجب المرجب اللہ
تعالیٰ کا خاص مہینہ ہے۔جو دوسرے مہینوں سے افضل ہے جیسے دیگر امتوں پر امت رسول ﷺ
افضل ہے۔......... ۳۔ماہِ رمضان کو دوسرے مہینوں پر فضیلت ہے جس طرح ساری مخلوق پر
اللہ جل جلالہ کو۔......... ۴۔شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔......... ۵۔الفطر جزاء
ملنے کا دن ہے۔......... ۶۔یوم عرفہ کا روزہ دو سال کا کفارہ ہے۔......... ۷۔عشرہ

ذوالحجہ ہے جو اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کی خاص رحمتوں کا دن ہے۔......... ۸۔یوم نحر ہے
یعنی قربانی کا دن۔......... ۹۔جمعہ ہے جو سب دنوں کا سردار ہے۔......... ۱۰۔اولین
آخرین انعام یافتگان اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر حبیب خدا احمد مجتبیٰ حضرت محمد الرسول ﷺ کی
فضیلت مسلم ہے۔

فضیلتِ عاشورہ پر احادیث مبارکہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بنی اسرائیل پر
سارے سال میں صرف ایک روزہ فرض کیا گیا تھا۔اس میں برکت ہے اس دن غسل کرنے والا
بیمار نہیں ہوتا۔جو شخص اس دن سرمہ لگائے اس کی آنکھ سارا سال نہیں دکھتی۔جو اس دن بیمار کی
عیادت کرے اسے ساری مخلوق کی عیادت کا ثواب ملتا ہے۔اس روز کسی کو ایک گلاس شربت پلاتا
ہے گویا اس نے ایک لحظہ کے لئے بھی اللہ کی عبادت میں کوتاہی نہ کی۔اس دن روزہ رکھنے والے
کو چالیس سال کا کفارہ دیا جاتا ہے اور جو شخص دن رات جاگے اور صبح تک اللہ تعالیٰ جل شانہ کی
عبات کرے وہ مرنے سے قبل اپنی موت سے باخبر ہو جاتا ہے۔

دیگر:

۱۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص شب عاشورہ میں رات بھر یاد الٰہی کرے تو جب
تک وہ چاہے اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھتا ہے۔......... ۲۔محرم میں روزہ رکھنے والے کو ہر روزہ
کے عوض تیس روزوں کا ثواب ملتا ہے۔......... ۳۔جو شخص عاشورہ کے روز روزہ کھے اسے
دس ہزار شہیدوں، حاجیوں کا ثواب ملتا ہے۔کسی مومن کو کھانا کھلائے گویا اس نے تمام امت رسول
ﷺ کو کھانا کھلایا۔......... ۴۔فرمان حضرت علی علیہ السلام آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو
شخص عاشورہ کے روز روزہ رکھے اور رات بھر عبادت کرے اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کی خواہش کے
مطابق اسے زندگی دے گا اور اسے ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب دے گا۔......... ۵۔جب روزہ
کا حکم عام مشہور ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے پوچھا: تمہیں عاشورہ کے دن روزہ
رکھنے کا حکم کس نے دیا ہے؟ جواب ملا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔تب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے
فرمایا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی سلطنت پر قائم ہیں وہ دانا ہیں۔

شہادت حضرت امام حسین علی جدہ السلام:

حضرت امام حسین علی جدہ السلام کی شہادت بھی بروز عاشورہ ہوئی۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس واقعہ کی خبر دی۔ اس دن کی فضیلت کے باعث حضرت امام حسین عالی مقام علی جدہ السلام کی شہادت باسعادت کے درجات میں اضافہ ہوگا۔ روزِ اول سے عظمت یافتہ دن میں شہید ہونے کی وجہ سے حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ عنہ کا درجہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو پہنچے گا۔ یہی روز ہے جس میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف لے جائے جاتے ہیں۔ یہ بزرگ دن بھی دیگر بزرگ ایام یعنی عیدین، جمعہ، عرفہ، حج وغیرہ کے مثل ہے۔ گویا محرم اور خصوصی طور پر عاشورہ کے دن کی حرمت اور فضیلت تو روزِ اول سے مسلمہ ہے۔

اس مختصر بحث کے سلسلہ میں قرآنِ حکیم والتحریم میں فرمان ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

(سورہ آل عمران: ۱۶۹ تا ۱۷۱)

اور تو نہ سمجھ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے اور خوش اس وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی انہیں پہنچے ان میں پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر نہ ان کو غم۔ خوش اس وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عاشورہ کا دن آنے پر مذکورہ طرزِ عمل اختیار کرتے اور اپنے اہل و عیال کے لئے روزی میں فراخی سے کام لیتے۔ روزہ رکھتے اور رات عبادت میں بسر کرتے۔ اس دن کی برکات و فیوض سے مستفید ہوتے۔ مالک الملک کی رضا حاصل کرنے کے لئے تمام وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔

حضرت امام حسین عالی مقام علی جدہ السلام پر نزولِ رحمت:

حضرت حمزہ بن ایات رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت امام حسین علی جدہ السلام کی قبر مبارک پر درود شریف پڑھتے دیکھا۔

دوسری حکایت:

ابونصر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جس دن حضرت امام حسین علی جدہ السلام نے شہادت پائی اس روز ستر ہزار فرشتے ان کی قبر مبارک پر نازل ہوئے۔

ممنوعاتِ محرم الحرام:

محرم الحرام میں (۱) ظلم کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔۔۔۔ (۲) قتل منع فرمایا گیا ہے۔۔۔۔ (۳) قتل کی ابتداء کوئی کرے تو جواب کی اجازت ہے۔۔۔۔۔۔ (۴) اس ماہ میں مشرکین مسلمان کو ماریں تو جواباً مارنا مباح ہے۔

عباداتِ خصوصی:

محرم الحرام کے پہلے عشرہ میں حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ بلاناغہ ہر روز چار رکعت نفل جن میں ایک دفعہ الحمد شریف اور پندرہ دفعہ قل شریف ہر رکعت میں پڑھا کرتے اور بعد ختم نماز ثواب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی روح مبارکہ کے حضور پیش کیا کرتے۔ جو شخص یہ نمازیں ادا کرتا رہے اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ کے ہاں اس شخص کی شفاعت صاحبزادگان سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کریں گے۔

نوافل عاشورہ:

(۱) دو رکعت نفل روشنی قبر۔ یہ نماز رات کو ادا کرے۔ ہر رکعت بعد الحمد شریف تین تین بار قل شریف ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کی قبر قیامت تک روشن فرمائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔

(۲) چار رکعت نفل۔ یہ نماز رات کو ادا کرے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد شریف قل شریف پچاس مرتبہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس نماز کی وجہ سے اس کے گناہ پچاس برس اگلے و پچھلے بخشے گا۔۔۔۔

(۳) چار رکعت نفل۔ یہ نماز دن میں چار رکعت ہے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد شریف پچاس مرتبہ قل

شریف پڑھے اور اپنے رب ذوالجلال کے ہاں درجات بلند ہونے کی اُمید رکھے۔.........

(۴) بزرگانِ اہل سنت والجماعت متذکرہ نفلوں کے علاوہ عاشورہ کو روزہ رکھتے بلکہ نو تاریخ سے گیارہ تاریخ محرم الحرام تک تین دن روزہ سے ہو تو اللہ تعالیٰ سے اُمید قوی رکھے تو اسے ہزار حج، ہزار عمرہ، ہزار شہید اور ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں کا ثواب ملتا ہے۔

ایک گزارش:

گزارش ہے کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کریں اور محرم الحرام کی حرمت کو احکاماتِ الٰہی اور اپنے متقدمین کے اعمال صالح کی روشنی میں استوار کر کے اللہ تعالیٰ جل شانہ سے بخشش کی امید رکھیں۔ ظاہری رنگینیوں، فروعات و فاسد خیالات سے بچیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین

حُب اہل بیت، اہل سنت کا شعار

حضرت شیخ المشائخ فرید الدین عطار نیشا پوری قدس سرہ (تقریباً ۵۸۵ھ) فرماتے ہیں:

مجھے ان کم فہم لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اہل سنت نعوذ باللہ اہل بیت سے معاندت رکھتے ہیں۔ جب کہ صحیح معنوں میں اہل سنت ہی کا اہل بیت سے محبت رکھنے میں شمار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے عقائد ہی میں یہ شے داخل ہے کہ رسول خدا ﷺ پر ایمان لانے کے بعد ان کی اولاد اطہار سے محبت کرنا لازمی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ سادات کرام کی بہت تعظیم کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ دوران سبق سادات کے کمسن بچے کھیل کود رہے تھے اور جب وہ نزدیک آتے تو آپ تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور دس بارہ مرتبہ یہی صورت پیش آئی۔ (تذکرۃ اولیاء)

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی پیاری امی جان، سیدہ

بتولِ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاشِ جگر گوشہ بتول
اسلام کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

(مولانا ظفر علی خاں)

حسن ترتیب

دشمن اہل بیت کو عبادت کام نہیں آئے گی

امام طبرانی و حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (حدیث کا آخری حصہ ملاحظہ فرمائیں):

"اگر کوئی شخص بیت اللہ کے ایک کونے اور مقام ابراہیم کے درمیان قیام کرے۔ نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ اہل بیت کی دشمنی پر مر جائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔"

(برکات آل رسول ﷺ صفحہ ۲۵۷، خصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۵۶۵ امام سیوطی)

سیدنا امام حسین علیہ السلام کی پیاری امی جان،

لخت دلِ رسول ﷺ، مخدومہ کائنات سیدۃ النساء العالمین

سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

علامہ صاجزادہ محمد سلیمان قمر قادری ☆

یہ بات بندہ ناچیز و پُر تقصیر کے لیے باعث بخشش و توشۂ آخرت ہے کہ بندہ ناچیز مخدومہ کائنات، سیدہ، طیبہ، طاہرہ، مطہرہ، زاہدہ، عابدہ، راکعہ، ساجدہ، عاصمہ، معصمہ، سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی بارگاہِ اقدس واطہر میں چند جملے بصد عجز و نیاز پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے جن کا نام نامی، اسم گرامی ہی فاطمہ ہے۔

دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی نقل کی ہے:

عن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما قال، قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: انما سمیت بنتی فاطمة لأن الله عزوجل فطمها وفطم محبتها عن النار۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری بیٹی کا نام "فاطمہ" اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے جدا کر دیا ہے۔

تو سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی نسبت عالی کی وجہ سے اللہ رب العزت لوگوں کو دوزخ کی آگ سے بچائے رکھے گا۔

آپ سلام اللہ علیہا کا ایک لقب "زہرا" ہے۔

زہرا:

زہرا کے معنی کلی کے ہیں۔ آپ سلام اللہ علیہا کا تعلق حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسا ہے جیسا کلی کا تعلق پھول سے ہوتا ہے۔ اس لیے آپ کو "زہرۃ المصطفیٰ" کہا جاتا ہے۔

☆ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سراجیہ قطبیہ قادریہ ماہنی شریف چھتا میل گوجرہ روڈ جھنگ 0300-6033355

آپ سلام اللہ علیہا کا ایک لقب "بتول" ہے۔

بتول:

بتول "بتل" سے ہے جس کا معنی منقطع ہونا ہے۔ آپ سلام اللہ علیہا کو "بتول" کہنے کی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں:

ا۔ پہلی وجہ:

آپ سلام اللہ علیہا نے تمام دنیا ومافیہا سے تعلق منقطع کر کے اپنے مولیٰ کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

۲۔ دوسری وجہ:

آپ سلام اللہ علیہا کو اللہ تعالیٰ نے نفسانی خواہشات سے دور کر دیا تھا۔

۳۔ تیسری وجہ:

آپ سلام اللہ علیہا کو اللہ تعالیٰ نے دیگر خواتین کے مقابلے میں علم وفضل اور ظاہری وباطنی کمالات میں یکتا بنایا تھا۔

میں آپ سلام اللہ علیہا کی ذات ستودہ صفات کے چند درخشاں پہلوؤں کا ذکر کرنا سعادت سمجھتا ہوں۔

تطہیر فاطمہ:

ترمذی شریف میں حدیث نقل ہے:

عن انس بن مالك رضي الله عنه: ان رسول الله ﷺ كان يمر بباب فاطمة ستة اشهر اذا خرج الى صلوة الفجر يقول: الصلوة! يا اهل البيت انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا چھ ماہ معمول رہا کہ جب نماز فجر کے لیے نکلتے اور حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو فرماتے۔ اے اہل بیت! نماز قائم کرو۔

(پھر یہ آیہ کریمہ پڑھتے) اے اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح) کی آلودگی دور کر دے اور تم کو ایسا پاک کر دے۔ جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے (یعنی خوب پاک کر دے) سرکار دو عالم، نور مجسم ﷺ کا معمول مبارک مسلسل چھ ماہ یہی رہا کہ فجر کے وقت نماز کا حکم دیتے اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کی طہارت و پاکیزگی بیان فرماتے اور یہ منظر اس وقت سامنے آتا۔ جب نبی آخر الزماں، سکون انس وجان ﷺ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے دروازے سے گزرتے۔

۲۔ لخت جگر مصطفیٰ ﷺ:

سرورِ دو جہاں ﷺ کو سیدہ پاک سلام اللہ علیہا سے بے پناہ محبت تھی۔ جس کا ایک جداگانہ انداز یہ ہے۔ کہ سراپائے رحمت، سرچشمہ محبت میرے آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بخاری شریف میں حضرت میسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول الله ﷺ قال: فاطمة بضعة مني، فمن اغضبها۔ فقد اغضبني.

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ پس جس نے اسے ناراض کیا۔ اس نے مجھے ناراض کیا۔

(بضعۃ) کا لفظ ویسے جسم یا جگر کے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اہل لغت نے لکھا ہے۔ کہ (بضعۃ) ایسے جسم کے حصے کو کہتے ہیں۔ کہ اگر کسی چیز کے تین برابر حصے کئے جائیں۔ یعنی کسی چیز کو برابر تین حصوں میں تقسیم کیا جائے تو تیسرا حصہ الگ کر کے بقیہ دو حصوں کو (بضعۃ) کہتے ہیں۔ یعنی میرے آقائے رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ دیکھنا چاہو۔ کائنات والو! مجھے فاطمہ سے کتنا پیار ہے۔ تو میری ساری محبت کے دو حصے فقط میری فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لیے ہیں اور ایک حصہ میری محبت کا بقیہ ساری کائنات کے لیے ہیں۔ میرے آقا کریم ﷺ کو مخدومہ کائنات سلام اللہ سے اس قدر پیار تھا۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (مسلم شریف، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

چاروں کتب حدیث میں یہ حدیث پاک نقل ہے۔

عن المسور بن مخرمة: انه سمع رسول الله ﷺ على المنبر: وهو يقول: ان بني هشام بن المغيرة: استأذنوني ان

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو منبر پر فرماتے سنا: بنی ہشام بن مغیرہ نے اپنی بیٹی

ینکحوا ابنتهم ، علی ابن ابی طالب ۔ فلا آذن لهم ۔ ثم لا آذن لهم ۔ ثم لاآذن لهم وقال ﷺ فانما ابنتیبضعة منی یریبنی ما رابها ویؤذینی ما آذاها۔

کا علی علیہ السلام سے رشتہ کرنے کی مجھ سے اجازت طلب کی ہے۔میں انہیں اجازت نہیں دیتا۔ پھر (دوسری بار) میں انہیں اجازت نہیں دیتا۔ پھر (تیسری بار) میں انہیں اجازت نہیں دیتا۔ اور آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بے شک میری بیٹی میرے جسم کا حصہ ہے۔اس کی پریشانی مجھے پریشان کرتی ہے۔اور اس کی تکلیف مجھے تکلیف دیتی ہے۔

یہ اعلان میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برسرِ منبر فرمایا:

اسی سے متعلقہ ایک روایت جو کہ بخاری شریف میں نقل ہے:

عن المسور بن مخرمه فی روایة ان علیاً خطب بنت ابی جهل .... قال : قال رسول الله ﷺ إن فاطمة بضعة منی وإنی اکره أن یسوء ها۔ والله لا تجتمع بنت رسول الله ﷺ وبنت عدو الله عندرجل واحد۔

حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور مجھے ہرگز یہ بات پسند نہیں کہ کوئی اسے تکلیف پہنچائے۔اللہ کی قسم! کسی شخص کے پاس اس کے رسول ﷺ اور اللہ کے دشمن کی بیٹیاں جمع نہیں ہوسکتیں۔

یہ بات فطرت انسانی میں شامل ہے کہ جب پہلی بیوی پر سوکن لائی جائے تو نہ صرف پہلی بیوی رنجیدہ ہوتی ہے بلکہ پہلی بیوی کے والدین بھی دکھ اور صدمے سے دوچار ہوتے ہیں۔اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ

(اے مومنو!) اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاؤ۔

متقدمین ائمہ شوافع کے کلام سے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ حضور ﷺ کی تمام صاحبزادیوں کی خصوصیت ہے۔نہ کہ فقط سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی۔کیونکہ شیخ ابو علی نے "شرح التلخیص" میں اس بات کی وضاحت کی ہے۔

بنات النبی ﷺ پر نکاح کرنا حرام تھا۔

مگر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کے سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ساتھ خاص ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔اور اس کا ایک سبب بیان کیا ہے جو کہ قرین قیاس بھی ہے۔اور یہ باب زیادہ اصح بھی ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی والدہ محترمہ اور جملہ ہمشیرگان کا وصال آپ سلام اللہ علیہا سے پہلے ہوگیا تھا۔ان کی وفات کی پریشانی بھی آپ سلام اللہ علیہا کو اٹھانا پڑی اور اب حضور ﷺ کے سوا آپ سلام اللہ علیہا کا کوئی مونس وغمخوار نہیں۔اس لیے آقا نعمت ﷺ نے منع فرمادیا۔کیونکہ اس سے سیدہ کائنات پریشان ہوتیں۔اور اگر سیدہ کائنات پریشان ہوتیں تو میرے آقا علیہ السلام بھی اس بات میں پریشان ہوتے۔

پھر سنن ترمذی میں یہ روایت ہے جس کو حاکم نے المستدرک میں بھی نقل کیا ہے۔

حضرت جُمیع بن عمیر التیمی سے روایت ہے۔

عن جُمیع بن عمیر التیمی قال: دخلت مع عمتی علی عائشة فسئلت أی الناس کان أحب الی رسول الله ﷺ؟ قالت: فاطمة. فقیل: من الرجال؟ قالت: زوجها ، ان کان ما علمت صواماً قواماً۔

حضرت جمیع بن عمیر التیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور اس (میری پھوپھی) نے پوچھا حضور نبی کریم ﷺ کو کون زیادہ محبوب تھا۔ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا فاطمہ سلام اللہ علیہا۔عرض کیا گیا۔مردوں میں سے (کون زیادہ محبوب تھا)؟ فرمایا: ان کے شوہر۔(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) میں جہاں تک جانتی ہوں۔وہ (حضرت علی علیہ السلام) بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور راتوں کو عبادت کے لیے بہت زیادہ قیام کرنے والے تھے۔

اور ایک حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے طبرانی کی "معجم الاوسط" میں نقل ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه. قال: قال علی بن ابی طالب رضی الله عنه وعليه السلام يا رسول الله ﷺ، ايما احب اليك: انا ام فاطمة؛ قال: فاطمة احب الیّ منك وانت اعز علی منها.

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے (بارگاہ رسالت مآب میں) عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ کو میرے اور فاطمہ سلام اللہ علیہا میں سے کون زیادہ محبوب ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا: فاطمہ سلام اللہ علیہا مجھے تم سے زیادہ پیاری ہے اور تم میرے نزدیک اس سے زیادہ عزیز ہو۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بلاشبہ تاجدارِ کائنات ﷺ کو سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا سب سے زیادہ محبوب اور پیاری تھیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے سفر پر جانے اور سفر سے واپسی کے معمولات بیان کرتے ہیں:

سنن ابی داؤد اور مسند امام احمد بن حنبل میں روایت نقل ہے:

عن ثوبان مولی رسول الله ﷺ قال: كان رسول الله ﷺ إذا سافر كان اخر عهده بانسان عن اهله فاطمة، واول من يدخل عليها إذا قدم فاطمة.

حضور نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل وعیال میں سے سب سے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہوتیں۔ اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہوتیں۔

یہ حدیث بھی یہ ثابت کرتی ہے کہ سفر پر روانگی کے وقت سب سے آخر میں جس سے ملاقات کی جائے اور سفر سے واپسی پر جس سے سب سے پہلے ملاقات کی جائے۔ انسان کو وہ سب سے زیادہ محبوب اور پیارا ہوتا ہے۔ اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول رہا۔

پھر جب عام معمولات میں جب سیدہ کائنات، تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتیں تو کیا ماحول ہوتا اور تاجدارِ کائنات ﷺ، مخدومہ کائنات سلام اللہ علیہا کے ہاں تشریف

لے جاتے تو کیا ماحول ہوتا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے امام نسائی نے "السنن الکبری" میں یہ حدیث نقل کی ہے:

عن عائشه ام المؤمنين رضی الله تعالی عنها، قالت، كان رسول الله ﷺ اذا رأها قد اقبلت رحب بها، ثم قام اليها فقبلها، ثم اخذ بيدها فجاء بها حتی يجلسها فی مكانه. وكانت اذا رأت النبی ﷺ رحبت به، ثم قامت اليه فقبلته.

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ آقائے نامدار ﷺ جب حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو آتے ہوئے دیکھتے تو انہیں خوش آمدید کہتے۔ پھر ان کی خاطر کھڑے ہوجاتے، انہیں بوسہ دیتے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر لاتے۔ اور انہیں اپنی نشت پر بٹھا لیتے اور جب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا آپ ﷺ کو اپنی طرف تشریف لاتے ہوئے دیکھتیں تو خوش آمدید کہتیں پھر کھڑی ہو جاتیں۔ اور آپ ﷺ کو بوسہ دیتیں۔

تو تاجدارِ کائنات ﷺ کا سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا سے محبت کا یہ عالم کہ جب سیدہ کائنات کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھتیں۔ تو تاجدارِ کائنات ﷺ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہوجائیں۔ ان کے ہاتھوں کو پکڑ کر خود تاجدارِ کائنات ﷺ از راہ محبت بوسے دیں۔ انہیں ہاتھ سے پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھائیں۔ کائنات ارضی وسماوی نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔

پھر سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا اپنے سیرت وکردار میں تاجدارِ کائنات ﷺ کا عکس جمیل تھیں۔ چال، ڈھال، انداز گفتگو، عادات واطوار، نشست وبرخاست میں آقائے دوجہاں ﷺ کا رنگ جھلکتا تھا۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں جس کو امام بخاری نے "الادب المفرد" میں اور امام نسائی نے "السنن الکبری" میں نقل کیا ہے۔

عن عائشة ام المؤمنين رضی الله عنها، قالت: ما رأيت احداً من الناس كان اشبه بالنبی ﷺ كلاماً ولا حديثاً

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے انداز گفتگو اور نشست و برخاست میں حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے بڑھ کر کسی اور کو

ولا جلسةً من فاطمة۔

حضور نبی اکرم ﷺ سے اس قدر مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

فقر وغنا اور سخاوت کا یہ عالم ہے کہ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے دروازے ہر ایک سائل نے صدا دی کہ اہل بیت مصطفیٰ ﷺ سے کپڑے کا سوال ہے۔ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا نے سوچا کہ اسے کون سا کپڑا عطا کیا جائے فوراً ہی آپ سیدہ سلام اللہ علیہا کے ذہن میں قرآن کریم کا یہ حکم آیا۔

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ

"تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جبتک راہ خدا میں وہ چیز خرچ نہ کرو جو تمہیں سب سے زیادہ پسند ہو۔"

پس اللہ کے اس حکم کے تحت اپنے جہیز والی اعلیٰ قسم کی ایک قمیض سائل کو عطا فرما دی۔ لمحہ فکریہ ہے کہ کائنات میں کون ایسی عورت ہے جو اپنے جہیز میں ملنے والی سب سے اچھی چیز اللہ کے نام پر دے دے جبکہ اسے شوہر کے گھر آئے۔ ابھی پہلا دن ہو۔ یہ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی سخاوت کا مقام۔

سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی پوری حیات طیبہ صبر وقناعت اور تسلیم ورضا کی آئینہ دار تھی۔ آپ سلام اللہ علیہا کی ساری زندگی تنگدستی میں بسر ہوئی جس کا حضرت مولائے کائنات علیہ السلام نے ایک موقع پر اعتراف بھی کیا۔ مگر آپ سلام اللہ علیہا کبھی بھی عسرت وافلاس سے رنجیدہ نہ ہوئیں۔ اکثر ایسا ہوتا۔ کہ آپ سلام اللہ علیہا تین تین دن فاقے سے ہوتیں۔ مگر مجال ہے شکوہ وشکایت کا کوئی لفظ بھی کبھی زبان پر آیا ہو۔ جو کچھ گھر میں کھانے کے لیے میسر ہوتا۔ آپ سلام اللہ علیہا بصد شکر وامتنان اسے قبول کر لیتیں۔ یہ تاجدار کائنات ﷺ کی تربیت کا ہی اثر تھا۔

"ایک مرتبہ کسی عورت نے سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا سے پوچھا کہ اگر کسی کے پاس چالیس اونٹ ہوں۔ تو ان پر کتنی زکوۃ واجب ہوگی۔ تو سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا نے جواب دیا۔ اگر میرے پاس ہوں تو چالیس کے چالیس اور اگر کسی اور کے پاس ہوں تو چالیس میں سے ایک۔"

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن تاجدار کائنات ﷺ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ بیٹی آٹا گوندھ رہی ہے اور زبان مقدس پر

کلام الٰہی جاری ہے۔ جبکہ لباس پر تیرہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔

امام الانبیا ﷺ کی چشمان مبارک میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: "فاطمہ سلام اللہ علیہا! دنیا کی تکلیف کا صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی خوشی کا انتظار کر!"

یہ امام الانبیاء والمرسلین، محبوب رب العالمین، مالک ومختار کائنات کی لاڈلی لخت جگر کا عالم ہے فقر وغنا کا دنیا کا کوئی باپ اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کر ذرا سوچے! کائنات ارضی وسماوی میں فقر وغنا کی کوئی ایسی مثال رقم کر سکتا ہے۔ دنیا میں تو مخدومہ کائنات، ملکہ کونین سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے فقر کا یہ عالم ہے۔ مگر آئیے ذرا قیامت کا منظر بھی دیکھتے ہیں جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔

محب طبری نے "ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی" میں یہ روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری فرماتے ہیں:

عن ابی ایوب الانصاری رضی الله عنه، اذا کان یوم القیامة نادی مناد من بطنان العرش: یا اهل الجمع، نکسوا رؤوسکم وغضوا ابصارکم حتی تمر فاطمة بنت محمد ﷺ علی الصراط فتمر ومعها سبعون ألف جارية عن الحور العين كالبرق اللامع

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ روز قیامت عرش کی گہرائیوں سے ایک ندا دینے والا آواز دے گا، اے محشر والو! اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی نگاہیں نیچی کر لو۔ حتی کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بنت رسول ﷺ گزر جائیں۔ اور آپ کے ساتھ حور عین میں سے چمکتی بجلیوں کی طرح ستر ہزار خادمائیں ہوں گی۔

یہ قیامت کا منظر ہے، جب یہ آواز آئے گی کہ اے اہل محشر! اپنے سروں کو جھکا لو اور نگاہیں نیچی کر لو۔ یہ خطاب تمام اہل محشر سے ہوگا۔ جس میں انبیائے کرام علیہم السلام کی مقدس ہستیاں بھی ہوں گی۔ صدیقین، شہداء، صالحین بھی صف در کھڑے ہونگے یہ حکم سب کو ہوگا۔ پھر سیدہ کائنات کی سواری گزرے گی۔ ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں۔ جن کے چہرے بجلیوں کی طرح چمکتے ہوں گے۔ قیامت کو یہ مقام صرف امام الانبیاء والمرسلین سید الابرار احمد مختار ﷺ کی لاڈلی شہزادی کے لیے ہوگا کہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی اپنی گردنوں اور نظروں کو جھکا لیں گے۔

پھر امام ابن حاکم نے "المستدرک" میں نقل کیا ہے کہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنه قال، قال رسول اللہ ﷺ تبعث الانبیاء یوم القیامة علی الدواب لیوافوا بالمؤمنین عن قومھم المحشر و یبعث صالح علی ناقته . وابعث علی البراق خطوھا عند أقصی طرفھا و تبعث فاطمة امامی.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ انبیائے کرام علیہم السلام قیامت کے دن اپنی سواری کے جانوروں پر سوار ہو کر اپنی اپنی قوم کے مسلمانوں کے ساتھ میدان حشر میں تشریف لائیں گے اور صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر لائے جائیں گے، اور مجھے (آپ ﷺ) براق پر لایا جائے گا۔ جس کا قدم حدنگاہ ہوگا اور میرے آگے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سواری ہوگی۔

قیامت کے دن انبیائے کرام سے آگے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سواری ہوگی۔ اور میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے آگے سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی سواری ہوگی۔ یہ اعزاز فقط مخدومہ کائنات سلام اللہ علیہا کے لیے ہوگا۔

اور ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" میں سیدنا مولائے کائنات علیہ السلام سے مروی یہ روایت نقل کی ہے۔

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه قال، قال رسول اللہ ﷺ اذا کان یوم القیامه حملت علی البراق وحملت فاطمة علی ناقة العضباء ۔

حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مجھے (آپ ﷺ) براق پر اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کو میری سواری عضبا پر بٹھایا جائے گا۔

تو قیامت کے دن سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا، تاجدار کائنات ﷺ کی سواری پر سوار ہوں گی۔

ذرا سوچئے: قیامت جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ یہ اکرام اور تعظیم سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے سوا کسی کے حصے میں آسکے گا۔۔۔ جب سرکار دو عالم ﷺ نے اس دنیا سے ظاہری طور پر پردہ فرمایا اہل سیر لکھتے ہیں کہ اس کے بعد کسی نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

جب آقائے دو جہاں ﷺ نے ظاہری وصال فرمایا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قیامت برپا ہوگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گویا زندگیاں اُجڑ گئیں۔ غم مصطفی ﷺ میں لوگ بے قرار ہوگئے۔ حضرت بلال حبشی جیسے عاشق جب بے حال ہوگئے تو مدینہ معلی چھوڑ دیا۔ تو اس موقع پر سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی دلی کیفیت کا عجیب عالم تھا۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا روتی جاتیں اور کہتی جاتیں۔

☆ آپ ﷺ نے حق تعالیٰ کے بلاوے کو قبول فرمایا۔

☆ آپ ﷺ نے جنت میں اقامت فرمائی۔

☆ آپ ﷺ کے وصال کی خبر جبرائیل امین علیہ السلام تک کون پہنچائے۔

☆ آپ ﷺ کے بعد جبرائیل علیہ السلام کس پر وحی لائیں گے۔

☆ اے اللہ! فاطمہ سلام اللہ علیہا! کی روح کو نبی کریم ﷺ کی رُوح سے ملا دے۔

☆ اے اللہ! مجھے رسول اللہ ﷺ کا دیدار نصیب فرمادے۔

آقائے دو جہاں ﷺ کے وصال باکمال کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو بھی خالق حقیقی کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ جس کی وہ اسی دن سے منتظر تھیں جس دن حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں بشارت دی تھی جس کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے "فضائل صحابہ" میں نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنه قال، قال رسول اللہ ﷺ الفاطمة رضی اللہ عنھا أنت أول اھلی لحوقاً بی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے کہ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تو مجھ سے ملے گی۔

مخدومہ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا وصال پُر ملال ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ بروز منگل سرکار دو عالم ﷺ کے ظاہری وصال باکمال کے چھ ماہ بعد ہوا۔

آپ کی نماز جنازہ مولیٰ مرتضیٰ علیہ السلام نے پڑھائی۔ ایک قول کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

دوسرے دن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے

مولائے کائنات علیہ السلام سے شکایت کی کہ ہمیں کیوں خبر نہ کی کہ ہم بھی نماز کا شرف پاتے۔ تو حضرت مولائے کائنات علیہ السلام نے عذر خواہی سے فرمایا:

"میں نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وصیت کی بناء پر ایسا کیا کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو رات کے وقت دفن کرنا تاکہ نامحرموں کی آنکھیں میرے جنازہ پر نہ پڑیں۔"

روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وفات کا علم اہل مدینہ کو ہوا تو تمام عورتیں اور مرد اشک بار ہوگئیں۔ لوگوں پر اس طرح حیرت اور دہشت طاری ہوئی جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال باکمال کے دن طاری ہوئی تھی۔ آپ سلام اللہ علیہا کی قبر مبارک کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ سلام اللہ علیہا بقیع شریف میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ میں دفن ہیں۔ جہاں تمام اہل بیت اطہار مدفون ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ ان کا مدفن، ان کے گھر میں ہی ہے۔ جو کہ مسجد نبوی ﷺ میں ہے اور ان کا جنازہ نکالا ہی نہ گیا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا مزار شریف بقیع کی مسجد میں ہے جو کہ قبہ عباس کے نام سے منسوب ہے اور سر کی جانب ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں نماز پڑھنے کی وصیت بھی کی ہے۔

مسعودی نے "مروج الذہب" میں بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسن پاک علیہ السلام، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام کی قبروں کی جگہ میں ایک پتھر ہے:

ھذا قبر فاطمة بنت رسول الله ﷺ

اس پتھر کا ظہور ۳۳۰ ہجری میں ہوا۔

تاجدارِ کائنات ﷺ اور سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا سے عقیدت و محبت ہو تو ایسی ہو جس کی مثال دورِ حاضر میں نہیں ملتی کہ جن کی حیات طیبہ کے آخر لمحات سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی بارگاہ اقدس میں آپ سلام اللہ علیہا کے حجرہ مبارک کی جالی مبارک کے پچھلی رات بوقت تہجد بحالت سجدہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ یہ وقت، یہ کیفیت اور یہ بارگاہ عالیہ صرف اسی شخص کو نصیب ہو سکتی ہے جو مقبول بارگاہ رسالت مآب ﷺ بھی ہو اور مقبول بارگاہ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا ہو۔ دراصل وہی مقبول بارگاہ تاجدارِ کائنات ﷺ ہوتا ہے اور جو مقبول بارگاہ

مصطفی ﷺ ہو۔ وہی مقبول بارگاہ خدا ہوتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ محبت اہل بیت علیہم السلام ہی اخروی نجات کی ضمانت ہے۔

طبرانی نے معجم الکبیر میں نقل کیا۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

عن علی رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: أنا علی وفاطمة وحسن وحسین مجتمعون من احبنا یوم القیامة ناکل ونشرب حتی یفرق بین العباد۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں، علی، فاطمہ، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم) اور ہم سے محبت کرنے والے ایک ہی جگہ اکٹھے ہوں گے۔ قیامت کے دن ہمارا کھانا پینا بھی اکٹھا ہی ہوگا۔ یہاں تک کہ لوگوں میں فیصلے کر دیئے جائیں گے۔

قیامت کے دن جب ہر شخص حساب و کتاب میں مصروف ہوگا سورج سوا نیزے پر ہوگا۔ نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ اس وقت میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام، اہل بیت اطہار علیہم السلام اور ان سے محبت کرنے والے خوش و خرم ہوں گے۔

اللہ پاک ہمیں مخدومہ کائنات سلام اللہ علیہا کا صدقہ امن و سلامتی عطا فرمائے۔

میرے بعد خیال رکھنا، کس کا

طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جو آخری بات اپنی زبان مبارک سے فرمائی وہ یہ تھی:

اخلفونی فی اھل بیتی

میرے بعد میرے اہل بیت کا خیال رکھنا۔

(طبرانی، مسائل کثر حولہا النقاش والجدل صفحہ ۵۳)

اسلام کا وقار

اللہ، اہلِ بیتِ پیمبر ﷺ کے ساتھ ہے
اسلام کا وقار اسی گھر کے ساتھ ہے

جو شخص نورِ دیدۂ حیدرؓ کے ساتھ ہے
روزِ جزا وہ شافعِ ﷺ محشر کے ساتھ ہے

پیاسے نہ ہم رہیں گے قیامت میں دیکھنا
اپنا بھی ربط ساقیٔ کوثر کے ساتھ ہے

رہتا ہے رات دن غمِ ذُریتِ رسول ﷺ
سودا شروع سے، یہ مرے سر کے ساتھ ہے

آلِ نبی ﷺ کو ذاتِ نبی ﷺ سے جدا نہ جان
ہر موج کا وجود سمندر کے ساتھ ہے

وہ اک مکاں کہ جس کا مکیں بابؓ علم ہے
اپنا تو رابطہ ہی اسی گھر کے ساتھ ہے

آلِ نبی ﷺ کے درد سے میں بھی جدا نہیں
میرا نصیب، اُن کے مقدر کے ساتھ ہے

لاکھوں شقی اُدھر ہیں اِدھر اک حسینؓ ہیں
کانٹوں کی نوک جھوک گلِ تر کے ساتھ ہے

کس پر کھلے گا معرکۂ کربلا کا راز
یہ وہ معاملہ ہے، جو داور کے ساتھ ہے

تنہا اسی کے نام سے دشمن تھا بدحواس
اب کیا کرے، حسینؓ بہتر کے ساتھ ہے

سچ مچ ہو دل میں غم تو بھر آتی ہے آنکھ بھی
اشکوں کا سلسلہ دلِ مضطر کے ساتھ ہے

اس ذاتِ پاک کا ہوں دل وجاں سے میں غلام
دعوٰی غلط نہیں ہے، مگر ڈر کے ساتھ ہے

دشمن کی گفتگو میں کہاں خیر کی جھلک
جو بات ہے شریر کی، اِک شر کے ساتھ ہے

بھیجوں یزیدیت پہ نہ کیوں لعنت اے نصیرؔ
یہ دشمنی ہے، اور مرے گھر کے ساتھ ہے

(حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

اوصاف وکمالات

کیا صرف مسلماں کے پیارے ہیں حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام
چرخ نوعِ بشر کے تارے ہیں حسینؑ علیٰ جدہ وعلیہ السلام
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو!
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام

(جوش ملیح آبادی)

حسن ترتیب

فضائل حسنین فی لسان رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ سید حماد علی شاہ

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا

"اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے رجس (ناپاکی) دور کرے اہل بیت رسول اور تمہیں پاک کرے، خوب پاک۔"

اکثر مفسرین کی رائے میں یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام، حضرت سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے حق میں نازل فرمائی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں نازل فرمائی اور یہ قول ابن عباس کی طرف منسوب ہے۔ (نعیم الدین مراد آبادی)

احادیث پر نظر ڈالی جائے تو مفسرین کی دونوں جماعتوں کو ان سے تائید پہنچتی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

عن ام سلمة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم جمع فاطمة وحسنا وحسینا ثم ادخلهم تحت ثوبه ثم قال اللهم هؤلاء اهل بیتی

"ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو جمع فرما کر ان کو اپنی چادر میں لے لیا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔"

(طبرانی، المعجم الکبیر ۳، ۵۳، ۲۶۶۳)

اختصار کے پیش نظر ہم طرف اہل بیت نبوت سے سید الشہداء، امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کے حوالے سے گفتگو کریں گے۔

سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی ولادت ۵ شعبان ۶ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ علیہ السلام کا نام حسین اور شبیر رکھا۔

"حضرت علی علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ جب حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کا نام

حمزہ رکھا اور جب حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کا نام ان کے چچا کے نام پر جعفر رکھا (حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں) مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا کر فرمایا مجھے ان کے یہ نام تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام حسن وحسین (علیہ السلام) رکھے۔" (احمد بن حنبل، المسند ۱: ۱۵۹، ابن عساکر ۷: ۱۱۶)

"حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے ان دونوں یعنی حسن اور حسین (علیہ السلام) کے نام ہارون (علیہ السلام) کے بیٹوں شبر اور شبیر کے نام پر رکھے ہیں۔" (طبرانی المعجم الکبیر ۳: ۶۳ رقم ۶۱۶۸)

آپ امام حسن علیہ السلام کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب سبط رسول اللہ اور ریحانۃ الرسول ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ سے کمال محبت تھی۔ غور طلب امر یہ ہے کہ وہ ذات کتنی بلند ہوگی جس کے نام رکھنے میں رب خود دلچسپی لے رہا ہے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسین (علیہ السلام) کا نام تبدیل کرنے کا حکم دیا اور محبوب کے ذریعہ محبوب کے نواسوں کے وہ نام رکھوائے جو اس سے پہلے کسی نے نہ رکھے۔

"مفضل سے روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حسن وحسین (علیہ السلام) کے ناموں کو حجاب میں رکھا یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین (علیہ السلام) رکھا۔"

"عمران بن سلیمان سے روایت ہے کہ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اہل جنت کے ناموں سے دو نام ہیں جو کہ دور جاہلیت میں پہلے کبھی نہیں رکھے گئے۔" (مرج البحرین فی مناقب الحسنین)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کو اپنا بیٹا فرما کر امام حسین علیہ السلام کی عظمت کو دنیا کے سامنے ظاہر کر دیا۔

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

هذا ان ابنای

"یہ میرے بیٹے ہیں۔"

(مرج البحرین فی مناقب الحسنین)

"سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف

لائے اور فرمایا: میرے بیٹے کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا علی (علی جدہ وعلیہ السلام) ان کو ساتھ لے گئے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تلاش میں متوجہ ہوئے انہیں پانی پینے کی جگہ پر کھیلتے پایا اور ان کے سامنے کچھ بچی ہوئی کھجوریں تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے علی (علی جدہ وعلیہ السلام) خیال رکھنا میرے بیٹوں کو گرمی شروع ہونے سے پہلے واپس لے آنا۔" (حاکم المستدرک)

حسین علی جدہ وعلیہ السلام کے باپ اور ولی خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن میرے حسب ونسب کے سوا ہر سلسلہ نسب منقطع ہو جائے گا۔ ہر بیٹے کی باپ کی طرف نسبت ہوتی ہے ماسوائے اولادِ فاطمہ کے کہ ان کا باپ بھی میں ہی ہوں اور ان کا نسب بھی میں ہی ہوں۔ (احمد بن حنبل، فضائل صحابہ ۲:۶۲۶)

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر ماں کے بیٹوں کا آبائی خاندان ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں سوائے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے بیٹوں کے پس میں ہی ان کا ولی ہوں اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔"

(حاکم، المستدرک)

حسین علی جدہ وعلیہ السلام وحسن علی جدہ وعلیہ السلام پھول:

"ابن ابو نعم فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حالت احرام کے متعلق دریافت کیا۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں (محرم کے) مکھی مارنے کے بارے میں پوچھا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اہل عراق مکھی مارنے کا حکم پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے (حسین علی جدہ وعلیہ السلام) کو شہید کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: وہ دونوں (حسن علی جدہ وعلیہ السلام وحسین علی جدہ وعلیہ السلام) ہی تو میرے گلشن دنیا کے دو پھول ہیں۔"

(بخاری کتاب فضائل صحابہ)

"حضرت عبدالرحمن بن ابی نعم سے روایت ہے کہ ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کپڑے پر مچھر کا خون لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کی طرف دیکھو مچھر کے خون کا مسلہ پوچھتا ہے حالانکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے

(حسن علی جدہ وعلیہ السلام) کو شہید کیا ہے اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا حسن علی جدہ وعلیہ السلام اور حسین علی جدہ وعلیہ السلام ہی تو میرے گلشن دنیا کے دو پھول ہیں۔"

(ترمذی، ابواب المناقب، بخاری کتاب الادب)

اسی لئے امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی — زہرا ہیں کلی جس میں حسین وحسن پھول

حقیقتاً اس حسین پاک علی جدہ وعلیہ السلام کی عظمت کا کیا کہنا جن کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا پھول کہیں ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں: "میرے گلشن دنیا کے یہی تو وہ پھول ہیں جن کی مہک کو سونگھتا رہتا ہوں۔"

شبیہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

تمثیل نے اس نور کے دو حصے کئے آدھے سے بنے حسن علی جدہ وعلیہ السلام آدھے سے حسین علی جدہ وعلیہ السلام۔

"حضرت علی علی جدہ وعلیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ حسن علی جدہ وعلیہ السلام سر سے سینہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شبیہ ہے اور حسین علی جدہ وعلیہ السلام سینہ سے نیچے قدموں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل شبیہ ہے۔"

(ترمذی ابواب المناقب)

سوال:

اس میں کیا حکمت تھی کہ اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آدھی شبیہ امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام اور آدھی امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کو بنایا۔ (اس کی حکمت ہم آگے ذکر کریں گے)۔

وارثانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

"حضرت زینب بنت ابی رافع سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ الوصال کے دوران اپنے دونوں بیٹوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائیں اور عرض کیا یہ آپ کے بیٹے ہیں انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حسن (علی جدہ وعلیہ السلام) کے لیے میری ہیبت وسرداری کی وراثت ہے اور حسین (علی جدہ وعلیہ السلام) کے لیے

میری جرأت وسخاوت کی وراثت۔" (تہذیب التہذیب)

ایک حدیث میں ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں نے اس بڑے بیٹے (حسن علیہ السلام) کو ہیبت و بردباری عطا کی اور چھوٹے بیٹے (حسین علیہ السلام) کو محبت اور رضا عطا کی۔"

ایک اور حدیث میں فرمایا: "حسن (علیہ السلام) کے لئے میری ثابت قدمی اور سرداری کی وراثت ہے اور حسین (علیہ السلام) کے لئے میری طاقت وسخاوت کی وراثت۔"

مصطفےٰ کریم ﷺ نے امام حسین علیہ السلام کو جو طاقت، سخاوت اور رضا عطا کی اس کا کمال ظہور دنیا نے میدان کربلا میں دیکھا جب امام حسین علیہ السلام نے سخاوت کی انتہا کرتے ہوئے اپنے خاندان کی ایک ایک کلی کو راہِ خدا میں لٹا دیا زہرہ سلام اللہ علیہا کے گلشن اور علی المرتضیٰ علیہ السلام کے خاندان کے تمام پھولوں اور شگوفوں کو راہ خدا میں کٹا کر حضور نبی کریم ﷺ کی سخاوت کے وراثت ہونے کا حق ادا کر دیا اور رضا کے وارث ہونے کا یہ مظاہرہ کیا کہ خاندان رسالت کی کلیاں، بھائی بھتیجے، بھانجے، بیٹے، دوست، یار سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے شہید کروا لیے لیکن زبان پر شکوہ تک نہ آیا ایک مرتبہ ہائے ہائے واویلا نہ کیا بلکہ یہی سبق دیا کہ اگر اللہ حسین علیہ السلام کے نور ہائے نظر لے کر راضی تو پھر حسین علیہ السلام بھی مصطفےٰ کریم ﷺ کی رضا کے وارث ہونے کی حیثیت سے کچھ دے کر راضی ہے۔

سید الشباب اهل الجنة:

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔"

(ترمذی، ابواب المناقب، نسائی، حاکم المستدرک)

"حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) تمام جوانان جنت کے سردار ہیں۔" (طبرانی، المعجم الکبیر)

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کریم ﷺ نے فرمایا: حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) تمام جوانان جنت کے سردار ہیں۔" (طبرانی، المعجم الکبیر)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضورِ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حسن

(علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) تمام جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔"

(ابن ماجہ، باب فضائل اصحاب رسول ﷺ) (حاکم المستدرک)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آسمان کے ایک فرشتے نے (اس سے پہلے) میری زیارت کبھی نہیں کی تھی اس نے میری زیارت کے لئے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی اور مجھے یہ خوشخبری سنائی کے حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔" (طبرانی، المعجم الکبیر)

حسنین علیہما السلام کی محبت لازم ہے:

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی، اس پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے۔"

(نسائی، فضائل الصحابہ)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) کے متعلق فرماتے ہوئے سنا جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس پر ان دونوں سے محبت کرنا واجب ہے۔" (مرج البحرین فی مناقب الحسنین)

امام حسن (علیہ السلام) اور امام حسین (علیہ السلام) کی محبت:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) سے محبت کی اس نے در حقیقت مجھ ہی سے محبت کی۔"

(ابن ماجہ باب فی فضائل اصحاب رسول ﷺ) (احمد بن حنبل المسند)

حسنین کریمین (علیہما السلام) سے محبت جنت کی ضمانت:

"حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے اللہ سے محبت کی اس نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔" (حاکم المستدرک)

حسنین کریمین (علیہما السلام) سے محبت کرنے والا قیامت میں میرے ساتھ ہوگا:

"حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد سے اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے ہی ٹھکانہ پر ہوگا۔" (ترمذی سند احمد)

اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر:

"حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حسنین کریمین علیہما السلام کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔" (ترمذی)

ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

"حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور ان سے محبت کرنے والے سے بھی محبت کر۔" (ترمذی)

جس نے حسنین کریمین (علیہما السلام) سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

(ابن ماجہ، نسائی، المسند احمد بن حنبل)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"جس نے حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) سے بغض رکھا اس نے مجھ ہی سے بغض رکھا۔"

(مرج البحرین فی مناقب الحسنین)

حسنین علیہما السلام سے بغض رکھنے والے کا ٹھکانہ جہنم:

"سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

جس نے حسن (علیہ السلام) وحسین (علیہ السلام) سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا وہ اللہ کے ہاں مبغوض ہوگیا اور جو اللہ کے ہاں مبغوض ہوا، وہ اللہ کا غضب یافتہ ہوگیا تو اللہ اسے جہنم کے عذاب میں داخل کرے گا (جہاں) اس کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانہ ہوگا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اعلانِ جنگ فرمادیا:

"حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: جس سے تم لڑو گے میری بھی اس سے لڑائی ہو گی اور جس سے تم صلح کرو گے میری بھی اس سے صلح ہوگی۔"

(ترمذی، ابواب المناقب) (ابن ماجہ المستدرک)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم (تینوں) سے فرمایا جو تم سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا اور جو تم سے صلح کرے میں اس سے صلح کروں گا۔" (ابن حبان)

سرکار ﷺ جن کی خاطر اپنا منبر چھوڑ دیتے:

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے اتنے میں حسنین کریمین علیہما السلام تشریف لائے انہوں نے سرخ رنگ کی قمیصیں پہنی ہوئی تھی اور وہ لڑکھڑا کے چل رہے تھے حضور نبی اکرم ﷺ (انہیں دیکھ کر) منبر سے نیچے تشریف لے آئے دونوں کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھالیا، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد سچ ہے۔ (بے شک تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش ہی ہیں) میں نے ان بچوں کو لڑکھڑا کر چلتے دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات کاٹ کر انہیں اٹھالیا۔"

(ترمذی ابواب المناقب، نسائی کتاب صلاۃ العیدین) (المسند احمد بن حنبل)

جن کی خاطر حضور ﷺ سجدوں کو لمبا کردیتے:

"عبداللہ بن شداد اپنے والد شداد بن معاد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز ادا کرنے کے لئے ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ حسن یا حسین علیہ السلام کو اٹھائے ہوئے تھے حضور ﷺ نے تشریف لا کر انہیں زمین پر بٹھادیا پھر نماز کے

لئے تکبیر فرمائی اور نماز پڑھنا شروع کر دی نماز کے دوران حضور ﷺ نے طویل سجدہ کیا شداد نے کہا میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ شہزادے سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کی پشت پر سوار ہیں میں پھر سجدہ میں چلا گیا جب حضور ﷺ نماز ادا فرما چکے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے نماز میں اتنا سجدہ طویل کیا۔ یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ کوئی امرِ الٰہی واقع ہو گیا ہے یا آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے لگی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ایسی کوئی بات نہ تھی مگر یہ کہ مجھ پر میرا بیٹا سوار تھا اس لیے جلدی کرنا اچھا نہ لگا جب تک کہ اس کی خواہش پوری نہ ہو۔"

(نسائی، مسند احمد بن حنبل)

حضور ﷺ انہیں چومتے:

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حسنین کریمین علیہم السلام تھے ایک ایک کندھے پر سوار تھے اور دوسرا دوسرے کندھے پر سوار تھے آپ ﷺ دونوں کو باری باری چوم رہے تھے۔"

وہ وجود مقدسہ کتنی برکتوں کا مرکز اور کتنے ادب کے قابل ہوگا جہاں میرے مصطفیٰ ﷺ کے لب لگے ہوں گے جس جگہ ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگیں وہ تو اس قابل ہے کہ:

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی — جس جگہ ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگے اس کو مصلی بناؤ۔

تو وہ امام حسین علیہ السلام کے وجود کی عظمت کا کیا کہنا جن کو خلیل اللہ علیہ السلام کے قدم نہیں بلکہ حبیب اللہ ﷺ کے لب لگے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے لب کتنے مبارک ہوں گے جو سرکار دو عالم ﷺ نرم و نازک لبوں اور زبان مبارک کو چومتے تھے جتنے بابرکت یہ لب وجود امام حسین علیہ السلام ہے اتنا ہی بدنصیب، بدبخت اور ملعون وہ انسان ہوگا جو امام حسین علیہ السلام کے قتل کرنے والا، قتل کروانے والا اور اس گناہ عظیم میں کسی بھی طرح سے شریک رہنے والا اور آج یزید مردود کو جنتی ماننے والا ہے۔

میرے ماں باپ آپ پر قربان:

"سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کے پاس تھے اُم ایمن آپ ﷺ

کے پاس تھیں اُم ایمن آپ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا: حسن و حسین علیہم السلام گم ہو گئے ہیں راوی کہتے ہیں دن خوب نکلا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا: چلو میرے بیٹوں کو تلاش کرو، راوی کہتا ہے ہر ایک نے اپنا راستہ لیا اور میں حضور ﷺ کے ساتھ چل پڑا، آپ ﷺ مسلسل چلتے رہے حتیٰ کہ پہاڑ کے دامن تک پہنچ گئے (دیکھا کہ) حسن و حسین علیہم السلام ایک دوسرے کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور ایک اژدہا اپنی دم پر کھڑا ہے اور اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں آپ ﷺ اس کی طرف تیزی سے بڑھے اور وہ اژدہا حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سکڑ گیا پھر کھسک کر پتھروں میں چھپ گیا پھر آپ ﷺ حسنین کریمین علیہم السلام کی طرف تشریف لائے اور دونوں کو الگ الگ کیا اور ان کے چہروں کو پونچھا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان تم اللہ کے ہاں کتنی عزت والے ہو۔" (طبرانی، المعجم الکبیر)

اس حدیث مبارکہ سے اندازہ کریں وہ حسین پاک علیہ السلام کتنی عظمت و بلندی کے مالک ہوں گے جن کے اوپر حضور کریم ﷺ اپنے والدین کو قربان فرما رہے ہیں۔

میں حسین علیہ السلام سے ہوں:

"حسین علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں جو حسین علیہ السلام کو محبوب رکھتا ہے اللہ اس کو محبوب رکھتا ہے۔" (ترمذی ابواب المناقب)

ذرا سا غور کریں تو حدیث پاک کا مفہوم سمجھ میں آ جاتا ہے کہ:

حسین منی — حسین (علیہ السلام) مجھ سے ہے۔

میں سرکار دو عالم ﷺ اس امر کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ حسن (علیہ السلام) جو کچھ بھی ہیں ان کی خوبیاں، کمالات، حسن و جمال سب مجھ سے ہے جیسا کہ حدیث میں ہم پہلے بتا چکے ہیں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ حسن علیہ السلام سر سے پیر تک رسول اللہ ﷺ کی کامل شبیہ تھے اور حسین علیہ السلام سینہ سے قدم تک رسول ﷺ کی کامل شبیہ تھے۔"

(ترمذی ابواب المناقب)

اور:

انا من الحسین — میں حسین (علیہ السلام) سے ہوں۔

میں آپ ﷺ اس امر کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ میرے کمالات وفضائل کا ظہور

ان سے ہوگا۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ پاک نے امام حسن علیہ السلام یا امام حسین علیہ السلام دونوں میں سے ہر ایک کو رسول اللہ ﷺ کی پوری تصویر کیوں نہ بنایا بلکہ آدھی آدھی صورت "سر سے سینہ تک" امام حسن علیہ السلام کو عطا کی اور آدھی صورت "سینہ سے نیچے تک" امام حسین علیہ السلام کو عطا کی۔ دونوں ملتے تھے تو شبیہ مصطفےٰ ﷺ بن جاتی تھی اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو جملہ اوصاف وکمالات عطا فرمائے تھے اور ان میں سے ایک شہید بھی ہے لیکن بظاہر کسی میدان میں سرکارِ دو عالم ﷺ کو شہادت عطا نہیں کی وہ بھی اس لئے کہ اگر حضور ﷺ کسی میدان میں شہید کر دیے جاتے تو لوگ طعنے دیتے کہ یہ کیسا آخری نبی ہے جو میدان میں مارا گیا لیکن محبوب پاک ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری تو خود اللہ رب العزت نے لے رکھی ہے "اور اللہ لوگوں سے تمہاری حفاظت کرے گا۔" (المائدہ)

لیکن محبوب کریم ﷺ کو شہادت عطا بھی کرنی ہے کہ کہیں کوئی مرتبہ رہ نہ جائے جو نبی کریم ﷺ کو نہ ملا ہو خود سرکارِ دو عالم ﷺ دعا فرماتے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے: "اور قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔" (صحیح بخاری)

محبوب ﷺ کو مقام شہادت عطا کرنے کے لئے اللہ کریم نے یہ رستے نکالے کہ محبوب کی صورت کو دو حصوں میں تقسیم کیا آدھے سے امام حسن علیہ السلام کو بنایا اور آدھے سے امام حسین علیہ السلام کو بنایا۔

بقول امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ:

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین — اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین
تمثیل نے اس سائے کے دو حصے کئے — آدھے سے بنے حسن اور آدھے سے حسین

پھر شہادت کی بھی دو قسمیں ایک شہادت سرّی (مخفی شہادت) اور ایک شہادت جہری (اعلانیہ شہادت) امام حسن علیہ السلام کو شہادت سری کا مظہر بنایا اور امام حسین علیہ السلام کو

شہادت جہری کا مظہر بنایا بظاہر دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ سری شہادت امام حسن علیہ السلام کی سری شہادت حضور ﷺ کی سری شہادت اور امام حسین علیہ السلام کی جہری شہادت حضور ﷺ کی جہری شہادت کا ظہور نام ہے دونوں شجر مصطفوی کی پھل ہیں دونوں شہزادوں کی شہادت شہادت محمدی ﷺ کی تکمیل ہے۔"

اب ہم آخر میں مقام حسین علیہ السلام کو قرآن اور احادیث کی روشنی میں بیان کرنے کے بعد صرف اس طرف قارئین کی توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ ہمارے کچھ نام نہاد علم سے دور لوگ اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ یزید قتل حسین (علیہ السلام) سے خوش نہ تھا اور اسے اس واقعہ سے بے حد صدمہ پہنچا تھا اور یہ لوگ یزید کو امیر المومنین اور جنتی سمجھتے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کی یزید کی بیعت نہ کرنے کو امام برحق کی غلطی کہتے ہیں (اللہ کی پناہ) ہم یزید کے اوپر دوسرے موقع پر تفصیل سے بحث کریں گے۔ یہاں صرف توجہ دلا کر فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں:

یزید کی منافقانہ حرکات پر اس کے حمایتیوں کی دلیل:

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے: "جب ابن زیاد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ان کے رفقاء سمیت قتل کر دیا تو ان کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو یزید نے امام حسین علیہ السلام کے قتل سے اولاد تو خوش ہوا اور اس وجہ سے ابن زیاد کی قدر ومنزلت اس کے نزدیک زیادہ ہوگئی، مگر وہ خوشی پر زیادہ قائم نہ رہ سکا۔ بلکہ جلدی نادم ہوگیا بے شک یزید نے ابن زیاد پر اس کے فعل کی وجہ سے لعنت تو کی اور اس کو برا بھلا کہا، جیسا کہ ظاہر ہے لیکن نہ تو اس نے ابن زیاد کو اس ناپاک حرکت پر معزول کیا اور نہ اس کو سزا دی، نہ کسی کو بھیج کر اس کا یہ شرمناک عیب اس کو بتایا۔" (البداویہ والنہایہ: ۲۰۳،۲۳۲)

یزید کی گستاخیاں:

روایت کے مطابق جب شہدا کے سر اور اسیران کربلا یزید کے پاس دمشق پہنچے تو یزید نے دربار لگایا اور عوام وخواص کو دربار میں آنے کی اجازت دی لوگ دربار میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر انور یزید کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ یزید کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ وہ آپ علیہ السلام کے دندان مبارک چھیڑتا تھا اور کہتا تھا کہ اب تو ان کی

اور ہماری مثال ایسی ہے جیسے کہ "ہماری قوم نے انصاف کرنے سے انکار کر دیا تھا پس ان تلواروں نے انصاف کر دیا جو ہمارے دائیں ہاتھ میں تھیں۔ جن سے خون ٹپکتا ہے انہوں نے ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ دیں جو ہم پر غالب تھے اور وہ نہایت نافرمان اور ظالم تھے۔"

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ یزید حضرت امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر چھڑی مار رہا ہے تو وہ یہ بے ادبی برداشت نہ کر سکے انہوں نے یزید سے کہا اے یزید تو اپنی چھڑی حضرت حسین علیہ السلام کے دانتوں پر مار رہا ہے میں نے بارہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہونٹوں کو چومتے ہوئے دیکھا ہے بے شک اے یزید کل قیامت کے دن جب تو آئے گا تو تیرا شفیع ابن زیادہ ہوگا اور یہ حسین علیہ السلام آئیں گے ان کے شفیع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔"

(البدایہ والنہایہ، شہادت امام حسین علیہ السلام)

یزید کی سفاکی:

"دوسری روایت کے مطابق جب امام حسین علیہ السلام کا سرانور یزید کے پاس لاکر اس کے آگے رکھا گیا تو اس نے یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ: "اے کاش! بدر میں قتل ہونے والے میرے اشیاخ بنو خزرج کا نیزوں کی ضربوں سے چیخنا چلانا دیکھتے۔ ہم نے تمہارے دوگنا اشراف کو قتل کر دیا اور یوم بدر کے میزان کے جھکاؤ کو برابر کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ) کیا جو شخص دندان حسین پر چھڑیاں مارے وہ جنتی ہو سکتا ہے کیا جو غزوہ بدر میں قتل ہونے والے کفار کا بدلہ شہادت حسین کی صورت میں لے وہ جنتی ہو سکتا ہے۔"

ان کھلے اعلانات کے بعد اس کے ایمان دار ہونے کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا سر حسین علیہ السلام کی توہین یزید کے حکم سے شہدا کے سروں اور اسیران کربلا کو تین روز تک دمشق کے بازاروں میں پھرایا گیا حضرت منہال بن عمرو سے مروی ہے "خدا کی قسم میں نے حسین علیہ السلام کے سر کو نیزے پر چڑھے ہوئے دیکھا اور میں اس وقت دمشق میں تھا سر مبارک کے سامنے ایک آدمی سورہ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ • وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝

کیا تو نے جانا کہ بے شک اصحاب کہف اور رقیم ہماری نشانیوں میں سے ایک عجوبہ تھے۔ (کہف:9)

پر پہنچا تو اللہ نے سر مبارک کو گویائی دی اور اس نے بہ زبان فصیح کہا کہ اصحاب کہف (کے واقعہ) سے میرا قتل کیا جانا اور میرے سر کا نیزہ پر اٹھایا جانا عجیب تر ہے۔ (سر الشہادتین)

یزید کے بارے میں مزید:

"حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ فرماتے ہیں خدا کی قسم! ہم لوگوں نے یزید کی بیعت اس وقت توڑ دی جب ہمیں یہ خوف ہوا کہ کہیں یزید کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں، بلاشبہ وہ ماؤں، بہنوں، بیٹیوں سے نکاح کرتا، شراب پیتا اور نماز نہیں پڑھتا تھا۔"

یہ ہے وہ یزید جسے اس کی ذریت امیر المومنین مانتی ہے۔

شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد اس کی شیطانیت، فرعونیت اور قارونیت نے مزید رنگ پکڑا اور خصوصاً اہل حرمین اس کے شدید مخالف ہو گئے۔

۱۔ اقتدار کی ڈوبتی نیا کو بچانے کے لئے اس نے بیس ہزار کا لشکر مسلم بن عقبہ کو دے کر حرمین پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔

۲۔ مشہورہ واقعہ "حرہ" پیش آیا۔

۳۔ اس لشکر نے ساکنین مدینہ منورہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایوں پر مظالم کی انتہا کر دی۔

۴۔ اہل حرم سے یزید کی غلامی پر بالجبر بیعت لی جاتی۔

۵۔ جو رسول اللہ کے حکم اور کتاب وسنت پر بیعت کرتا اس کو شہید کر دیا جاتا۔

۶۔ سترہ سو مہاجرین وانصار صحابہ، سات سو حفاظ کرام، کبار تابعین اور مستورات اور دیگر افراد کو ملا کر دس ہزار کے قریب افراد کو شہید کیا گیا۔

۷۔ تین دن کے لئے مدینہ پاک کو مباح قرار دے دیا گیا (یعنی جو چاہو کرو)۔

۸۔ مدینہ پاک کی مقدس خواتین کی بے حرمتی کی گئی۔

۹۔ ابو سعید خدری (نابینا صحابی) کی داڑھی کو پکڑ کر طمانچے مارے اور بے عزتی کر کے واپس گھر بھیج دیا۔

۱۰۔ فوج نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستونوں کے ساتھ اپنے گھوڑے باندھے۔

11۔ تین دن تک مسجد نبوی ﷺ میں عبادتیں، نمازیں اور جماعتیں معطل رہیں۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں میں پاگل، دیوانہ اور مجنون بن کر مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ کے قریب چھپ گیا تین دن اور تین راتیں میں منبر شریف میں بیٹھا رہا نہ تو مسجد میں اذان ہوتی نہ جماعت کا اہتمام ہوتا۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں رب ذوالجلال کی قسم! جب نماز کا وقت آتا تو مجھے روضہ رسول سے، اذان، اقامت اور جماعت ہونے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

12۔ عبداللہ بن زبیر (صحابی رسول رضی اللہ عنہ) کو مکہ میں محصور کر دیا گیا۔

13۔ یزیدی لشکر نے مسلسل چونسٹھ روز تک مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیے رکھا۔

14۔ لوگوں کو قتل کرتے رہے۔

15۔ منجنیق سے اس قدر سنگ باری کی کہ مکہ معظمہ کے صحن کو پتھروں سے بھر دیا گیا۔

16۔ کعبہ معظمہ پر سنگ باری، حملہ کرتے وقت یزیدی لشکر نے یہ شعر پڑھے: "یہ منجنیق موٹے کف دار اونٹ کی مثل ہے جس کے ساتھ اس مسجد (حرام) کی دیواروں پر سنگ باری کی جاتی ہے۔"

17۔ کعبۃ اللہ پر سنگ باری سے آگ لگا دی۔

18۔ مسجد حرام کے ستون توڑے۔

19۔ کعبۃ اللہ کا غلاف اور دیواریں جلا دیں۔

20۔ حرم شریف کے باشندے دو ماہ تک سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔

21۔ کعبہ معظمہ کئی روز تک بے لباس رہا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک رہا اور رہی یہ بات کہ اسے صدمہ ہوا تو اس کی اس منافقانہ حرکت کی وجہ صرف یہ تھی کہ "جس وقت اہل نبوت کو شہداء کے سروں کے ساتھ یزید کے دربار میں پیش کیا گیا اس وقت دربار میں قیصر روم کا سفیر بھی موجود تھا وہ یہ سب کچھ دیکھ کر حیران رہ گیا اور معاملے کی تہہ تک نہ پہنچ سکا آخر اس سے رہا نہ گیا اور کہنے لگا بتاؤ تو سہی یہ کس کا سر ہے جس کے لبوں پر یزید چھڑی مار رہا ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ ہمارے رسول اللہ علیہ السلام کا نواسہ ہے عیسائی پر یہ سن کر کپکپی طاری ہوگئی اور وہ کہنے لگا ظالمو! مجھے کوئی شوق نہیں رہا

کہ تم ناقدرشناس، ظالم اور دنیا پرست ہو ہمارے پاس ایک گرجے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سواری کے پاؤں کا ایک نشان محفوظ ہے ہم سال ہا سال سے اس نشان کی تکریم کرتے چلے آرہے ہیں ہم تو اپنے نبی کی سواری کے پاؤں کے نشاں کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں اور تم ہو کہ اپنے نبی کے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو۔ (الصواعق المحرقہ)

قیصر روم کے ایلچی کی اس گفتگو کو سننے کے بعد اس بدبخت نے صدمے کا ڈھونگ رچایا صرف اور صرف اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے کیونکہ اگر وہ سچا ہوتا تو پھر اس نے ابن زیاد اور ابن سعد کو معزول کیوں نہیں کیا؟ ابن زیاد اور ابن سعد کو پھانسی پر کیوں نہیں چڑھایا؟ ان سے قصاص کیوں نہیں لیا؟

حضرت علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں کہ یزید حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل اور اہل بیت کی توہین و تذلیل پر راضی تھا۔ اس کی رضا تواتر سے ثابت ہے۔ لہٰذا ہم اس کی ذات کے بارے توقف نہیں کریں گے۔ یعنی اس کو برا بھلا اور لعنت کرتے ہیں لیکن اس کے ایمان میں خاموشی اختیار کی جائے گی نہ اس کو کافر کہیں گے اور نہ اس کو مسلمان جانیں گے۔

(شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۶۳)

گزشتہ صفحات پر ہم نے لکھ دیا ہے کہ سر حسین علیہ السلام کی بے ادبی، اس پر چھڑیاں مارنا اور مکہ مکرمہ اور مدینۃ النبی کی بے حرمتی جیسے ساری واقعات اس ملعون کے صدمہ کا ڈھونگ کرنے کے بعد واقع ہوئے ہیں۔ کیا یزید اور اس کی ذریت کے پاس جواب ہوگا۔

ابن کثیر نے لکھا کہ جب امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا تو وہ لوگ آپ کے سر مبارک کو پاس رکھ کر شراب پینے لگے کہ اتنے میں پردہ غیب سے ایک آہنی قلم نمودار ہوا اور دیوار پر خون سے لکھا:

اترجوا مه قتلت حسينا شفاعة جده يوم الحساب

"کیا حسین (علیہ السلام) کو قتل کرنے والے بھی یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ قیامت کے روز ان کے نانا ﷺ ان کی شفاعت کریں گے؟" (البدایہ والنہایہ)

جب یہ ستم رسیدہ قافلہ شہر مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت ام القمان بن عقیل بن ابی

طالب اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ روتی ہوئی نکلیں اور یہ اشعار پڑھے:

"لوگو! کیا جواب دو گے جب نبی کریم ﷺ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے آخری امت ہونے کے باوجود کیا کیا؟ میرے بعد میری اولاد اور اہل بیت کے ساتھ کہ ان میں سے بعض کو تم نے اسیر کیا اور بعض کا خون بہایا۔"

"میں نے تم کو جو نصیحت کی تھی کہ میرے بعد میرے قرابت داروں سے برا سلوک نہ کرنا، جزا یہ تو نہ تھی۔" (البدایہ والنہایہ)

یقیناً اس کا کوئی جواب نہ ہوگا ہم گذشتہ صفحات میں عرض کر چکے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام سے جس نے لڑائی کی گویا اس نے نبی پاک ﷺ سے لڑائی کی اب آپ فیصلہ کریں رسول اللہ ﷺ سے لڑائی کرنے والا کیسے جنتی ہو سکتا ہے اور جو اہل بیت نبوت کے قتل کرنے والوں کو جنتی کہے یقیناً وہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت اور دکھ دیتا ہے پھر وہ کیسے جنتی ہو سکتا ہے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

"بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت فرماتا ہے اور اس نے ایسے لوگوں کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (احزاب)

آخر میں ہم اس شعر پر اختتام کرتے ہیں:

بے ادب، گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

رباعی

خالق کا جمال خلق کا پیارا چمکا
چمکا وہ غریبوں کا سہارا چمکا
ڈالے ہوئے اک میم کی نازک سی نقاب
کونین کی قسمت کا ستارا چمکا

(فیروز نظامی لکھنو)

مقامِ حسین رضی اللہ عنہ

مفتی سید شجاعت علی قادری

نبی کریم ﷺ کی محبت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ان کے (حسین رضی اللہ عنہ) قدم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قدموں پر تھے۔ آپ فرماتے تھے، چڑھو چڑھو۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے راوی کہتے ہیں، تو بچہ چڑھ گیا۔ یہاں تک کہ اس نے قدم رسول اللہ ﷺ کے سینہ پر رکھ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا منہ کھولو اور بوسہ دیا۔ تو پھر فرمایا کہ اے اللہ! تو اس کو محبوب رکھ کیونکہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔

روی ان ابی هريرة رضی الله عنه بسند صحیح يقول المصرت عيناى و سمعت اذناى رسول الله صلى الله عليه وسلم و هو اخذ بكفى حسين رضی الله عنه و قد ماه على قدم رسول الله ﷺ و هو يقول ترقه عين لقد قال ذاتى الغلام حتى وضع قد مير على مدد رسول الله ﷺ ثم قال رسول الله ﷺ عليه وسلم افتح ناك ثم قبله وقال اللهم احبة فانى احبه.

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بحیثیت اہل بیت کے ایک فرد ہونے کے ان تمام فضائل کے مستحق ہیں جو اہل بیت کے لئے نصوص شرعیہ سے ثابت ہیں اور دوسری طرف صحابیت کی اعلیٰ فضیلت اور اس فضیلت کے ضمن میں جتنے فضائل ہیں سب آپ کو حاصل ہیں۔ آپ نے سات سال نبی پاک ﷺ کی صحبت میں گذارے، بلکہ آغوشِ رسالت مآب ﷺ میں گزارے۔ آپ نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام سے تربیت یافتہ تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے آپ کے لئے وہ سب کچھ کیا

جو ایک مشفق باپ سعادت مند بیٹے کے لئے کرسکتا ہے اور آپ نے وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو ایک ہونہار بیٹا حاصل کر سکتا ہے۔ پس ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو صرف نواسہ رسول ﷺ کی حیثیت سے نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو حسین رضی اللہ عنہ کے دامن کو ہر اس فضیلت سے پُر پاتے ہیں جو کسی صحابی کے لئے ہوسکتی ہے۔ (سوائے چند صحابہ کے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت محدثین و اکابر امت کے نزدیک مختلف فیہ نہیں بلکہ تقریباً متفق علیہ ہے۔ اگرچہ آپ کم سن تھے مگر کم سنی جمہور محدثین کے نزدیک منافی صحابیت نہیں۔ کیونکہ صحابی کی تعریف تو یہ ہے کہ جو مومن نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہا اس نے آپ کو دیکھا پس وہ صحابی ہے۔

(بخاری باب فضائل اصحاب النبی ﷺ)

صحابی کی یہ تعریف حسین رضی اللہ عنہ پر بلاشبہ صادق ہے۔ بعض حضرات نے صحابیت کے لئے بلوغ کو شرط قرار دیا تھا۔ محدثین نے اس کو رد کر دیا۔

علامہ ابن حجر مکی شارح بخاری فرماتے ہیں:

و منهم من اشترط فى ذٰلك ان يكون حين اجتماعه بالغا۔ وهو مردود۔ والذى جزم به البخارى امر قول احمد بن حنبل و جمهور من المحدثين۔

بعض نے صحابی کی مذکور تعریف میں بالغ ہونے کی شرط لگائی ہے۔ مگر وہ شرط مردود ہے اور بخاری نے جس کا یقین کیا ہے وہ احمد بن حنبل اور جمہور محدثین کا قول ہے۔

اور بخاری نے جس پر جزم کیا ہے۔ آپ پڑھ چکے کہ صحابی کے لئے بالغ ہونے کی شرط نہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ صاحب سماع صحابی تھے، یعنی آپ نے خود رسول اللہ ﷺ سے حدیث سن کر روایت کی۔ چنانچہ علامہ عزالدین ابو الحسین علی الجزری المعروف بابن اثیر (متوفی ۶۳۰ھ) نے اپنی کتاب اسد الغابہ میں لکھا کہ:

عن فاطمة بنت الحسين انها سمعت اباها الحسين بن على يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول ما من مسلم ولا ملمة تصيبه مصيبة وان قدم عهدها فيحدث لها استرجاعا الا اعطاه الله ثواب ما وعده بما يوم

فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے باپ حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ نہیں ہے کوئی مسلمان مرد اور عورت کہ جسے کوئی مصیبت لاحق ہو خواہ وہ کتنی ہی پرانی

اصيب بها۔

(اسد الغابہ ص ۱۹، اصابہ ابن حجر عسقلانی ۳۲۱ ابن ماجہ ۱۱۶)

کیوں نہ ہو جائے تو وہ اس پر انا للہ الخ پڑھے۔ مگر اللہ اس کو وہی ثواب دے گا جس کے عطا فرمانے کا وعدہ مصیبت پہنچنے کے دن کیا ہے۔

عن طلحه بن عبيد الله عن الحسين بن على قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم امان امتى من الغرق اذا ركبوفى البحران يقرؤوا بسم الله مجريها و موسها ان ربى الغفور رحيم۔

طلحہ بن عبید اللہ حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی امان غرق ہے۔ جب وہ سمندر میں سفر کریں پڑھیں۔ بسم اللہ مجر یھاد مرسھا۔ ان ربی لغفور رحیم۔

روى الحسين بن على رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قوله من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه۔

آدمی کے اسلام کی اچھائی سے بیکار باتوں کا چھوڑنا ہے۔

وقد حفظ الحسين ايضاً عن النبى صلى الله عليه وسلم و روى عنه اخرج لد اصحاب السنن احاديث يسيرة۔

(نیز اسی صفحہ پر ہے)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے احادیث یاد کیں اور روایت کیں۔ اصحاب سنن نے ان کی کچھ احادیث ذکر کی ہیں۔

و روى عن ابيه و امه و خاله هند بن ابى هاله و عن عمر الخ۔

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد، والدہ، ماموں ہند بن ابی ہالہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

غرضیکہ آپ رضی اللہ عنہ کی صحابیت حدیث، جمہور ائمہ حدیث امام بخاری، امام مسلم، احمد بن حنبل ذہبی، ابن عبید اللہ امین حجر، ابن کثیر سب ہی کے نزدیک متفق ہے۔ پس جو احادیث اصحاب رسول ﷺ کے حق میں وارد ہیں وہ سب حسین بن علی رضی اللہ عنہما پر پوری طرح صادق آتی ہیں۔ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آل کے اخلاق و کردار کی بہتری کے لئے دعا مانگی وہ ان حضرات کے حق میں قبول ہوئی اور یہ حضرات اخلاق حسنہ کا مجسم نمونہ بنے۔ نبی شرافت کے ساتھ

تقویٰ اور طہارت نے آپ کی ذات کو چار چاند لگا دیئے۔ ابن اثیر رقمطراز ہیں:

و کان الحسین رضی اللہ عنہ فاضلا کثیر الصوم الصلٰوۃ والحج والصدقۃ و افعال الخیر جمیعھا۔	اور حسین رضی اللہ عنہ صاحب فضیلت تھے، نماز، روزہ، حج صدقہ اور بھلائی کے کام بکثرت کرتے تھے۔

دل تو چاہتا تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل کو تفصیل سے بیان کیا جائے لیکن بخوف طوالت اسی قدر اکتفا کیا جاتا ہے اور اہلسنت و جماعت سے خصوصاً اور تمام مسلمانوں سے عموماً گذارش کی جاتی ہے کہ قرآن و حدیث و کتب اسلام کے ان معتبر حوالوں کو پڑھیں اور اپنے قلوب کو حُب اہل بیت سے آباد رکھیں اور نئے نئے فتنہ پردازوں کا مقابلہ کریں۔ یہ لوگ ریسرچ کے نام پر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں۔ مگر اہل علم ان کے دام فریب میں کب آ سکتے ہیں۔ یہ لوگ تو بس اتنا جانتے ہیں کہ اکابر اہل اسلام کے کلام میں کتر بیونت کر کے لوگوں کو بہکائیں۔ آئیے اب تحقیق کی روشنی میں یزید کے کردار کا جائزہ لیں اور اپنے اکابر کے عقائد اس کے بارے میں معلوم کریں۔ اہلسنت و جماعت کے صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب "بہارِ شریعت" حصہ اول ص ۷۷ پر رقمطراز ہیں:

"یزید پلید فاسق، فاجر، مرتکب، کبائر تھا۔ معاذ اللہ اس سے اور ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (امام حسین رضی اللہ عنہ) کیا نسبت آج کل جو گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے معاملہ میں کیا دخل ہے۔ ہمارے وہ بھی شہزادے وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود، خارجی، ناصبی مستحق جہنم ہے۔ ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے پر علماء کرام کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک سکوت ہے، یعنی ہم اسے فاسق و فاجر کے .... کہیں نہ مسلمان۔ (بہار شریعت ص ۷۷)

یزید کے بارے میں اسلاف نے جو کچھ لکھا ہے اسے دنیا جانتی ہے، لطف یہ ہے کہ وہ حاضر میں یزیدیت کے؟ محمود صاحب عباسی نے جو یزید کے فضائل ایڑی چوٹی کا زور لگا کر نکالے ہیں۔ ان سے یزید کی صحیح تصویر ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ یوں تو نبی شرافتیں عباسی صاحب کے نزدیک کچھ مقام نہیں رکھتیں۔ مگر جب یزید کی باری آتی ہے تو وہ کوشش کرتے ہیں کہ اس کی نسبی عظمت، ڈھونڈ نکالیں اور ہو سکے تو حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ پر فوقیت دے دیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یزید حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے مگر ماں کی طرف سے مورخین نے بہت لے دے کی ہے۔ ہم عباس صاحب کی کتاب سے یزید کی ماں کے بارے میں کچھ اقتباسات پیش

کرتے ہیں۔

یزید کی ماں میسون بنت سجدل تھی، اس کا خاندان ؟؟ تھا یہ لوگ نو مسلم تھے۔ یہ عورت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے نفرت کرتی تھی۔ حتیٰ کہ عباسی صاحب کے محبوب مورخ رچرڈ برٹن نے اپنے سفر نامہ میں لکھ دیا کہ اس کتاب کے پڑھنے سے برطانوی ناظرین کے دل یہ سن کر ضرور دہل جائیں گے کہ اس ذی فہم خاتون نے اپنے شوہر کو (؟؟) منڈ منڈ گدھا کہہ کر پکارا۔

(سفر نامہ مکہ و مدینہ برٹن جلد ۲)

میسون ایک بادیہ نشین اور دیہی زندگی کی خوگر عورت تھی۔ شعر اچھے کہتی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں آنے کے باوجود وہ خوش نہ رہی۔ اس نے اپنے اشعار میں اپنے وطن کی کھلی فضا اور اس کے رومانی مناظر کا تذکرہ کیا اور وہاں واپس جانے کی خواہش ظاہر کی۔ اپنے جلیل القدر شوہر کے بارے میں وہ کچھ کہہ دیا جو برٹن نے نقل کیا اور جو ان اشعار سے ظاہر ہے:

و خرق من بنو اعمی فقیر — احب الی من علج عنیف
سیدھا سیدا نیک دل غربت کا مارا ابن عم — اجنبی سرکش میاں سے خوش ادا میرے لئے
خشونت عیشتی فی البدو و اشھی — الی نفسی من العیش الطریف
زندگی صحرا کی گو کتنی ہی ہو تکلیف دہ — خوشگوار اس ناز و نعمت سے سوا میرے لئے
فما ابقی سری وطنی بدل — فصبی ذلك من وطن الشریف
اب قیام اس بے وطن کا اس جگہ ممکن نہیں — ہے وطن کی سرزمین راحت فزا میرے لئے

(وملخص از خلافت معاویہ و یزید ص ۲۸۳)

کہا جاتا ہے کہ میسون کے یہ اشعار ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سن لئے تو ان کو مع یزید دمشق سے صحرا کی طرف روانہ کر دیا اور جب تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال نہ ہوا واپس نہ آ سکیں۔ یزید نے اپنی ماں سے شعر گوئی کے ساتھ اپنے باپ کے خلاف حقارت و نفرت بھی ورثہ میں پائی تھی۔ (رچرڈ برٹن جلد ۲)

عباسی صاحب برٹن اور دیگر قابل اعتماد مورخین سے اس بات پر ناراض ہو گئے اور بہت برا بھلا کہا۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے صاحب بصیرت تو دلیل کا طلبگار ہے، ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ یزید کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا فیض صحبت کم ہی ملا۔ اکثر پرورش ننھیال میں ہوئی جو ایک عیسائی نو مسلم معاشرہ تھا۔ اس کے جیسے کچھ اثرات ہونا چاہئے تھے وہ دنیا کے سامنے آ گئے

عباسی صاحب نے یزید کے جو فضائل بیان کئے ہیں ان میں ایک فضیلت تو مذکور ہوتی۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس نے ایک دن اپنے استاد سے درج ذیل گفتگو کی۔ یزید نے کوئی غلطی کی تو استاد اور ہونہار شاگرد میں یہ گفتگو ہوئی۔

فقاله مودبه۔ اخلت يا غلام فقال يزيد الجواد يعثر فقال المودب اى والله يضرب فيستقيم فقال يزيد اى والله فيضوب الف سالسبه

استاد: اے لڑکے تو نے غلطی کی۔ یزید: اصیل گھوڑا ہی ٹھوکر کھاتا ہے۔ استاد: ہاں واللہ کوڑا کھاتا ہے اپنے تو ٹھیک ہو جاتا ہے۔ یزید: واللہ پھر تو اپنے سائس (استاد) کی ناک پھوڑ ڈالتا ہے۔

ناظرین! اب آپ خود غور فرمائیں کیا یہ فضیلت ہے یا بدتمیزی۔ یہ واقعہ یزید کی بے لگامی کا غماز ہے اور اس کی گستاخانہ فطرت کا پتہ دیتا ہے۔ مگر عباسی صاحب تو جگہ جگہ لکھتے ہیں بالائے سرش زہر عقلمندی، مے تافت ستارہ بلندی۔ اس قسم کی خرافات کو ایک معمولی سمجھ رکھنے والا انسان بھی حقارت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ تیسری فضیلت یہ بیان فرماتے ہیں کہ یزید اپنے کسی خادم کی پٹائی کرتے ہوئے پایا گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

اعلم ان الله اقدر عليك منك عليه۔ (خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۲۸۷)

جان لے کہ اللہ تجھ پر اس سے زائد قدرت رکھتا ہے جو تجھ کو اس پر ہے۔ نیز یہ کہا "تیرا برا ہو۔ کیا تو ایسے کو پیٹتا ہے جو اس کی سکت نہیں رکھتا۔

عباسی صاحب اور ان کے ہمنوا اس کو فضیلت سمجھیں تو سمجھیں ہم تو یہ سمجھتے ہیں اور ہر انسان سمجھتا ہے کہ اس سے یزید کی سرکش طبیعت کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اس ناخلف بیٹے سے کتنے پریشان تھے کہ تنگ آ کر فرماتے تھے تیرا برا ہو۔ تیسری فضیلت یہ ہے کہ کچھ صحابہ مکہ و مدینہ سے منتقل ہو کر دمشق آ گئے تھے تو اس نے ضرور ان سے اکتساب فیض کیا ہو گا۔ بہت خوب یزید کے لئے اتنا حسن ظن اور حسین رضی اللہ عنہ کے مخصوص فضائل کا انکار سچ ہے کہ حبک الشی یعمی ویصم میاں مگر اس کو کچھ حاصل کرنا ہوتا تو اس کے باپ میں کیا کچھ کم خوبیاں تھیں مگر وہ اپنی ننھیال میں نصرانیت زدہ معاشرے میں فیض حاصل کر رہا تھا (بقول مورخین) چوتھی فضیلت یہ ہے کہ تقریر بہت اچھی کرتا تھا، نمونے کے طور پر وہ فقرے پیش کئے گئے

ہیں جو یزید نے زیاد ابن ابیہ سے شیخی بگھارتے ہوئے کہے تھے، وہ یہ ہیں "اے زیاد ہم نے تجھ کو زیاد بن عبید سے زیاد بن حرب بن ابیہ بنا دیا" (خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۲۹۳)

یہ جملے بھی یزید کی بدمزاجی اور بدتمیزی پر دلالت کرتے ہیں۔ پانچویں فضیلت کتاب الاغانی سے نقل کی گئی ہے اس کا ترجمہ عباسی صاحب کی زبان میں پیش خدمت ہے۔

یزید نے جب اپنے والد کے زمانہ خلافت میں حج کیا تو مدینے آ کر شراب نوشی کر رہے تھے کہ اتنے میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما و حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت چاہی۔ یزید نے شراب لانے کا حکم دیا پھر ہٹوا دیا۔ کیونکہ ان سے کہا گیا کہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو تمہارے شراب کی بو آ گئی تو پہچان جائیں گے۔ اس لئے شراب کو چھپا دیا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت چاہی، وہ جب داخل ہوئے تو انہیں خوشبودار شراب کی خوشبو آئی۔ تو انہوں نے کہا کہ تمہاری یہ خوشبو کیسی اچھی ہے۔ مجھے تو یہ گمان نہ تھا کہ خوشبو کی صنعت میں کوئی ہم سے سبقت لے جائے گا۔ حضرت ابو طالب عطریات کے تاجر تھے۔ اے ابن معاویہ یہ خوشبو کیا ہے؟ یزید نے کہا کہ اے ابو عبداللہ یہ خوشبو ہمارے لئے شام میں بنائی جاتی ہے۔ پھر انہوں نے (یزید نے) ایک پیالہ اور منگایا اور پیالی اور پھر ایک پیالہ اور منگایا اور خادم سے کہا کہ یہ ابو عبداللہ کو پلاؤ۔ اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو اپنی شراب اپنے پاس رکھ، میں تیری طرف نگاہ بھی نہیں کرتا۔ تو وہ اس پر دوسرا پیالہ بھی پی گیا۔

(خلافت معاویہ و یزید ۳۵۳۔ کتاب الاغانی ص ۴۱/۶۱)

مصنف کتاب نے اس واقعہ کو لکھ کر ریسرچ کی ہے کہ چونکہ شراب کا لفظ کلام عرب میں نشہ آور اور غیر نشہ آور دونوں پانیوں پر بولا جاتا ہے۔ اب چونکہ یہ پیالہ یزید کے ہاتھ میں تھا اس لئے "شراب الصالحین" ہی ہو سکتا ہے۔ تعصب کی حد ہو گئی کلام کے سیاق و سباق سے نظر بند کر لی اور اوٹ پٹانگ بحث کر کے ضخامت بڑھا لی کہ ابو حنیفہ کے نزدیک مثلث حلال ہے یا نہیں۔ یہ نہ دیکھا کہ عبارت کے سمجھنے والے کیا کہیں گے۔ ذرا غور تو کیجئے گا کہ اگر شراب الصالحین تھی تو عبداللہ بن عباس کو کیوں روکا۔ شراب چھپائی کیوں؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حقارت سے کیوں ٹھکرا دی اور نگاہ کیوں پھیر لی۔ کیا ان سب واقعات سے کسی کی آنکھ بند کی جا سکتی ہے۔ کیا صاحبان بصیرت دھوکے میں آ سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیا تھا۔ نصرانی معاشرے کی بگاڑی ہوئی عادات تھیں، شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

امتنع الحسین رضی اللہ عنہ من بیعۃ کان فاسقا مسدمنا للخمر ظالماً.

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے اس لئے انکار کر دیا کہ وہ فاسق تھا شراب کا عادی تھا۔

غرضیکہ یزید کا فسق امت مسلمہ میں کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں چنانچہ صواعق میں ہے کہ:

بفرج الواقدی من طوق من عبداللہ بن حنظلۃ قال واللہ ما خرمنا علی یزید حتی خقفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء ان کان رجلا ینکح امہات الاولاد والبنات ملا خوات و یشوب الخمر و یدع الصلوۃ

واقدی نے متعدد طرق سے روایت کی عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بخدا ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جبکہ ہم کو خطرہ ہو گیا کہ آسمان سے ہم پر پتھر برسنے لگیں گے وہ (یزید) ام ولد بیٹیوں، بہنوں کے ساتھ نکاح کا ارادہ رکھتا تھا۔ شراب پیتا تھا اور نمازیں چھوڑتا تھا۔

اس کی ان بدکرداریوں نے ہر چیز سے محروم کر دیا اور اس کی عمر میں برکت نہ ہوئی۔

چنانچہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال الذہبی و لما فعل یزید باھل المدینۃ ما فعل مع شربۃ الخمر و ایتانہ المنکرات اشد علیہ الناس و خرج علیہ غیر واحد ولم یبارک اللہ فی عمرہ

ذہبی نے کہا کہ جب یزید نے اہل مدینہ سے وہ برتاؤ کیا جو معلوم ہے (فتنہ وجرہ) باوجود شراب پینے اور منکرات کا ارتکاب کرنے کے اس پر لوگوں کو غضب چڑھ گیا اور اس پر ایک سے زائد حضرات نے خروج کیا اور اللہ نے اس کی عمر میں برکت نہ دی۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا امت مسلمہ میں سے کسی نے انکار نہ کیا آپ کی شہادت کی خبر پہلے ہی سے عام ہو چکی تھی جو متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ نظریہ اختصار صرف ایک ہی حدیث پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

ترمذی شریف میں ہے:

اخبرنا ابراھیم بن فقیہ و غیر و اھد قالوا باسنادھم الی الترمذی قال الترمذی باستادہ عن سلمی قال دخلت علی ام سلمۃ وھی تبکی فقلت ما یبکیک قالت رایت رسول اللہ ﷺ فی المنام و علی راسہ و تحیہ المتراب فقلت مالک یا رسول اللہ ﷺ قال شھدت قتل الحسین اتفا.

(ترمذی واسد الغابہ ص ۲۲)

ہمیں ابراہیم بن فقیہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے خبر دی اپنی سندوں سے ترمذی تک ترمذی نے اپنی سند سے سلمیٰ سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں ام سلمہ (ام المومنین رضی اللہ عنہا) کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیوں روتی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے سر اور داڑھی پر مٹی ہے تو میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کیا ماجرا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے حاضر ہوا ہوں۔

اس کے علاوہ ام الفضل رضی اللہ عنہا کو ایک شیشی میں مٹی کا دینا وغیرہ احادیث حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشن گوئی کرتی تھیں۔ خلاصہ یہ کہ دس محرم الحرام بروز عاشورہ یزید کے حکم سے اور اس کی رضا سے عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت و رفقاء کو نہایت ہی ظالمانہ اور سفاکانہ طریق پر شہید کر دیا اور ظلم و بربریت کا ایک نیا ریکارڈ قائم کیا جس کو اب تک نہ کسی نے توڑا ہے اور نہ توڑ سکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجون۔

اس رسالہ میں واقعات شہادت بیان کرنا مقصود نہیں اگر کسی کو شوق ہے تو اس سلسلہ میں اہلسنت کی معتمد ترین کتاب "سوانح کربلا" کا مطالعہ کرلے۔

یہاں تو یہ بتانا مقصود ہے کہ یزید اس فعل قبیح سے ہرگز بری نہیں اور اس کا دامن اہل بیت کے خون سے تر ہے۔ اس کو خلیفہ برحق کہنے والے اور امیر المومنین کہنے والے سخت گمراہ ہیں۔ اگر اسلامی حکومت ہو تو ایسے لوگ مستحق سزا ہیں۔

واقعہ:

نوافل بن ابی فرات سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (اموی

عادل خلیفہ) کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے اس کو امیر المومنین کہا تو آپ نے فرمایا کہ تو اسے امیر المومنین کہتا ہے اور بیس کوڑے مارے۔ (صواعق)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید کرانے میں یزید کا پورا پورا دخل تھا۔ مورخین ومحدثین کے نزدیک یہ امر طے شدہ ہے۔

شارح بخاری علامہ قسطلانی، علامہ تفتازانی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والحق ان رضا یزید بقتل الحسین و استبشارہ بذلک و اھانتہ اھل بیت النبی ﷺ مما تواتر معناہ و ان کان تفاصیلھا احاداً

اور حق یہ ہے کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ پر یزید کا راضی اور خوش ہونا اور اس کا اہل بیت کی توہین کرنا معنی متواتر ہو چکا ہے اگرچہ اس کی تفاصیل احاد ہیں۔

(قسطلانی شرح بخاری ۱۲۴/۵)

ابن کثیر جن کے نامکمل حوالے عباسی صاحب اپنی کتاب میں جابجا پیش کرتے ہیں اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں رقمطراز ہیں۔

و قد تقدم انہ (یزید) قتل الحسین و اصحابہ علی یدی عبید اللہ بن زیاد۔

ہم یہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ یزید نے حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو عبید اللہ ابن زیاد کے ہاتھوں شہید کرایا۔

معرکۂ کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت:

معرکۂ کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بلاشبہ حق پر تھے چنانچہ ملا علی قادری شارح مشکوٰۃ شرح فقہ اکبر فرماتے ہیں بخوف طوالت اصل عبارت کا ترجمہ لکھا جاتا ہے "اور وہ جو بعض جاہل بکتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے تو یہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک باطل اور شاید یہ خارجیوں کی بکواس ہے جو راہ حق سے خارج ہیں۔" (شرح فقہ اکبر ص ۸۷)

فقہ اکبر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہنے والا جاہل اہلسنت سے خیارج ہے۔ خارجی ہے۔

حقانیت حسین رضی اللہ عنہ پر ابن خلدون کی شہادت:

آئیے اب ہم عباسی صاحب کے محبوب و معتمد مورخ ابن خلدون سے حقانیت

حسین رضی اللہ عنہ پر گواہی پیش کرتے ہیں وہ اپنے مشہور مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

"لیکن حسین رضی اللہ عنہ تو جب یزید کا فسق اس کے زمانے کے سب لوگوں کے نزدیک ظاہر ہو گیا تو کوفہ میں اہلبیت کی جماعت نے حضرت حسین علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اہل کوفہ کے پاس تشریف لائیں تو وہ سب ان کی اطاعت میں کھڑے ہو جائیں گے تب حسین رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ یزید کے خلاف کھڑے ہو جانا متعین ہے اس کے فسق کی وجہ سے بالخصوص اس شخص کے لئے جس کو اس کی طاقت ہو۔" (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۰)

ایک شبہ اور اس کا جواب:

اس موقعہ پر اس شبہ کو دور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جو بعض جعلساز پیش کرتے ہیں کہ اگر خروج میں حضرت؟؟ پر تھے تو عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور محمد بن حنیفہ وغیرہ نے ان کا ساتھ کیوں نہ دیا۔ کیا یہ سب صحابہ باطل پر تھے؟ تو اس کا جواب ابن خلدون سے سنئے تحریر ہے۔

"اور جب یزید میں جو کچھ پیدا ہونا تھا پیدا ہو گیا یعنی فسق تو اس وقت صحابہ کے درمیان اس کے معاملہ میں اختلاف ہوا۔ تو ان میں سے بعض نے اس وجہ سے خروج کو مناسب سمجھا اور بیعت توڑ دی۔ جیسے حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ اور ان کے پیروکاروں نے کیا اور بعض نے خروج سے انکار کیا کیونکہ اس میں فتنہ اور زیادتی قتل کا ہونا تھا۔ پھر وہ (اپنی رائے میں) اس ذمہ داری سے عہد برآ بھی نہ ہو سکتے تھے کیونکہ اس وقت یزید کی طاقت بنو امیہ اور قریش کے ارباب بست و کشاد نیز تمام قبیلہ مصر کی قوت تھی اور یہ ہر طاقت سے بڑی ہے جس کا مقابلہ نہ کیا جا سکتا تھا۔ پس اس لئے یہ حضرات یزید کی خبر لینے سے رکے ہوئے تھے اور اس کے حق میں دعائے ہدایت پر اکتفا کرتے ہوئے گوشہ عافیت کو اختیار کیا اور دونوں خروج کرنے والے اور نہ کرنے والے فریق مجتہد تھے ان میں سے کسی ایک پر انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ان کے مقاصدوں کی اور طلب حق کے سلسلے میں مشہور ہیں، خدا ہم کو ان کی اقتدا کی توفیق دے۔" (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۷۷)

پس مسلمانوں کو یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہی راہ عدل و انصاف ہے اور اسی میں نجات ہے۔

دوسرا شبہ اور اس کا جواب:

یزید کی بدکرداریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے لوگ اس حدیث کا سہارا ڈھونڈتے ہیں کہ "سب سے پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گا اس کی مغفرت کر دی گئی ہے اور یزید نے سب سے پہلے قسطنطنیہ پر جہاد کیا اس لئے وہ مغفور ہے (گویا قسطنطنیہ) پر جہاد کرنے والے کو اب آزادی ہے کہ وہ اسلام کی جڑیں کاٹ ڈالے۔ نبی کی اولاد کو شہید کرے یا مسجد نبوی ﷺ کی بے حرمتی کرے۔ شراب پیئے یا نمازیں چھوڑے بس آزادی ہے۔ (معاذ اللہ) تو اس کا جواب یہ ہے کہ قسطلانی شارح بخاری نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا کہ اس بشارت سے مراد یہ ہے کہ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ پھر اس جنگ کے بعد بھی اگر اہل مغفرت سے رہا تو بخش دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ غور کرنا چاہئے کہ اگر اس غزوہ کے شرکاء سے کوئی مرتد ہو جاتا تو کیا وہ بھی مغفور لہم کی بشارت کا مستحق ہوتا۔ مہلب نے اس حدیث سے یزید کے مغفور ہونے پر استدلال قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن علماء وشراح حدیث نے اس کے استدلال کو باطل ثابت کر دیا۔ ملاحظہ ہو (عمدۃ القاری وقسطلانی یہی حدیث) اہل انصاف کے لئے وہی کافی ہے، لیکن پھر بھی تسلی نہ ہو تو آیئے معتبر ترین تاریخ ابن اثیر سے معاملہ ہی صاف ہو جاتا ہے ملاحظہ ہو۔

اور اسی سن میں اور کہا گیا کہ ۵۰ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا لشکر روم کے علاقہ میں بھیجا اور امیر لشکر سفیان بن عوف کو بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو جنگ میں ان کے ساتھ شریک ہونے کا حکم دیا تو یزید بیٹھ رہا اور حیلے بہانے شروع کئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے بھیجنے سے رک گئے اور اس لشکر میں لوگوں کو سخت بھوک اور مرض کی مصیبت آپڑی تو یزید نے خوش ہو کر کہا کہ مجھے پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر یہ بخار اور تنگی کی بلائیں فرقدونہ (جگہ کا نام) میں آپڑیں جبکہ میں یرقران (جگہ) میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ام کلثوم کو اپنے پاس لئے بیٹھا ہوں۔ یزید کے یہ اشعار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچے تو قسم کھائی کہ اب بخدا میں یزید کو اس جہاد میں سفیان بن عوف کے پاس روم کی زمین میں ضرور بھیجوں گا تاکہ اس پر بھی وہ مصائب آئیں جو دوسروں کو درپیش ہیں۔" (ابن اثیر ص ۱۹۷ ج ۳)

حوالہ بالا میں روز روشن کی طرح چند امور واضح ہوئے۔

(۱) قسطنطنیہ کے لشکر کا امیر یزید نہ تھا بلکہ سفیان بن عوف تھے۔

(۲) یزید برضا ورغبت جہاد میں شریک نہ ہوا بلکہ اسے تو سزا کے طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زبردستی بھیجا ورنہ تو وہ جان چرا رہا تھا، پس ایسا شخص مغفور لہم کی فہرست میں کیونکر آ سکتا ہے۔ یہ تو مجاہدین کے لئے بشارت تھی اور یزید ہرگز بھی بحیثیت مجاہد شریک نہ ہوا۔

(۳) یزید کی عیش پرستی، زن مریدی کا حال واضح ہوا نیز معلوم ہوا کہ وہ اسلامی احساسات اور اسلامی جذبات سے کس درجہ عاری تھا۔ اسے مسلمان کے دکھ درد سے کیا واسطہ اسے تو ام کلثوم کا آغوش چاہئے تھا۔

یہ چند معتبر حوالہ جات اس مختصر رسالہ میں سپرد قلم کئے گئے تاکہ اہلسنت والجماعت تصویر کے دونوں رخ سمجھ لیں اور وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے کردار سے واقف ہو جائیں۔

محرم اور اس کی رسومات:

محرم کے بارے میں شاہ عبدالحق صاحب محدث رقمطراز ہیں۔

اس دن کسی اور جانب التفات نہ کرے۔

خبردار:

خبردار روافض کی بدعات میں مشغول نہ ہونا، مثلاً گریہ وزاری، ماتم نوحہ وغیرہ۔ اسی طرح متعصب خارجیوں کی بدعات سے بچو جو اہلبیت کی مذمت کرتے ہیں اور خوشیاں کرتے اور اچھے کپڑے پہنتے ہیں۔ بعض قسم قسم کے کھانے پکاتے ہیں۔ تعزیہ نکالنا، اس کی منت ماننا اور تعزیہ داری کے جلوس میں شرکت کرنا سخت گناہ ہے، تماشہ کے طور پر بھی نہ دیکھنا چاہئے۔ روافض کے جلوسوں میں جانا ان کی تقریریں سننا سب ناجائز ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور قلبی تعلق رکھنا حرام ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شرح الصدور بحال الموتی والقبور" میں ایک عبرتناک واقعہ لکھا کہ ایک شخص پر نزع کا عالم طاری ہوا لوگوں نے اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا مگر اس سے کلمہ ادا نہ ہوا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے تو اس نے بتایا کہ:

کنت اصحب توما یا مورنی لشتعه ابی بکر و عمر — میں ایسے لوگوں کی صحبت میں رہتا تھا جو مجھ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے کا حکم دیتے تھے۔(شرح الصدور)

اندازہ لگائیے کہ ایسے لوگوں کی صحبت کس درجہ مضر ہے۔ان ایام میں اہلسنت و الجماعت کے طریق کے مطابق واقعات شہادت سنائے جاتے ہیں۔رافضیوں کی روایات سے بچنا لازم ہے۔محض زیب و داستان کے لئے خرافات کا بیان کرنا گناہ ہے۔محرم کی ۹ اور ۱۰ کو روزہ رکھنا چاہیے اس کی بہت فضیلت آتی ہے۔اہل وعیال پر رزق میں وسعت کرنا چاہیے۔شاید اسی لئے کھچڑا پکایا جاتا ہے کہ ہر قسم کے دانے اہل وعیال و احباب کھائیں۔شہداء کرام کی فاتحہ کرنا چاہیے۔شربت پلانا، پانی پلانا یہ سب جائز ہے۔روافض کی سبیلوں سے پانی نہ پینا چاہیے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اس ادا سے نقل کریں جو کربلا کے میدان میں سب سے اہم تھی اور وہ خنجروں کے سایوں میں سجدہ کرنا ہے۔مگر حیف ہے ان لوگوں پر جو حسین رضی اللہ عنہ کے مدعی ہیں، مگر حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیمات سے یکسر غافل ہیں، لہو ولعب اور کھیل کھلونوں میں مشغول رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ اہل بیت کی سچی محبت اور ان کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

سادات کی تعظیم کرنا، اللہ کا احسان سمجھ!

امام شیخ عبدالوہاب عارف شعرانی قدس سرہ (متوفی ۹۷۳ھ) "سنن کبریٰ" میں فرماتے ہیں:

"مجھ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ میں سادات کرام کی بے حد تعظیم کرتا ہوں۔کم از کم اتنی تعظیم و تکریم کرتا ہوں جتنی والیٔ مصر کے کسی بھی نائب یا لشکر کے قاضی کی ہو سکتی ہے۔" (صفحہ ۲۴۲)

سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ

شیخ الحدیث علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی☆

جبل صداقت، جبل استقامت، روحِ حریت، صبر کا قلزم، حقوقِ انسانی کے عرش مقام منبر، سردارِ جوانانِ جنت امام عالی مقام سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت باسعادت ۳ ہجری مدینۃ الرسول میں ہوئی۔آپ کے نانا جان سید العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔آپ کی والدہ ماجدہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں آپ کے والد ماجد مولیٰ المسلمین امیر المؤمنین علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں آپ کے تایا جان غزوۂ موتہ کے شہید جنت میں بلند پرواز حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں آپ کے والد گرامی کے سگے چچا اسد اللہ و اسد الرسول سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں، امام حسین اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مخلوق میں سب سے بلند مرتبہ آلِ ابراہیم و آلِ محمد کریم کے فردِ کامل ہیں یقیناً بالانسب ہیں۔والد حسب ہیں خاندانِ عالی وقار کی تاریخ ہی اعلاءِ کلمتہ اللہ کیلئے قربانیوں سے عبارت ہے۔منیٰ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح عظیم سے لے کر بدر و احد، خندق و حنین سے ہوتے ہوئے کربلا معلّٰی تک سب عشق کی حرارت اور کار فرمائی ہے اور عشقِ الٰہی میں ہجرتیں گھروں کو لٹانا اور سروں کو کٹانا آلِ پاک کا وہ امتیاز ہے جس پر وحیٔ الٰہی کی شہادتیں موجود ہیں۔

صدقِ خلیل بھی ہے عشق صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

اس خاندانِ اہلبیت کو گنجِ شہداء کہنا زیبا ہے جس کے مردانِ حُر، ظلم، کفر وطغیان کے خلاف برسرِ پیکار جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے ہیں۔امام عالی مقام اس گلشن وفا کے وہ گل سرسبد ہیں کہ جنہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پھول قرار دیا۔حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ دنیا میں حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ میرے پھول ہیں۔(صحیح بخاری۔جامع ترمذی)

☆ ناظم اعلیٰ: مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

اسی لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو سونگھتے اور فرماتے مجھے ان دونوں سے محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو آتی ہے۔ کیوں نہ ہوتا جب رسول اللہ ﷺ امام حسین رضی اللہ عنہ کو وجودِ اطہر کا جزو بلکہ وجود امام حسین ﷺ کو اپنی صفاتِ طیبہ کا ظہور قرار دیتے ہیں۔ حضرت یعلی بن مرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت رکھ حسین رضی اللہ عنہ بچوں میں سے ایک خاص بچہ ہے۔ (جامع ترمذی وسنن ابن ماجہ)

اس پر علو مرتبت کا اندازہ سید الانبیاء ﷺ فرماتے ہیں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رات کو کسی حاجت کے لیے کاشانہ نبوت میں حاضر ہوا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی چیز جسم اقدس سے لپیٹی ہوئی تھی جسے میں سمجھ نہ سکا جب میں حاجت سے فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے کیا اُٹھا رکھا ہے آپ نے اس پر سے کپڑا ہٹا دیا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی کمر مبارک پر تھے آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما جو ان سے محبت کرے۔ (جامع ترمذی)

اللہ جل شانہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسین رضی اللہ عنہ کے اجسادِ مبارکہ کو ان کے نانا جان کے وجودِ مطہر سے کامل درجہ مشابہت عطا فرما دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ سر سے سینے تک رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ سینہ سے قدمین تک رسول اللہ ﷺ سے مشابہ ہیں۔ (جامع ترمذی)

امام حسین رضی اللہ عنہ عالی مقام ابن رسول ہیں خوشبوئے رسول ہیں وجود باجود اشبہ بالرسول ہے ان سے محبت رسول اللہ ﷺ سے محبت، اور رسول اللہ ﷺ سے محبت، اللہ جل شانہ سے محبت اور دعاءِ رسول کریم میں قبولیت ہر قسم کے ارتیاب سے ورا ہے کہ حسین پاک رضی اللہ عنہ کا چاہنے والا اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہو جاتا ہے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا نام رسولِ پاک ﷺ نے رکھا ان کو گھٹی لعاب دہن اقدس کی دی ان کے کانوں میں آذان رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی سات سال کی عمر مبارک میں آلِ رسول ﷺ کے امتیازی شعور کے ساتھ رسولِ پاک ﷺ سے شرفِ صحابیت، سماعِ حدیث، رسول اس پر مزید روایت حدیث رسول کا شرف، سرورِ انبیاء ﷺ کا فیضان نظر بھی، مکتب فاطمہ کی کرامت بھی، بابِ شہر علم کی تعلیم و تربیت بھی۔ خلیل اللہ علیہ السلام کے آلِ ابراہیم کے حق میں یہ دعا کہ

ان کو متقین کا امام و پیشوا بنایا اس شرف کے ساتھ حسین عالی مقام رضی اللہ عنہ کا قافلہ سالارِ عشق اور امام اولوالعزم ہونا ہی ان کا عالی منصب ہے جس پر وہ فائز ہوئے کار زارِ ہستی میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اس عالی اور نازک منصب کو جس عزیمت سے نبھایا تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہے گی۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ملوکیت جبر و استبداد آمریت کے خلاف اپنی مجتہدانہ بصیرت سے سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کی بلندی اور ظلم و جور کے عفریت کا پنجہ مروڑنے کی وہ عزیمت دکھا دی جو دورِ حاضر کے عقلی حیلوں بہانوں اور بے عملی کے مارے ذہنوں کی فکر و بحث سے بہت بلند ہے۔ جو مدت طویل سے محض انقلاب کے خوابوں میں اونگھ رہے ہیں۔ حسینی کردار میں ابراہیمی سیرت جلوہ گر ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

عصرِ حاضر میں اسلام اور مسلمان اور جریدۂ عالم پر پھیلی ہوئی اُمت مسلمہ غور کرے عقیدہ توحید بھی وہی، دینِ اسلام بھی وہی، تلاوتِ قرآن بھی وہی، پیغامِ رسالت کی تبلیغ میں اُمت سرگرم لیکن اُمت کی زبوں حالی و انحطاط کچھ تو ہے جو ملت اسلامیہ کے اربابِ قلب و نظر کو پریشان کیے رکھتا ہے نباض قوم اقبال اس کا واضح سبب بتا رہے ہیں۔

قافلۂ حجاز میں ایک حسین رضی اللہ عنہ بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ

نبی اکرم نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو تین اچھی عادتوں کی تربیت دو۔

۱۔ اپنے نبی کریم ﷺ سے محبت۔

۲۔ اہل بیت سے محبت اور

۳۔ قرآن مجید پڑھنے کی تعلیم

(جامع الصغیر جلد ا صفحہ ۱۳، مسند الفردوس لدیلمی، کنز العمال، علموا اولادکم محبۃ رسول اللہ صفحہ ۲۴)

شہزادۂ گلگوں قبا سیدنا امام حسین علیٰ جدہٖ وعلیہ السلام

کلامِ اقبال کی روشنی میں

سجاد حسین آہیر

نواسہ رسول جگر گوشۂ بتول سید الشہداء سیدنا امام حسین علیٰ جدہٖ وعلیہ السلام کی لازوال قربانی اور حق و باطل کا معرکہ تاریخ انسانی کا وہ ناقابل فراموش واقعہ ہے جسے کوئی بھی صاحب شعور انسان نظر انداز نہیں کر سکتا۔ بعض اہل علم کے مطابق شعر اور شاعر کا لفظ بھی شعور سے مشتق ہے، لہٰذا جو جتنا باشعور ہو گا اس کے اشعار میں اتنی ہی گہرائی اور وسعت ہو گی۔

شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ عصر حاضر کے وہ عظیم شاعر ہیں جن کی شاعری عقل و شعور اور بلندیٔ افکار و تخیل سے مزین ہے۔ لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ علامہ اقبال جیسی حساس شخصیت، واقعہ کربلا کو نظر انداز کر دے۔ پس مشرق کے بلند پایہ شاعر، مفکر اور عاشق رسول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت کے فکر و فن میں واقعہ کربلا کو بنیادی اہمیت حاصل ہونی چاہیے تھی ۔۔۔۔ جو یقیناً ہے۔ اگرچہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف نظموں اور غزلوں میں فرزند زہرا ۔۔۔۔ حماسہ ساز کربلا...... شہدائے کربلا کی جاں سپاری اور قربانی کا ذکر کیا ہے...... تاہم رموزِ بے خودی میں اشعار کا ایک تسلسل در معنی حریت اسلامیہ و سرحادثہ کربلا کے عنوان کے تحت قلمبند کیا ہے۔

...... آپ رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ کربلا بیان کرنے سے پہلے توحید کی آفاقی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص ذات باری کے ساتھ اپنا عہد و پیمان قائم کرتا ہے اس کی گردن ہر دوسرے معبود کی پرستش سے آزاد ہو جاتی ہے۔ یعنی جو لوگ توحید خالص کے ماننے پر ثابت قدمی دکھاتے ہیں وہ نمرودوں، فرعونوں اور یزیدوں کے سامنے کبھی نہیں جھکتے۔

ہر کہ پیماں با ہو الموجود بست

گردنش از بندِ ہر معبود رست

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نظام فکر میں درجنوں موضوعات کو اہمیت حاصل ہے۔ ان موضوعات میں عشق و عقل کا موضوع بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے نزدیک عشق و ایمان کی پختگی، محبت کی

استواری، یقین کی فراوانی اور اپنے مقصد کے ساتھ گہری وابستگی کا نام ہے۔ عشق جنون ہے جو عاشق کو نتائج سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

عشق کے مقابلے میں ایک دوسری طاقت عقل ہے۔ اقبال عقل کی عظمت، افادیت اور ضرورت سے منکر نہیں ۔۔۔۔ لیکن وہ عقل کی ایک قسم کو عیار سمجھتے ہیں جو سو بھیس بدل لیتی ہے۔ اس کا کام خود پسندی ۔۔۔۔ انانیت ۔۔۔ انکار ۔۔۔۔ تردد ۔۔۔۔ تشکیک ۔۔۔۔ ہوس رانی ۔۔۔ اور کثرتِ نعمت کی جستجو ہے۔ یہ عموماً ہوس، لالچ، مادیت، محبت دنیا اور عیش و عشرت پر انسان کو آمادہ کرتی ہے۔ عقل کی یہ شکل آدمی کو ظالم و جابر اور غاصب و سفاک بنا دیتی ہے۔ عقل کی دوسری صورت میں غور و فکر، تدبر، حکمت اور مسائل سے آگہی ہے۔ اقبال کے نزدیک جب عقل حرص و ہوس کے دائرے میں رہ کر فعال ہوتی ہے تو انسانی وجود کی قبائے شرافت ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے اور انسان، نوع انسانی کا صیاد بن جاتا ہے اور جب یہی عقل، عشق کے جذبات سے سرشار ہو جاتی ہے تو انسان، نسل انسانی کا محافظ اور خیر خواہ ثابت ہوتا ہے۔ اقبال نے عشق کی مدحت یوں کی ہے

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ

عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام

تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو

عشق خود اک سیل ہے، سیل کو لیتا ہے تھام

عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا

اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ عشق و عقل کا موازنہ عالمانہ اور فلسفیانہ انداز میں کرنے کے بعد واقعہ کربلا کے بارے میں فرماتے ہیں ۔۔۔۔ کیا تو نے سنا ہے کہ میدان کربلا میں عشق نے ہوس پرور عقل کے ساتھ کیسے نبرد آزمائی کی؟ ۔۔۔۔ یہاں امام حسین عشق کی علامت ہیں اور یزید ہوس پرور عقل کی علامت بن کر سامنے آتا ہے۔

آن شنیدستی کہ ہنگام نبرد

عشق با عقل ہوس پرور چہ کرد

آپ سانحہ کربلا کی شاعرانہ اور عاشقانہ تفسیر سے پہلے امام حسین علیٰ جدہٖ وعلیہ السلام کی مدح میں رطب

اللسان ہوتے ہیں وہ عاشقوں کا امام، فاطمہ سلام اللہ علیہا کا فرزند، رسول اکرم ﷺ کے باغ کا سرو آزاد ہے۔

آں امام عاشقاں پورِ بتول
سروِ آزادے ز بستانِ رسول

امام حسین علیہ السلام وہ ہستی ہیں جن کے لئے جناب خاتم المرسلین ﷺ کے دوش مبارک بطور سواری پیش ہوا کرتے تھے۔

بہر آں شہزادۂ خیر الملل
دوش ختم المرسلین نعم الجمل

عشق غیوراں کے خون سے باغیرت ہے۔ کربلا کے واقعہ سے اس موضوع میں حسن اور رعنائی پیدا ہوگئی ہے۔

سرخ رو عشقِ غیور از خونِ او
شوخیٔ ایں مصرع از مضمونِ او

اس امت اس امام عالی مقام کی وہی حیثیت ہے جو قرآن میں سورہ اخلاص کی ہے۔ جیسے یہ سورہ قرآن کی تعلیمات کا نچوڑ اور سلالہ ہے، ایسے ہی امام حسین علیہ السلام کی ذات بھی تعلیمات اسلامیہ کا سلالہ ہے۔ سورۂ اخلاص میں توحید پیش کی گئی ہے جو کہ قرآنی تعلیمات کا مرکزی نکتہ ہے اسی طرح امام حسین علیہ السلام کو بھی امت میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

درمیانِ امت آں کیواں جناب
ہمچو حرفِ قل ھو اللہ در کتاب

واقعہ کربلا کی تاریخی حقیقت اور اس کے تاریخ امت پر اثرات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی روز ازل سے جاری ہے۔ اس کشمکش میں مجاہدین کی قوت بازو سے حق کا غلبہ ہوتا ہے اور باطل شکست و نامرادی سے دوچار۔ اس کی ایک مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو دعوت حق کے راستے پر گامزن ہیں اور یہ عمل فرعون کو کافی گراں گذر رہا ہے۔ وہ

موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کو راہِ حق سے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے، یہاں پر اسی موسیٰ علیہ السلام کا وارث حسین علیہ السلام، یزید کے اقتدار سے متصادم ہو کر اپنی، اپنے اصحاب اور اہل خانہ کی جان کی بازی لگا رہا ہے۔ بظاہر امام حسین علیہ السلام خاک و خون میں لت پت ہو گئے۔۔۔۔۔ ان کے جسم اقدس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔۔۔۔۔ ان کا سر مقدس کربلا سے دمشق لے جایا گیا۔۔۔۔ ان پر فرات کا پانی بند کر دیا گیا۔۔۔۔۔ لیکن اقبال فرماتے ہیں کہ جب خلافت کا تعلق قرآن سے منقطع ہو گیا اور مسلمانوں کے نظام میں حریت فکر و نظر باقی نہ رہی تو اس وقت امام حسین علیہ السلام اس طرح اُٹھے جیسے جانب قبلہ سے گھنگھور گھٹا اُٹھتی ہے۔ یہ بادل وہاں سے اُٹھا۔۔۔۔ کربلا کی زمین پر برسا۔۔۔۔ اور اسے لالہ زار بنا دیا۔

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت
خاست آں سر جلوۂ خیر الامم
چوں سحاب قبلہ باراں در قدم
بر زمین کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ھا کارید و رفت

اگر ان کے سامنے اقتدار، اختیار اور سلطنت غرض و غایت ہوتی تو وہ فقط بہتر (۷۲) افراد کی جماعت کے ساتھ یزیدی سلطنت کی طرف رخ نہ کرتے۔ ساتھیوں کی تعداد کے اعتبار سے ہی دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مخالفین کا لشکر لاتعداد تھا لیکن آپ کے ساتھ صرف بہتر (۷۲) نفوس تھے۔ یہاں علامہ اقبال نے یزداں کے عدد (۷۲) کا حوالہ دیا ہے۔

مدعایش سلطنت بودے اگر
خود نکردے باچنیں ساماں سفر
دشمناں چوں ریگ صحرا لاتعد
دوستان او بہ یزداں ہم عدد

مومن کی تلوار ہمیشہ دین کے غلبہ و اقتدار کے لئے اُٹھتی ہے، ذاتی مفاد کے لئے نہیں۔ اس کا مقصد آئین اور قانون کی حفاظت ہوتا ہے۔

تیغ بہر عزت دین است و بس
مقصد او حفظ آئین است و بس

مسلمان اللہ کے سوا کسی کا محکوم نہیں ہوتا اس کا سر کسی فرعون کے سامنے نہیں جھکتا۔

ما سوا اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

اقبال کی نظر میں امام حسین علیہ السلام حق و صداقت کا وہ میزان ہیں جو ہر دور میں حق و باطل کی کسوٹی ہیں۔تاریخ میں ملتا ہے کہ جب یزید نے مدینہ منورہ کے والی ولید اور مروان کے ذریعے امام حسین علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ کیا تو آپ نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا جو حریت پسندی کے لیے ہمیشہ نصب العین بنا رہے گا۔آپ نے فرمایا تھا:

مِثْلِی لَا یُبَایِعُ بِمِثْلِه "مجھ جیسا شخص یزید جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا"۔

علامہ اقبال نے اسی مفہوم کو ایک اور شعر میں یوں ادا کیا ہے

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
این دو قوت از حیات آید پدید

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ واقعہ کربلا کو اسلام کی بقا کا ضامن قرار دیتے ہیں اور بے ساختہ بول اٹھتے ہیں۔

زندہ حق از قوت شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است

علامہ اقبال امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کو ظلم و استبداد کے خلاف ایک مثالی کردار بنا کر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے قیامت تک ظلم و استبداد کے راستے بند کر دیئے اور اپنے خون کی سیرابی سے رہگزاروں کو چمنستان بنا دیا۔

تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد

اقبال کے نزدیک حسین پاک رضی اللہ عنہ کا عزم و استقلال پہاڑوں کی مانند مضبوط اور استوار تھا اور وہ اپنی تلوار کو دین حق کی عزت و بقاء کے لئے استعمال کرنا چاہتے تھے۔

عزم او چوں کوہساراں استوار
پایدار و تند سیر و کامگار

انہوں نے باطل قوتوں کے خلاف انکار کی شمشیر نیام سے باہر نکالی اور طاغوتی طاقتوں کی رگوں سے خون بہا دیا۔

تیغ لا چوں از میاں بیروں کشید
از رگ ارباب باطل خوں کشید

ان کے مقدس خون نے ایک خوابیدہ ملت کو نئی گرمی اور بیداری عطا کی اور صحرائے کربلا پر الا اللہ کا نقش ثبت کر کے ہماری نجات کا سرنامہ تحریر کیا۔

خون او تفسیر ایں اسرار کرد
ملت خوابیدہ را بیدار کرد
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوان نجات ما نوشت

قرآن کے جذبہ جہاد کا راز ہم نے حسین علیہ السلام سے سیکھا۔ان کی ذات سے ہم نے کئی ہدایت کے مینار روشن کئے۔

رمز قرآن از حسین آموختیم
بہ آتش او شعلہ ہا اندوختیم

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری میں امام حسین علیہ السلام اور کربلا۔۔۔ظلم وستم کے خلاف استقامت اور اسلام کے حقیقی رہبر کی نشاندہی کا ایک استعارہ ہے۔وہ کربلا اور امام عالی مقام علیہ السلام کو حق و وحدت کا معیار اور حق و باطل کا میزان قرار دیتے ہیں۔ان کی حق شناس آنکھ کربلا کے واقعہ کو ایک تاریخی واقعہ کے طور پر نہیں دیکھتی بلکہ وہ امام حسین علیہ السلام کی صدائے احتجاج اور ان کی لازوال قربانی کو اسلام کی بقا اور حیات قرار دیتے ہیں۔

بہر حق در خاک وخون غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است

علامہ اقبال علیہ السلام واقعہ کربلا کو حق و باطل اور خیر وشر کے فقید المثال معرکے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔وہ اس واقعے کے بنیادی کردار حسین پاک علیہ السلام کے صبر کو عشق کا نشان راہ

مانتے ہیں۔ صدقِ خلیل، صبرِ حسین اور معرکہ بدر وحنین یہ سب کچھ اقبال کے نزدیک ایمان وعشق کی کیفیات کا عملی مظہر ہے۔

صدقِ خلیل بھی ہے عشق، صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

اقبال کہتے ہیں کہ ہمارے وجود کی جنبش ان کی ذات سے قائم ہے۔ مسلمانوں کی کئی سلطنتیں قائم ہوئیں اور مٹ گئیں۔ بنی امیہ کی سلطنت دمشق میں ہو یا اندلس میں بنی عباس کی کئی صدیوں پر محیط حکومت، وہ اپنے بھرپور عروج کے بعد ختم ہو گئیں لیکن داستان کربلا ابھی تک زندہ ہے۔ ہمارے تارحیات میں پوشیدہ نغمے اسی مضراب سے بیدار ہوتے ہیں، امام حسین علیہ السلام نے تکبیر کی جو آواز بلند کی تھی اس سے ہمارے ایمانوں میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔

شوکتِ شام و فرِ بغداد رفت
سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت
تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز

حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جہاں واقعہ کربلا کے حماسی اور انقلابی پہلو کو انتہائی خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں وہاں کربلا کے لق ودق صحرا میں نواسہ رسول ﷺ کی مظلومیت آپ کو بے تاب کر دیتی ہے۔ غم حسین علیہ السلام میں اپنے گریے اور آہ وزاری کی طرف اشارے کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

رونے والا ہوں شہید کربلا کے غم میں
کیا دُرِ مقصد نہ دیں گے ساقیِ کوثر مجھے

اے بادِ صبا، اے دور رہنے والوں کا پیغام لے جانے والی ہوا، ہمارے آنسو اس مقدس زمین تک لے جا جہاں وہ آرام فرما ہیں۔

اے صبا اے پیکِ دور افتادگاں
اشک ما بر خاکِ پاکِ او رساں

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اُمت مسلمہ کو بیدار کرنے کے لیے کردار حسینی انجام دینے کی طرف متوجہ کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ امت کی تمام تر مشکلات کا حل کردار شبیری ادا کرنے میں مضمر ہے۔

نواسہ رسول ﷺ کی محبّت و عقیدت

حضرت علامہ خواجہ محمد سلیمان قمر قادری ☆

قوت سلطان و میر از لا الہ — بیت مرد فقیر از لا الہ
فقر گریاں گرمئ بدر و حنین — فقر عریاں بانگ تکبیر حسین
(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

میں کیا! میری اوقات اور بساط کیا! کہ میں اپنی طرف سے اس شہزادہ سادات پیکر اخلاق، نشانِ ہدایت، سید اہل جنت، سردارِ کربلا، دلبند مرتضیٰ، جگر گوشہ سیدہ بتول، راحت قلب رسول ﷺ حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ اقدس ومقدس، مطہر، منور، معطر میں چند الفاظ زیر قلم لاسکوں۔

خود سرکارِ دو عالم نورِ مجسم، شفیع محتشم، احمد مجتبیٰ حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ کے فرامین کی روشنی میں اپنی شفاعت کا وسیلہ تلاش کرتے ہوئے امام عالی مقام علیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ سگانِ رسول ﷺ اور آلِ رسول ﷺ کی فہرست میں میرا نام بھی شامل ہو جائے۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر توشہ آخرت اور کوئی چیز بھی نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ ﷺ اور آلِ رسول ﷺ کے ساتھ محبت ہی در حقیقت آخرت میں بخشش کی ضمانت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ جَدًّا وَجَدَّةً؟ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ عَمًّا وَعَمَّةً؟ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ فَالًا وَخَالَةً؟ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے لوگو! کیا میں تمہیں ان کے بارے میں خبر نہ دو جو (اپنے) نانا، نانی کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہے۔

☆ فاضل درس نظامی ایم اے ایل ایل بی، سجادہ نشین: دربار عالیہ قادریہ ماہنی شریف جھنگ 0300-7500702

اَبًا وَّاُمًّا؛ هُمَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ جَدُّهُمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَّتُهُمَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلَدٍ اُمُّهُمَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْهُمَا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَعَمَّتُهُمَا اُمُّ هَانِيْ بِنْتُ اَبِيْ طَالِبٍ وَخَالُهُمَا الْقَاسِمُ بِنُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَالَاتُهُمَا زَيْنَبُ وَرُقَيَّةُ وَاُمُّ كُلْثُوْمَ بِنَا رَسُوْلُ اللهِ جَدُّهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَعَمَّتُهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَخَالَاتُهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ

(طبرانی)

کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے ماموں اور خالہ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں خبر نہ دوں جو اپنے ماں اور باپ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ وہ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہیں ان کے نانا رسول اللہ ﷺ، ان کی نانی خدیجۃ خویلد رضی اللہ عنہا، ان کی والدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بنت رسول ﷺ، ان کے والد علی بن ابی طالب علیہ السلام، ان کے چچا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب، ان کے ماموں قاسم بن رسول اللہ اور ان کی خالہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان کے نانا، والد، والدہ، چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ (سب) جنت میں ہوں گے اور وہ دونوں (حسنین کریمین علیہم السلام) بھی جنت میں ہوں گے۔

اندازہ فرمائیے! جس ہستی کے حسب و نسب کا یہ مقام ہو اس جیسی کائنات میں کوئی دوسری ہستی کیسے ہو سکتی ہے۔ اور پھر ان کی موت عین ایمان ہے۔ انہیں سے دین محمدی ﷺ کا

چراغ روشن ہے۔

خود سرکار اور قرار، تاجدار مدینہ بسرور قلب وسینہ سید دوعالم ﷺ نے اپنی محبت کا اظہار اس طرح حسنین کریمین علیہم السلام سے فرمایا کہ کائنات ارض وسماوی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

آیئے چند احادیث اس ضمن میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

سیدنا مولائے کائنات، مولد کے جن وانس سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِ حَسَنٍ وَّحُسَيْنٍ فَقَالَ مَنْ اَحَبَّنِيْ وَاَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِيْ فِيْ دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(ترمذی)

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے ہی ٹھکانے پر ہوگا۔

ذرا سوچیے! جناب محترم کون سا ایسا عمل ہے رسول ﷺ اور آلِ رسول ﷺ کی محبت کے سوا۔ جن کے بارے میں رسولِ خدا ﷺ نے سرٹیفکیٹ دیا ہو۔ تو وہ قیامت کے دن کسی شخص کو اس مقام تک پہنچا سکے گا۔

پھر آقائے دوجہاں ﷺ اس انداز سے محبت فرمائیں حسنین کریمین علیہم السلام سے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعَةٍ وَعَلٰى ظَهْرِهٖ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَهُوَ يَقُوْلُ نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا وَنِعْمَ الْعِدْلَانِ اَنْتُمَا

(طبرانی)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ چار ٹانگوں (گھٹنوں اور دونوں ہاتھوں کے بل) پر چل رہے تھے اور آپ ﷺ کی پشت مبارک پر حسنین کریمین علیہم السلام سوار تھے

اور آپ ﷺ فرمارہے تھے تمہارا اونٹ کیا خوب ہے؟ اور تم دونوں کیا خوب سوار ہو؟

پھر توجہ فرمائیے! قارئین کرام! آپ نے یہ ناز اور لاڈ کسی کا نہیں دیکھا ہوگا۔ دنیا میں اولاد کو والدین کے کندھوں پر سواری کرتے دیکھا ہوگا۔ مگر اس انداز سے سواری کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا اور پھر سواری بھی رسول خدا ﷺ خود ہوں۔ اور اس انداز سے حسنین کریمین علیہما السلام کو سواری کرائیں۔ ظاہر ہے جب رسول خدا ﷺ جیسی کائنات میں کوئی ہستی نہیں ہوسکتی۔ کوئی شخص ان کے نعلین سے لمس ہونے والی خاک کے برابر نہیں ہوسکتا تو پھر حسنین کریمین علیہما السلام جن سے آقا ﷺ اس انداز سے محبت فرمائیں! ان جیسا کوئی کیسے ہوسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنُ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَبَاعَدَهُمَا النَّاسُ وَقَالَ النَّبِيُّ دَعُوْهُمَا بِاَبِيْ وَاُمِّيْ (المعجم الکبیر)

حضور نبی کریم ﷺ نماز ادا فرمارہے تھے تو حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام آپ ﷺ کی پشت پر سوار ہوگئے۔ لوگوں نے ان کو منع کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو۔ ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوں اور آقا کریم ﷺ کی بارگاہ میں کوئی عرض کرنا چاہیں تو کلام یہاں سے شروع کریں۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں اور خود آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسنین کریمین علیہما سے محبت کا یہ عالم ہو کہ وہ حسنین کریمین علیہما السلام سے فرمائیں تم پر میرے (محمد ﷺ) کے ماں باپ قربان ہوں۔ اس سے زیادہ محبت کی شان نہیں دی جاسکتی کہ جن کے لئے ہر کائنات ہست خود تخلیق کی گئی۔ ان کا حسنین کریمین علیہما السلام کے ساتھ محبت کا یہ انداز ہو۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ وَسِلْمٌ

لِمَنْ سَالَمْتُمْ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام، سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا جس سے تم لڑو گے میری بھی اس سے لڑائی ہوگی اور جس سے تم صلح کرو گے اس سے میری بھی صلح ہوگی۔

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی روایت ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: جو تم سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا اور جو تم سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔

ان دو حدیثوں کی روشنی میں دعوت فکر دینا چاہتا ہوں کہ مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ یا کربلا کا میدان جس جس شخص نے میرے آقا حسین علیہ السلام سے لڑائی کی۔ یا لشکر بھیجے لڑائی کے لئے۔ ان کی جنگ اس حدیثوں کی روشنی میں کیا امام عالی مقام کے ساتھ ہے۔ نہیں نہیں حقیقت میں ان کی جنگ سرکار عالم نور مجسم ﷺ کے ساتھ ہے اور جس کی لڑائی اور جنگ سرکار ابد قرار ﷺ کے ساتھ ہو اس کے سینے میں ایمان کہاں رہ سکتا ہے اور وہ جنت کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے۔

لہٰذا یزید کے حواری ذرا ہوش کے سانس لیں۔ اول رسول اللہ ﷺ کا مقدس خون بہانے والا مومن اور جنتی کہاں ہوسکتا ہے؟

وہ لاکھ عبادتیں اور ریاضتیں کرے پھر بھی جنت کا حقدار نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنِّيْ سَاَلْتُ اللهَ لَكُمْ ثَلَاثًا اَنْ يُّثَبِّتَ قَائِمَكُمْ وَاَنْ يَّهْدِيَ ضَالَّكُمْ، وَاَنْ يُّعَلِّمَ جَاهِلَكُمْ، وَسَاَلْتُ اللهَ اَنْ يَّجْعَلَكُمْ جُوَدَاءَ نُجَدَاءَ رُحَمَاءَ فَلَوْ اَنَّ رَجُلًا صَفَنَ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے بنو عبد المطلب میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں مانگی ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ تمہارے قیام کرنے والے کو ثابت رکھے۔ دوسری یہ کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے۔ اور تیسری یہ کہ وہ تمہارے جاہل کو علم عطا

فَصَلّٰى وَصَامَ ثُمَّ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ مُبْغِضٌ لِاَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ النَّارَ

(المستدرک الحاکم، المعجم الکبیر)

کرے۔ اور میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی مانگتا ہے کہ وہ تمہیں سخاوت کرنے والا، دوسروں کی مدد کرنے والا اور دوسروں پر رحم کرنے والا بنائے۔ پس اگر کوئی مومن کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور پھر (مرنے کے بعد) اللہ تعالیٰ سے ملے درانحالیکہ وہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا ہو تو وہ دوزخ اب دیکھیے! اگر کوئی شخص صحن کعبہ میں کھڑا ہو اور پھر رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو۔ پھر قطار میں حالت نماز میں ہو۔ اور روزہ دار بھی ہو اب سوچیں عبادت کے لئے ساری روئے زمین سے بہتر اجر و ثواب والی جگہ صحن کعبہ ہے پھر پورے صحن کعبہ سے رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان والی جگہ بہتر پھر نماز کی حالت اور روزہ دار بھی ہو اس سے زیادہ عبادت کا تصور آپ کیا کر سکتے ہیں مگر اس سب کے باوجود اگر دل میں اہل بیت کا بغض ہو تو جہنمی ہے۔

اسی ضمن میں ایک دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهٗ وَهُوَ يَقُوْلُ . اَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ اَبْغَضَنَا اَهْلَ الْبَيْتِ حَشَرَهُ اللهُ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ يَهُوْدِيًّا فَقُلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى قَالَ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ اَيُّهَا النَّاسُ اِخْتَجَرَ بِذَالِكَ مِنْ سَفْكِ دَمِهٖ وَاَنْ يُؤَدِّيَ الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صٰغِرُوْنَ مُثِّلَ بِيْ اُمَّتِيْ فِي الْبَطْنِ فَمَرَّبِيْ اَصْحَابُ الرَّايَاتِ فَاسْتَغْفَرْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَشِيْعَتِهٖ

(المعجم الاوسط)

ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے مخاطب ہوئے۔ پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو! جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہودیوں کے ساتھ اٹھائے گا۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ وہ نماز، روزہ کا پابند ہی کیوں نہ ہو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگرچہ وہ نماز اور روزہ کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور خود کو مسلمان تصور کرتا ہو۔ اے لوگو! ایسا لبادہ اوڑھ کر اس نے اپنے آپ کو خود خون کے مباح ہونے سے بچایا اور یہ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔ درانحالیکہ وہ گھٹیا اور کمینے ہوں۔ پس میری امت مجھے میری ماں کے پیٹ میں دکھائی گئی۔ پس میرے پاس سے جھنڈوں والے گزرے۔ تو میں نے علی علیہ السلام اور اس کے مددگاروں کے لئے مغفرت طلب کی۔

ذرا دیکھیے! خود رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ جس شخص کے دل میں اہل بیت کا بغض ہو تو بے شک روزہ دار اور نمازی ہو اور خود کو مسلمان تصور کرے۔ مگر بغض اہل بیت کی وجہ سے اس کا حشر قیامت کے دن مسلمانوں کے ساتھ نہیں بلکہ یہودیوں کے ساتھ ہوگا۔ اہل بیت سے بغض رکھنے والے شخص کے سینے میں ایمان نہیں رہ سکتا۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ خُدَيْجٍ ! يَامُعَاوِيَةَ بْنِ خُدَيْجٍ .

حضرت امام حسن علیہ السلام بن علی علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معاویہ بن

إِيَّاكَ وَبُغْضَنَا فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُبْغِضُنَا أَحَدٌ وَلَا يَحْسُدُنَا أَحَدٌ إِلَّا ذِيْدَ عَنِ الْحَوْضِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِسِيَاطٍ مِّنْ نَارٍ

(المعجم الاوسط۔ مجمع الزوائد)

خدیج سے فرمایا۔ اے معاویہ بن خدیج! ہم (اہل بیت) کے بغض سے بچو۔ کیونکہ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم (اہل بیت) سے کوئی بغض نہیں رکھتا اور کوئی حسد نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ قیامت کے دن اسے آگ کے چابکوں سے حوضِ کوثر سے دھتکار دیا جائے گا۔ یہ میرے آقا علیہ السلام کا فرمان ہے جو سیدنا امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ اہل بیت سے بغض و حسد رکھنے والا قیامت کے دن حوضِ کوثر سے سیراب ہونے سے محروم رہے گا۔ کیا حشر ہوگا ایسے شخص کا جسے آگ کے چابکوں سے مار مار کر حوضِ کوثر سے دھتکار دیا جائے گا۔ اہل بیت علیہم السلام سے بغض و حسد رکھنے کے سبب۔

یہ سزا تو صرف اہل بیت علیہم السلام سے بغض رکھنے کی ہے کہ وہ دوزخی ہے جہنمی ہے اگرچہ وہ صحن کعبہ میں رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو روزے اور نماز کی حالت میں اور اس کا حشر قیامت کے دن یہودیوں کے ساتھ ہوگا۔ اگر وہ بظاہر مسلمان ہو اور روزہ اور نماز کا پابند ہوں اور قیامت کے دن اسے حوضِ کوثر سے سیراب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ تو جنہوں نے کربلا میں تین دن معصوم بچوں کو بھوکا اور پیاسا رکھا۔ پھر ظلم وستم سے شہید کیا اور جس نے یہ سارا اپنی حکومت بچانے کے لئے کروایا۔ اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔ خدا کا غضب ہو ایسے ملاؤں پر جو ابھی بھی دشمن حسین علیہ السلام کو مومن اور جنتی تصور کرتے ہیں۔

کچھ تو خونِ رسول ہاشمی ﷺ کی پاسداری بھی ہونی چاہیئے۔

حضرت ابن ابی نعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَسَأَلَهُ عَنِ الْمُحْرِمِ. قَالَ شُعْبَةُ أَحْسِبُهُ بِقَتْلِ الذُّبَابِ، فَقَالَ أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنَ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ ابْنَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا

(بخاری)

حضرت ابن ابن نعم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کسی نے ان سے حالت احرام کے بارے میں دریافت کیا۔ شعبہ فرماتے ہیں میرے خیال میں احرام باندھنے والے کا مکھی کے بارے میں پوچھا ہوگا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اہل عراق مکھی مارنے کا حکم پوچھتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے نواسے (امام حسین علیہ السلام) کو شہید کر دیا تھا۔ اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ دونوں (حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام) ہی ہمارے گلشن دنیا کے دو پھول ہیں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ نُعْمٍ: أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ يُصِيْبُ الثَّوْبَ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أُنْظُرُوْا إِلَى هٰذَا يَسْأَلُ عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَتَيَّ مِنَ الدُّنْيَا

(ترمذی ونسائی)

حضرت عبدالرحمان بن ابی نعیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کپڑے پر مچھر کا خون لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو دیکھو مچھر کے خون کا مسئلہ پوچھتا ہے؟ حالانکہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا اور میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا۔ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہی تو میرے گلشن دنیا کے دو پھول ہیں۔

بغض حسین علیہ السلام رکھنے والے کا دین متین کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

حضرت یزید بن ابوزیاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عَنْ يَزِيْدَبْنِ اَبِيْ زِيَادٍ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَمَرَّ عَلٰى فَاطِمَةَ فَسَمِعَ حُسَيْنًا يَبْكِيْ ، فَقَالَ :اَ لَمْ تَعْلَمِيْ اَنَّ بُكَاءَهُ يُؤْذِيْنِيْ

(المعجم الکبیر)

حضرت یزید بن ابوزیاد سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر تشریف لائے اور سیدنا فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر کے پاس سے گزرے تو حضرت حسین علیہ السلام کو روتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

یاد رکھئے! رسولِ خدا ﷺ اور آلِ رسول ﷺ کی محبت کے بغیر قیامت کے دن کوئی چھٹکارا نہیں پاسکے گا۔ خود مولائے کائنات علی علیہ السلام سے روایت ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ اَنَا وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُحِبُّوْنَا؟ قَالَ مِنْ وَرَائِكُمْ

(المستدرک للحاکم)

حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے میں میں (علی علیہ السلام) فاطمہ، حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم سے محبت کرنے والے کہاں ہونگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پیچھے پیچھے۔

ایک دوسری حدیث پاک جو مولائے کائنات علی علیہ السلام سے مروی ہے:

عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَنَا وَفَاطِمَةُ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ مُجْتَمِعُوْنَ وَمَنْ اَحَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاْكُلُ وَنَشْرَبُ حَتّٰى يُفَرَّقَ بَيْنَ

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں، فاطمہ سلام اللہ علیہ، حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اور جو ہم سے محبت کرتے ہیں قیامت کے

الْعِبَادِ

(المعجم الکبیر)

دن ایک ہی مقام پر جمع ہونگے اور ہمارا کھانا پینا بھی اکٹھا ہوگا۔ تا آنکہ لوگ (حساب و کتاب) کے بعد جدا جدا کر دیئے جائیں گے۔

تو اہل بیت کرام علیہم السلام سے محبت کرنے والے قیامت کے دن بھی انہیں کے ساتھ ہونگے۔ جب قیامت کا دن ہوگا نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ لوگ پریشان و مضطرب ہونگے۔ حساب و کتاب ہو رہا ہوگا۔ اس دن رسولِ خدا ﷺ کی آل پاک سے محبت کرنے والے خوش و خرم ہونگے۔ لوگ حساب و کتاب میں مصروف ہونگے۔ پریشان حال ہونگے۔ اور میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل بیت سے محبت کرنے والوں کی تواضع کی جارہی ہوگی۔ قیامت کے دن اللہ پاک اپنے حبیب ﷺ اور آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آلِ پاک سے محبت کرنے والوں کو یہ جزا دے گا۔ اللہ پاک ہم سب کو آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ ﷺ کی آلِ پاک کی محبت و عقیدت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضور پرنور ﷺ نے فرمایا:

"مجھ پر ناقص درود نہ بھیجا کرو۔"

عرض کیا گیا، ناقص درود کون سا ہے؟ فرمایا:

تم کہتے ہو: اللھم صل علی محمد

اور یہیں رک جاتے ہو بلکہ یوں کہا کرو اللھم صل علی محمد وعلی آلِ محمد

یعنی آل کا نام لئے بغیر پڑھنا ناقص اور آل کے نام کے ساتھ پڑھنا کامل درود شریف ہے۔

(صواعق المحرقہ صفحہ ۱۴۴ امام ابن حجر عسقلانی، شرف النبی ﷺ صفحہ ۲۳۷ شیخ عبدالملک نیشاپوری)

معرکۂ کربلا

آصف محمود خان

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ نعش جگر گوشۂ بتول

اے فرات! تیرے کناروں پر جگر گوشۂ بتول نورِ دیدہ علی مرتضیٰ، سوار دوشِ رسول سردار جوانانِ جنت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بہتر رفقاء کے ہمراہ ملوکیت کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوگیا۔

اس کے ساتھیوں کے اعضا ایک ایک کر کے کاٹے گئے۔ اس کے جوان بیٹوں، بھتیجوں اور بھائیوں کو اس کی نظروں کے سامنے شہید کر دیا گیا۔ اور شیر خوار معصوم بچے علی اصغر کے حلقوم کو تیروں سے چھید دیا گیا۔ لیکن سبط رسول کے پائے عزم واستقلال میں معمولی سی لغزش نہ آئی۔ شجاعت وایثار کا یہ پیکر کوہ گراں کی طرح طاغوتیوں اور یزیدیوں کے مقابلہ میں ڈٹا رہا۔ اس نے علم اسلام کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔

اے خاکِ نینوا! تیرے ذرے اس حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سیراب ہوئے جس حسین رضی اللہ عنہ کی دینداری، بزرگی، شجاعت و ریاضت، غلامان سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے مشعل راہ ہدایت رہی۔ جس حسین رضی اللہ عنہ نے محض اسلام کی برتری و عظمت اور اسلام کے زریں وغیر فانی تعلیمات واصولات کو زندہ رکھنے کے لئے نہ صرف اپنی بلکہ اپنے بہتر ساتھیوں کی جانیں نچھاور کر دیں۔ ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا لیکن فسق وفجور، ظلم واستبداد، ملوکیت وطاغوتیت کے سامنے سر نہ جھکایا۔ ظلم کی بیعت نہ کی، ملوکیت کی اطاعت قبول نہ کی۔ وہ ایک اصول کی خاطر بھوکا پیاسا ہزاروں کے لشکر سے ٹکرا گیا۔ اس نے تلواروں کی جھنکاروں، نیزوں کے حملوں اور تیروں کی بارش کے درمیان للکار کر کہا۔

"پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں، دریاؤں کے رخ بدل سکتے ہیں۔ گردشِ چرخ میں فرق آسکتا ہے۔ شمس وقمر طلوع وغروب کے مقامات تبدیل ہو سکتے ہیں۔ لیکن قرآن کی تعلیمات اسلام کے اصول اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات میں سرمو تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ انہیں بدلا نہیں

جاسکتا۔ ان میں ترمیم نہیں ہوسکتی۔ اسلام جمہور کا مذہب ہے اور دین فطرت ہے۔ اسلام نسل ورنگ کی قدغنوں اور بندھنوں سے آزاد ہے۔ اسلام اجازت دیتا ہے ایک حبشی کو اگر وہ نیک نہاد ہے۔ نیک اعمال ہے صاحب صوم وصلوٰۃ ہے۔ پابند شریعت حق ہے۔ اور تابع ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ تو وہ مسلمانوں کی رائے عامہ سے مسلمانوں کا خلیفہ بن سکتا ہے۔ اسلام نے قیصروں اور کسراؤں کی مخالفت کی ہے۔ اسلام نے دنیا سے طاغوتیت اور ملوکیت کی بنیادوں کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا ہے اس کے کھنڈروں پر جمہوریت کا قصر تعمیر کیا ہے۔ اسلام نے خلافت کو جدی میراث قرار نہیں دیا اور جو لوگ خلافت کو جدی میراث بنا کر اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اسلام کے اصولوں کے باغی ہیں۔ ایسے باغیوں کے سامنے سبطِ رسول گردن جھکا دے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا۔"

کون نہیں جانتا کہ کرب وبلا کی تانبے کی طرح تپتی ہوئی ریت پر جوانانِ اہل بیت کی تڑپتی ہوئی لاشیں، خیموں سے العطش العطش کی بلند ہوتی ہوئی دل دوز اور فلک کو ہلا دینے والی صدائیں، معصوم اصغر کی باپ کے بازوؤں میں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتی اور پھڑپھڑاتی ہوئی لاش اور نرم ونازک حلق سے خون کا بہتا ہوا دھارا۔ حسین رضی اللہ عنہ کے پائے اثبات اور عزم واستقلال کو ڈگمگا نہ سکا۔ تیروں کی بارش ہوتی رہی۔ نیزے، بھالے اور تلواریں چرکے پر چرکا دیتی رہیں۔ لیکن حسین موت کو دیکھ کر مسکراتے رہے اور گم کردہ راہ یزیدیوں کو حق کی طرف بلاتے رہے اور یزیدی لشکر کی طرف سے حملے ہوتے رہے اور یزید کی بیعت کرنے کا مطالبہ جاری رہا۔ لیکن حسین رضی اللہ عنہ چٹان کی طرح اپنے فیصلہ پر ڈٹے رہے انہوں نے نہایت واضح اور واشگاف الفاظ میں بتا دیا کہ:

"حسین رضی اللہ عنہ کا سارا کنبہ کٹ جائے اور اس کے اعضائے جسمانی کو ایک ایک کر کے جدا کر دیا جائے لیکن یہ کبھی نہ ہوگا کہ حسین رضی اللہ عنہ یزید کے ہاتھوں پر بیعت کر کے دنیا میں فسق وفجور کی حکومت قائم کرنے میں مددگار بنے۔ حسین رضی اللہ عنہ زندہ رہے یا شہید ہو جائے لیکن فسق وفجور، ظلم واستبداد اور ملوکیت وطاغوتیت کے سامنے جھک جائے اس کی بیعت کر لے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا نخل اسلام کو اہل بیت اپنے خون سے سینچیں گے لیکن اسے خشک نہیں ہونے دیں گے۔"

حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ سر نیزہ پر چڑھایا گیا۔ شہداء کی لاشوں کو روندا گیا۔ اہل بیت کے خیموں کو لوٹا گیا۔ عابد بیمار کو پابجولاں کر لیا گیا۔ خیموں کو نذر آتش کیا گیا۔ حرم اہل بیت کی چادریں چھین لی گئیں اور ان بیبیوں کو جن کی شکل وصورت کبھی فرشتوں نے بھی نہیں دیکھی تھی۔ ان کو بے نقاب کوفہ اور دمشق کے بازاروں میں پھرایا گیا۔ کوفہ کے ان ہزاروں باشندوں نے جنہوں

نے حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر بلایا اور بعد میں فریب کیا۔ دھوکا دیا اور راہِ فرار اختیار کی۔ انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جشن منایا۔ انہوں نے زر و دولت اور جاہ و چشم کے سامنے سر جھکا دے اور محض وقتی عیش و عشرت اور اعزاز کی خاطر امامِ وقت کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہ لوگ مٹ گئے ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ تیرہ سو سال سے ان پر آسمان کے ستارے زمین کے ذرے اور اربوں انسان لعنتیں بھیج رہے ہیں لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ آج بھی زندہ ہیں اور ان کا نام قیامت تک زندہ رہے گا اور زندہ ہے۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسین رضی اللہ عنہ کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سادات کہنے کی وجہ

حضرت علی شیر خدا علیہ السلام کی وہ اولاد جو حضرت خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے ہے اسے "سید" کہتے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کی وہ اولاد جو دوسری بیویوں کے بطن سے ہے اسے "علوی" کہتے ہیں سید نہیں کہتے جیسے محمد بن حنفیہ وغیرھم۔ یہ تمام فضائل اس اولاد شریف کے ہیں جو حضرت خاتونِ جنت کے بطن اقدس سے ہوں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف میں یہ حضرات داخل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو "سید" دو وجہ سے کہتے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں شہزادوں حضرات حسنین علیہما السلام کے متعلق ارشاد فرمایا: "میرے حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام جوانانِ جنت کے (سید) سردار ہیں"۔ یعنی جوانی میں جو فوت ہوئے ان کے سردار ہیں۔ نیز امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: "ابنی ھذا سید" یعنی میرا یہ فرزند سید (سردار) ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے۔" (صحیح بخاری۔ بیہقی۔ خصائص کبریٰ مترجم صفحہ ۲۹۶ جلد ۲)

چونکہ ان شہزادوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید فرمایا اس لئے ان کی اولاد کو بھی سید کہا گیا ہے۔

(۲) دوسرے اس لئے کہ سید کے معنی ہیں سردار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب ہے سید المرسلین۔ یہ حضرات ان کی اولاد ہیں تو رسولوں کے سردار کی اولاد بھی مسلمانوں کی سردار کہلاتی ہے۔ سبحان اللہ!

میدانِ کربلا۔۔۔ ذبحِ عظیم کی تعبیر

سید محمد انور بخاری قادری (پشاور)

اسلامی سال کا آغاز ماہِ محرم سے ہوتا اور اختتام ذوالحجہ پر ہوتا ہے۔ ان دونوں ماہ مبارکہ کی دس تاریخیں تاریخ اسلام میں نمایاں شہرت و مقبولیت رکھتی ہیں۔ ماہِ ذوالحجہ کی وجہ شہرت حج بیت اللہ شریف کی عید الاضحیٰ کی بدولت ہے کہ پورے سال میں تمام دنیا کے مسلمان اسی ماہِ مبارک میں حج کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور اسی مہینے کی دس تاریخ کو پوری دنیا کے مسلمان عید الاضحیٰ کی نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حلال جانوروں کی قربانی کر کے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت مبارکہ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کی اس قربانی کا ذکر خیر بڑی محبت سے فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی جناب سے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا اکلوتا بیٹا اسماعیل علیہ السلام کو راہِ خدا میں قربان کرنے کا حکم ہوا تو آپ علیہ السلام فوراً اس کے لئے تیار ہو گئے اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو لٹا کر اس کے گلے پر چھری پھیر کر ذبح کرنے والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچا لیا اور ان کی جگہ دنبہ بھیج دیا جو ذبح ہوا اور پھر امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال اس قربانی کی یاد مناتے ہوئے معنوی لحاظ سے سنت خلیل علیہ السلام پر عمل درآمد کی کوشش کرتی ہے۔

جبکہ ذبح عظیم کی تفسیر و تعبیر اور حقیقی قربانی کی سعادت حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کو اولاد امجاد میں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جگر گوشہ بتول سلام اللہ علیہا، نور چشم مرتضیٰ اور برادر اصغر حضرت امام حسن علیہ السلام جناب سید الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کے حصہ میں آئی۔ جنہوں نے دس محرم الحرام ۶۱ ہجری کو اسلام کی سربلندی اور یزیدی فتنہ کے سدباب کے لئے اپنی اور اپنے بہتر جاں نثاروں کی جانیں بارگاہِ الٰہی میں پیش کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے آنجناب علیہ السلام کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

آں امام عاشقاں پورِ بتول — سروِ آزاد ز بستانِ رسول
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر — معنی ذبح عظیم آمد پسر

سید الصادقین، امام الانبیاء، عالم علومِ اولین و آخرین جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے مستقبل میں پیدا ہونے والے فتنوں کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مطلع فرمایا۔ احادیث نبوی ﷺ میں ان کی تفصیلات موجود ہیں۔ ایک حدیث شریف میں فتنوں کے آغاز کا ذکر کرتے ہوئے پیارے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان فتنوں کے درمیان ایک دروازہ حائل ہے جب یہ توڑ دیا جائے گا تو یہ فتنے پانی کی لہروں کی طرح موجیں ماریں گے۔

اہل علم جانتے ہیں اس دروازے سے خلیفہ ثانی امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس مراد تھی۔ جب تک وہ زندہ رہے تو یہ فتنے بھی دبے رہے لیکن جب آپ رحمۃ اللہ علیہ شہید کر دیئے گئے تو گویا وہ دروازہ ٹوٹ گیا جس کی طرف حدیث نبوی ﷺ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ جب یہ بند ٹوٹ گیا تو فتنے بھی امت محمدیہ ﷺ میں داخل ہونے لگے اور خلیفہ سوم عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ انتہائی مظلومی اور بے کسی کے عالم میں شہید کر دیئے گئے۔ ان کے بعد امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور باقی تمام زندگی ان فتنوں کی سرکوبی کرتے ہوئے بسر فرمائی یہاں تک کہ جامع مسجد کوفہ میں آپ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی خلافت راشدہ کی تیس سالہ مدت بھی اختتام کو پہنچی جس کا ذکر حضورِ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا اور خلافت کی جگہ ملوکیت (بادشاہت) کا دور شروع ہوا۔ اور پھر جوں جوں عہد نبوی ﷺ سے زمانہ دور ہوتا رہا تو فتنوں کو بھی عروج حاصل ہوتا رہا اور یہ فتنے اس قدر بڑھے کہ دس محرم الحرام ۶۱ ہجری حضور نبی کریم ﷺ کے محبوب نواسے سید الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کو میدان کربلا میں تین دن تک پیاسا رکھ کر شہید کر دیا گیا۔ ان کے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں اور بہتر جاں نثاروں کو نہایت بے دردی اور شقی القلبی سے شہید کر کے ان کے سر جسموں سے جدا کر دیئے گئے اور ان کی مقدس لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے اور اس مقدس ترین طائفے کے مبارک سروں کو نیزوں پر اٹھا کر گلی گلی اور شہر شہر گھماتے ہوئے یزید کے دربار میں لے جایا گیا۔

اس دردناک سانحہ کی اطلاع جب مدینہ منورہ میں پہنچی تو اہل مدینہ یزید کی ان ستم ظریفیوں کے خلاف سراپا احتجاج بن گئے اور یزید کے خلاف بغاوت کر دی جسے فرو کرنے کے

لئے یزید نے ایک فوج روانہ کی جس کی ظالمانہ کاروائیاں واقعہ حرہ کے نام سے تاریخ اسلام میں درج ہیں۔ اس فوج نے مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اہل مدینہ کے خون سے گلیوں میں ندیاں بہا دیں۔ تین دن تک مسجد نبوی میں گھوڑے بندھے رہے، اذان نہیں ہوئی اور نہ باجماعت نماز ادا کی گئی البتہ حضرت سعید بن مصیب رضی اللہ عنہ مجذوب بن کر مسجد نبوی میں روپوش ہو گئے۔ فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کے اندر سے پانچ وقت اذان کی آواز آتی، پھر اقامت ہوتی اور پیارے محبوب ﷺ خود بنفس نفیس نماز پڑھاتے، یوں اس طرح تین دن تک میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں۔

مدینہ منورہ کو تباہ و تاراج کرنے کے بعد یزیدی لشکر نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا جہاں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ موجود تھے۔ وہ خانہ کعبہ کے اندر چلے گئے جو امن کی جگہ ہے لیکن یزید کے ظالم اور بدبخت سپاہیوں نے منجنیق سے خانہ کعبہ پر پتھر برسانا شروع کر دیئے جس کے نتیجہ میں خانہ کعبہ کے غلاف کو آگ لگ گئی اور خانہ کعبہ کی عمارت بھی جل گئی جبکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

یہ سب یزید کے سیاہ کارنامے ہیں اور یہ پہلی صدی ہجری میں سامنے آئے جبکہ اس وقت تاریخ اسلام کی پندرہویں صدی ہجری کا اٹھائیسواں سال شروع ہو چکا ہے۔ سوچیں اور غور کریں کہ یہ فتنے کس قدر ترقی کر چکے ہیں اور موجیں مار رہے ہیں جن کا ذکر پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا۔ لہٰذا ان فتنوں کے سیلاب سے بچنے کے لئے کشتی نوح کی ضرورت ہے جو اس میں سوار ہو جائے گا ان فتنوں کی لہروں میں غرق ہونے سے بچ جائے گا جس کا ذکر سید الصادقین ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا تھا: "میری اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی مانند ہے جو اس میں سوار ہو گیا بچ گیا اور جو سوار نہ ہوا غرق ہو گیا" یعنی اہل بیت اطہار علیہم السلام کی محبت سے اپنے قلوب و اذہان کو منور کرنے کی اشد ضرورت ہے اور ان کے ساتھ وابستہ رہنے کی انتہائی ضرورت ہے کیونکہ ان کا دامن تھام لینے ہی میں نجات ہے۔

حسنین کریمین علیہما السلام کی محبت کا صلہ جنت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

پریشان حالی میں تشریف لائیں۔ پیارے محبوب ﷺ نے ان کو غم ناک دیکھ کر فرمایا: "تیرا باپ تجھ پر فدا ہو کیوں پریشان ہو؟ تو انہوں نے روتے ہوئے عرض کیا حسنین کریمین علیٰ جدہ علیہ السلام گھر سے غائب ہیں اور بہت دیر ہو گئی ہے۔ پیارے محبوب ﷺ نے اپنی جگر گوشہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ان کا رب تعالیٰ خالق و مالک ان پر تجھ سے اور مجھ سے زیادہ مہربان ہے۔ پھر اپنے دست مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی اے میرے پروردگار تو ان کی حفاظت فرما اور ان کو سلامت رکھ۔ فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ غمگین نہ ہو وہ دونوں حظیرہ بنی نجار میں آرام فرما رہے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی حفاظت اور آرام و سکون کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرما رکھا ہے جو ان کی نگہداشت کر رہا ہے۔"

پیارے محبوب ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں حظیرہ بنی نجار تشریف لے گئے تو دیکھا کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے ساتھ لیٹے ہوئے سو رہے ہیں۔ فرشتے نے اپنے ایک بازو کے پَر ان کے نیچے بچھا رکھے ہیں اور دوسرے بازو کے پروں سے ان پر سایہ کیا ہوا ہے۔ سرورِ کونین ﷺ نے دونوں کو چوما اور بیدار فرمایا پھر سیدنا امام حسن علیٰ جدہ علیہ السلام کو اپنے دائیں کندھے پر بٹھا لیا اور سیدنا امام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کو اپنے بائیں کندھے پر سوار کر لیا اور روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایک صاحبزادہ مجھے دے دیں تاکہ میں اسے اٹھا لوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نہایت عمدہ سواری ہے اور ان کی یہ نہایت عمدہ سوار ہیں اور ان کا باپ ان سے بہتر ہے۔"

پھر جب آپ ﷺ مسجد نبوی پہنچے تو دونوں نواسوں کو اپنے مبارک کندھوں سے نیچے اتارا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا: "اے مسلمانوں کی جماعت! کیا میں تمہیں ان دو بچوں کے بارے میں آگاہ کروں جو ازروئے نانا و نانی سب لوگوں سے بہتر ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا فرمائیں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حسن علیٰ جدہ علیہ السلام اور حسین علیٰ جدہ علیہ السلام ہیں جن کا نانا اللہ تعالیٰ کا رسول اور خاتم النبیین ہے اور ان کی نانی حضرت ام المومنین خدیجہ بنت خویلد سلام اللہ علیہا جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔"

پھر فرمایا ان کے بارے میں آگاہ کروں جو تمام لوگوں سے ازروے ماں اور باپ کے بہتر ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ارشاد فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حسن علیٰ جدہ علیہ السلام و حسین علیٰ جدہ علیہ السلام ہیں کہ ان کا باپ حیدر کرار علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور ماں سیدۃ

نساء العالمین سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کیا ان کے بارے میں تمہیں آگاہ کروں جو سب لوگوں سے ازروئے چچا اور پھوپھی کے بہتر ہیں تو صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حسن علیٰ جدہ علیہ السلام و حسین علیٰ جدہ علیہ السلام ہیں ان کے چچا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور پھوپھی حضرت ام ہانی بنت ابی طالب ہے۔ پھر سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ان کے بارے میں بتاؤں جو ازروئے ماموں اور خالہ سب لوگوں سے بہتر ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور بتائیں یا رسول اللہ ﷺ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حسن علیٰ جدہ علیہ السلام و حسین علیٰ جدہ علیہ السلام ہیں جن کے ماموں حضرت قاسم بن محمد ﷺ اور خالہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: "اے میرے پروردگار تو جانتا ہے کہ حسن علیٰ جدہ علیہ السلام و حسین علیٰ جدہ علیہ السلام جنت میں ہوں گے اور جو ان سے محبت کرنے والے ہیں وہ بھی ان کے ساتھ جنت میں ہوں گے اور جو ان سے بغض رکھے گا اس کا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا۔"

(مولانا عبید اللہ امرتسری، ارجح المطالب، صفحہ ۳۰۶۔۳۰۷)

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ کے صدقہ میں ہمیں حسنین کریمین علیٰ جدہ علیہ السلام کی محبت نصیب فرمائے اور ان کے بغض سے اپنی امان میں رکھے۔ آمین!

حضور ﷺ کو شہادت حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کی خبر پانچ مرتبہ دی گئی

کنز الغرائب میں لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو پانچ درج ذیل موقعوں پر شہادت حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کی خبر دی۔

۱۔ جب آپ کی پیدائش ہوئی۔

۲۔ جب آپ چار ماہ کے تھے۔

۳۔ جب آپ تین برس کے تھے۔

۴۔ جب آپ نے چوتھے سال میں قدم رکھا۔

۵۔ اور جب آپ پانچ برس کے ہوئے۔

(فضائل حسنین علیٰ جدہ علیہ السلام صفحہ ۱۵) بحوالہ، فاطمہ کا لال۔ از: ابو السعادات پیر سید مفتی حبیب احمد ہاشمی (سیالکوٹی) صفحہ ۵۹

نقشہ

دریائے فرات
موصل
حمص
دمشق
کربلا
کوفہ
دریائے فرات
مدینہ منورہ
مکہ
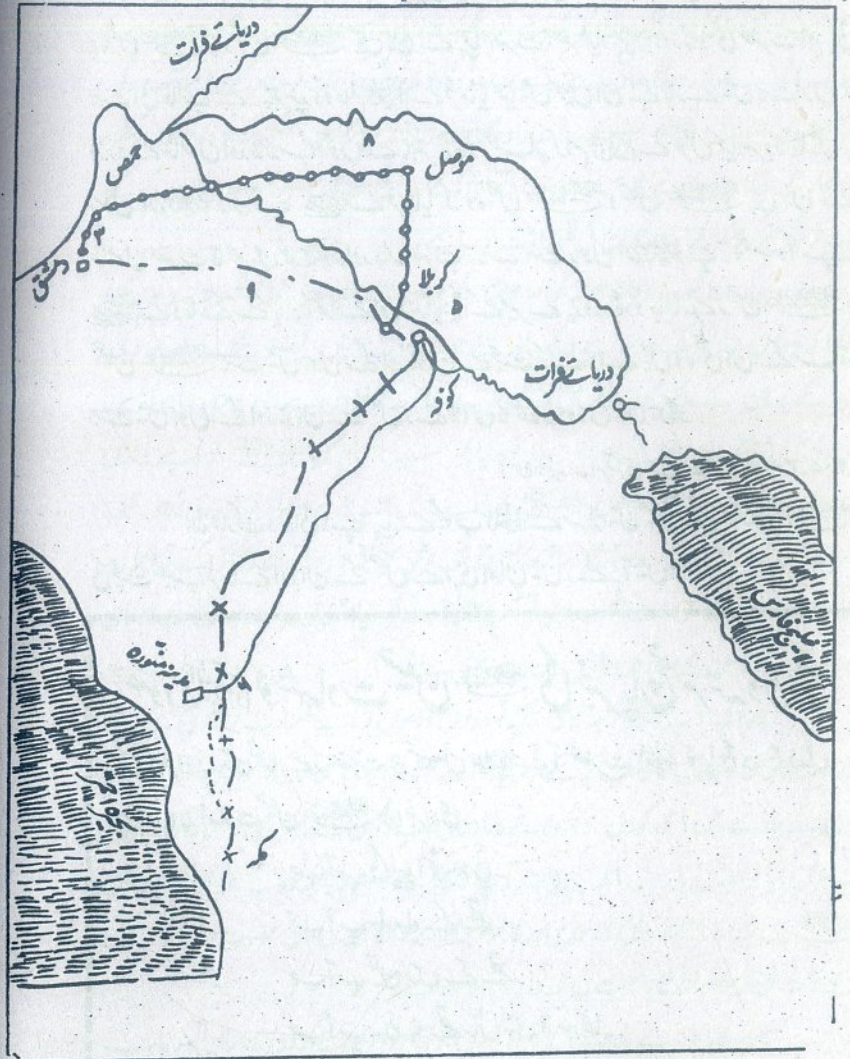
ذکر حسین علیٰ جدہٖ علیہ السلام

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین — جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسینؓ
جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسینؓ — جس نے سب کچھ کھو کے پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسینؓ
جس نے اپنے خون کی کردی سخاوت وہ حسینؓ — جس نے ہنس کے پی لیا جام شہادت وہ حسینؓ

(جگر مرادآبادی)
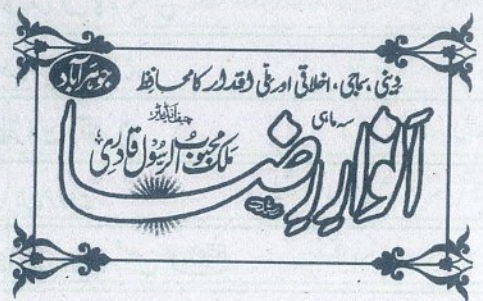
حسن ترتیب

در معنیٔ حریت اسلامیہ و سرِ حادثۂ کربلا

از: علامہ پیر سید محمد ظفر اللہ شاہ بخاری

اسلامی حریت کی حقیقت اور سانحہ کربلا کے راز کے بارے میں افکارِ مفکرِ پاکستان، شاعرِ مشرق

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

۱ ہر کہ پیماں با "ھو الموجود" بست — گردنش از بندِ ہر معبود رست

۲ مومن از عشق است و عشق از مومن است — عشق را ناممکن ما ممکن است

۳ عقل سفاک است و او سفاک تر — پاک تر، چالاک تر، بیباک تر

۴ عقل در پیچاکِ اسباب و علل — عشق چوگاں بازِ میدانِ عمل

۱۔ جس کسی نے "ھو الموجود" سے عہد و پیمان باندھ لیا، اس کی گردن ہر معبود کی زنجیر سے رہائی پاگئی۔ جس مسلمان کا توحید ایزدی پر کامل ایمان ہو وہ کسی بھی باطل قوت یا مادی طاقتوں کے خوف سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۲۔ مومن کا تعلق عشق سے اور عشق کا تعلق مومن سے ہے۔ عشق کے لئے ہمارا "ناممکن، ممکن" ہے۔ مومن اور عشق خدا اور رسول ﷺ لازم و ملزوم ہیں۔ عشق کی بدولت مومن میں وہ قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ایسے عظیم جذبوں سے سرشار ہو جاتا ہے جن کی بدولت وہ مشکل ترین اور ناممکن ترین مرحلے آسانی سے طے کر لیتا ہے۔

۳۔ عقل سنگ دل ہے تو وہ (عشق) اس سے کہیں زیادہ سنگدل/کٹھور ہے۔ وہ (عشق) زیادہ پاک، زیادہ چالاک اور زیادہ بے باک ہے۔ عقل اپنے مقاصد کی تکمیل کی خاطر دوسروں کا خون بہانے سے گریز نہیں کرتی جبکہ عشق خدا تعالیٰ کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔ وہ اس معاملے میں کہیں زیادہ چست و ذہین اور بے خوف ہونے کے ساتھ ساتھ دنیاوی آلودگیوں سے پاک ہے۔

۴۔ عقل اسباب و علل کے پیچ وخم/ چکر میں گرفتار ہے یا پڑی رہتی ہے جبکہ عشق میدان

عمل میں چوگان کا کھیل کھیلتا ہے، یعنی عقل ہر معاملے میں دلیلوں کا سہارا لیتی ہے اور وجوہات وغیرہ پر غور کرتی رہتی ہے اور یوں عمل اور جذبوں سے بیگانہ/ دور رہتی ہے لیکن عشق حکم ایزدی سنتے ہی یا عظیم مقاصد کی خاطر بے خوف ہو کر میدان عمل میں کود پڑتا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گام عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی

۵ عشق، صید از زورِ بازو افگند — عقل مکار است و مے می زند

۶ عقل را سرمایہ از بیم و شک است — عشق را عزم و یقیں لاینفک است

۷ آں کند تعمیر تا ویراں کند — ایں کند ویراں کہ آباداں کند

۸ عقل چوں باد است ارزاں در جہاں — عشق کمیاب و بہائے او گراں

۵۔ عشق اپنا شکار زور بازو سے گراتا ہے، یعنی اپنے مقاصد کے حصول میں منافقت اور عیاری سے کام نہیں لیتا بلکہ عمل یا عمل پیہم سے حاصل کرتا ہے، جبکہ عقل فریبی ہونے کے ناتے جال بچھاتی ہے، گویا مختلف حیلوں بہانوں سے اپنا کام نکالتی ہے۔

بقول علامہ اقبال:

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ مُلا ہے نہ زاہد نہ حکیم

۶۔ عقل کی ساری دولت/ پونجی خوف اور شک وشبہ ہے۔ (وہ ہر معاملے میں ڈرتی ہے کہ اگر ایسا کیا تو ویسا نہ ہو جائے، یوں کیا تو یوں نہ ہو جائے)۔ ادھر عشق ہے جو ہر طرح اور لازمی طور پر عزم اور یقین سے کام لیتا ہے، اس کا ارادہ اور یقین لازم وملزوم ہیں۔

۷۔ وہ (عقل) اس خاطر تعمیر کرتی ہے کہ ویران کر دے اور عشق ویران کرتا ہے تو اس سے اس کا مقصد تعمیر/ آباد کرنا ہوتا ہے۔ عقل چونکہ مکار و عیار ہے اس لئے وہ بظاہر کرتی تو تعمیر ہے لیکن دراصل اس میں تخریب کا پہلو ہوتا ہے یا اس کے بظاہر مثبت اقدام میں بھی منفی پہلو ہوتا ہے یا اس کے بظاہر مثبت اقدام میں بھی منفی پہلو ہوتا ہے جبکہ عشق کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

۸۔ عقل دنیا میں ہوا کی مانند ارزاں ہے جبکہ عشق کمیاب ہے اور اس کی قیمت بہت ہے۔عقل کی حیثیت معمولی ہے، عشق کے لئے بڑے جذبوں اور عمل پیہم کی ضرورت ہے جو کم ہی انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔

9 عقل محکم از اساس چون و چند — عشق عریاں از لباس چون و چند
10 عقل می گوید کہ "خود را پیش کن" — عشق گوید "امتحان خویش کن"
11 عقل باغیر آشنا از اکتساب — عشق از فضل است و باخود در حساب
12 عقل گوید "شاد شو، آباد شو" — عشق گوید "بندہ شو، آزاد شو"

۹۔ عقل کیف وکم کی بنیاد سے محکم ہے، عشق کیف وکم کے لباس سے فارغ / ننگا ہے۔عقل کا سارا تعلق اس کی بنیاد اس مادی دنیا سے ہے۔روحانی دنیا اور عشق کے جذبوں سے وہ بالکل عاری ہے۔اس کے برعکس عشق مادہ پرستی سے مکمل طور پر دور/ فارغ ہے۔

۱۰۔ عقل کہتی ہے "خود کو پیش کر"۔عشق کہتا ہے "تو اپنا امتحان/ آزمائش کر"۔عقل کا سارا زور خود نمائی پر ہے، جبکہ عشق اپنا محاسبہ خود کرتا ہے۔

۱۱۔ عقل اکتساب کے حوالے سے غیر/ غیروں سے آشائی پیدا کرتی ہے۔عشق فضل کی بنا پر ہے اور خود اپنا حساب کرتا ہے۔عشق کا تعلق اکتساب سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے باعث ہے۔وہ عقل کی طرح دوسروں کا محتاج نہیں بلکہ وہ اپنا جائزہ آپ لیتا ہے۔

۱۲۔ عقل کہتی ہے "خوش رہو اور آباد رہو": "غلام ہو جا اور آزاد ہو جا" خوش رہنا اور آباد رہنا مادی لحاظ سے ہے، جبکہ عشق کا سارا زور اس بات پر ہے کہ محبوب حقیقی (حق تعالیٰ) کی غلامی اختیار کر کے ہر طرح کی مادہ پرستی اور باطل قوتوں کی غلامی سے آزاد ہو جاؤ۔

13 عشق را آرام جاں حریت است — ناقہ اش را ساربان حریت است
14 آں شنیدستی کہ ہنگام نبرد — عشق با عقل ہوس پرور چہ کرد
15 آں امام عاشقاں پور بتولؓ — سروِ آزادے زبستان رسول ﷺ
16 اللہ اللہ، بائے بسم اللہ پدر — معنیٔ "ذبح عظیم" آمد پسر

۱۳۔ حریت، عشق کے لئے آرام جاں کا باعث ہے۔اس کی اونٹنی کی ساربان حریت ہے۔یعنی محبوب حقیقی سے وابستگی کی بنا پر توحید پر ایمان کامل کے باعث عشق (یعنی صاحب عشق) دنیا کے ہر طرح کے جھنجھٹوں اور باطل قوتوں کی غلامی سے آزاد رہتا اور یوں اپنی جان کے لئے

سکون و آسائش کا سامان کرتا ہے۔

۱۴۔ کیا تم نے وہ واقعہ سنا کر لڑائی کے موقع پر عشق نے ہوس پرور عقل کے ساتھ کیا کیا؟ واقعہ کربلا کی طرف اشارہ ہے۔یزید نے جو چال چلی، حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی شہادت کی صورت میں اس کا جواب دیا۔

۱۶،۱۵۔ وہ عاشقوں کے امام علیہ السلام، حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے فرزند اور حضور نبی کریم ﷺ کے باغ کے ایک سروِ آزاد تھے، یعنی جنھوں نے باطل قوت کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا۔سبحان اللہ، کیا کہنے باپ (حضرت علی علیہ السلام) "بسم اللہ" کی با (یعنی حرف ب) ہیں تو بیٹا "ذبح عظیم" کی شرح ہے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ اللہ تعالیٰ نے بڑا جانور قربانی کے لئے بھیج دیا تھا۔اس واقعہ کی طرف اشارہ اور قرآنی تلمیح ہے۔

17 بہر آں شہزادۂ خیر الملل — دوش ختم المرسلین ﷺ "نعم الجمل"
18 سرخ رو عشق غیور از خون او — شوخی ایں مصرع از مضمون او
19 درمیانِ امت آں کیواں جناب — ہمچو حرف "قل ھو اللہ" در کتاب
20 موسیٰؑ و فرعون و شبیرؓ و یزید — ایں دو قوت از حیات آید پدید

۱۷۔ امت اسلامیہ کے اس شہزادےؓ کے لئے حضور اکرم ﷺ مختم المرسلین کے دوش مبارک "نعم الجمل" تھے (فرہنگ......)

۱۸۔ عشق غیوران کے خون سے سرخ رو ہوا۔اس مصرع کا تیکھا پن ان کے مضمون سے ہے۔خون کے حوالے سے سرخ رو کہا ہے۔حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں جام شہادت نوش فرما کر عشق حقیقی کی لاج رکھ لی اور قوت شر یا باطل قوت کے آگے سر نہ جھکایا۔(مصرع میں شوخی بھی اسی خون کے حوالے سے ہے)۔

۱۹۔ اس عظیم اور بلند مرتبہ ملت میں ان (امام علیہ السلام) کا مقام وہی ہے جو قرآن کریم میں "قل ھو اللہ" کا ہے۔سورا خلاص میں چونکہ سارا زور توحید پر ہے، اس لئے وہ قرآن کریم کی ایک اہم سورۃ ہے۔ملت اسلامیہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا مقام بہت بلند ہے۔

۲۰۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون نیز شبیر علیہ السلام اور یزید یہ دو قوتیں ہیں جو زندگی سے ظاہر ہوئیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شبیر علیہ السلام خیر کی اور فرعون و یزید شر کی قوتوں کی علامت ہیں۔

۲۱ زندہ حق از قوت شبیری است — باطل آخر داغ حسرت میری است
۲۲ چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت — حریت را زہر اندر کام ریخت
۲۳ خاست آں سر جلوۂ خیر الامم — چوں سحاب قبلہ باراں در قدم
۲۴ بر زمین کربلا بارید و رفت — لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت

۲۱۔ حق شبیری علیٰ جدہ علیہ السلام قوت سے زندہ ہے۔ باطل کے مقدر میں آخر کار حسرت کی موت مرنے کا داغ ہے۔ حق کا بول بالا قوت خیر سے ہوتا ہے جبکہ باطل قوتوں کا انجام ذلت وخواری کے ساتھ ہوتا ہے۔

۲۲۔ جب خلافت نے قرآن کریم سے اپنا تعلق/ ناطہ توڑ لیا تو حریت/ آزادی کے حلق میں زہر انڈیل دیا۔ خلفائے راشدہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کو خلافت کی بنیاد بنایا تھا، جس کے باعث ہر شخص کو آزادی میسر تھی، اس کے تمام حقوق پورے ہو گئے تھے۔ بعد میں خلافت کے نام شخصی حکومت قائم کی گئی جس نے عوام کی آزادی چھین لی۔

۲۳۔ (جب یہ صورت حال ہوئی تو) وہ خیر الامم کا بلند جلوہ اس طرح اٹھا جیسے قبلہ کی طرف سے بارش سے بھرا بادل اٹھتا ہے۔ حضرت امام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام نے اس شخصی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

۲۴۔ وہ کربلا کی زمین پر برسا اور آگے نکل گیا۔ ویرانوں میں اس نے لالہ کے پھول اگائے اور چلا گیا۔ کربلا میں شہادت امام علیٰ جدہ علیہ السلام کو ان استعاروں میں بیان کیا ہے۔

۲۵ تا قیامت قطع استبداد کرد — موج خونِ او چمن ایجاد کرد
۲۶ بہر حق در خاک وخون غلتیدہ است — پس بنائے "لاالہ" گردیدہ است
۲۷ مدعایش سلطنت بودے اگر — خود نہ کردے باچنیں سامان سفر
۲۸ دشمناں چوں ریگ صحرا لا تعد — دوستانِ او بہ "یزداں" ہم عدد

۲۵۔ انہوں (امام علیٰ جدہ علیہ السلام) نے قیامت تک کے لئے مطلق العنانی (شخصی حکومت) کا خاتمہ کر دیا۔ ان کے خون کی لہریں ایک نیا چمن وجود میں لائیں۔ ظلم وجور کی حامل حکومت کی جڑ کاٹ کے رکھ دی اور اپنی شہادت سے حریت کے لئے جدوجہد کا ایک نیا باب رقم کر دیا۔

۲۶۔ وہ حق کی خاطر خاک وخون میں لوٹے/ تڑپے اور یوں "لاالہ" کی بنیاد بن گئے۔ انہوں

نے اپنی شہادت سے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (انہوں نے یزید کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا)

۲۷۔ اگر ان کا مقصد سلطنت/حکمرانی ہوتا تو وہ کبھی اس تھوڑے سے سامان کے ساتھ سفر نہ کرتے۔ (چنانچہ صورت حال یہ تھی)

۲۸۔ ان کے دشمن (یزید کی فوج) تو صحرا کی ریت کے ذروں کی طرح لاتعداد تھے اور ادھر حضرت امام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کے ساتھی لفظ "یزداں" کے ہم عدد یعنی کل ۷۲ افراد تھے۔ (فرہنگ......)

۲۹ سر ابراہیمؑ و اسماعیلؑ بود — یعنی آں اجمال را تفصیل بود
۳۰ عزم او چوں کوہساراں استوار — پایدار و تند سیر و کامگار
۳۱ تیغ بہر عزت دین است وبس — مقصد او حفظ آئین است و بس
۳۲ ما سوا اللہ را مسلماں بندہ نیست — پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

۲۹۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا راز تھے۔ یعنی اس اختصار کی تفصیل تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تو قربانی سے بچ گئے تھے لیکن حضرت امام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام نے اپنی جان کی قربانی دے دی۔

۳۰۔ ان کا عزم وارادہ پہاڑوں کی طرح اٹل، تیز رفتار اور کامیاب تھا۔ یعنی باطل قوت کے سامنے انہوں نے کوئی کمزوری نہیں دکھائی۔ پختہ ارادے کے ساتھ شر کی قوت سے ٹکر لی۔ شہادت قبول کر لی لیکن اس شیطانی قوت کو تسلیم نہ کیا۔

۳۱۔ تلوار صرف دین کی عزت کے لئے ہے اور بس۔ اس کا مقصد شرع کی حفاظت کرنا ہے اور بس۔ مسلمان تلوار اسی وقت اٹھاتا ہے جب کوئی باطل قوت دین اسلام کے خلاف قدم اٹھائے اور اس کی توہین کا باعث بنے۔

۳۲۔ مسلمان کسی ماسوا اللہ یعنی باطل قوت کا غلام نہیں ہے۔ وہ کسی فرعون کے آگے سر جھکانے والا نہیں ہے۔

۳۳ خون او تفسیر ایں اسرار کرد — ملتِ خوابیدہ را بیدار کرد
۳۴ تیغ "لا" چوں از میاں بیروں کشید — از رگِ اربابِ باطل خوں کشید
۳۵ نقش "الا اللہ" بر صحرا نوشت — سطر عنوانِ نجاتِ ما نوشت

۳۶ رمزِ قرآں از حسینؑ آموختیم ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

۳۳۔ حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام کے خون نے اس حقیقت (توحید خداوندی) کی تفسیر کر دی اور یوں سوئی ہوئی ملت کو بیدار کر دیا۔

۳۴۔ جب انہوں (امام علی جدہ علیہ السلام) نے "لا" کی تلوار نیام/ میان سے باہر کھینچی تو صاحبان باطل کی رگوں سے خون کھینچ لیا۔ ان کا توحید کی خاطر شہادت قبول کرنا باطل قوتوں کی تباہی کا باعث بنا۔

۳۵۔ انہوں نے "الا اللہ" کا نقش صحرا پر لکھا/ کھینچا اور اس طرح ہماری نجات کے عنوان کی سطر لکھ دی۔ اپنی شہادت سے انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود یا طاقت نہیں ہے۔ ان کا یہ عمل امت مسلمہ کے لئے نجات کا باعث بنا۔

۳۶۔ قرآن کی رمز نے حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام سے سیکھی ہے۔ ان کی آگ سے ہم نے کئی شعلے حاصل کئے ہیں۔ ان کا توحید ایزدی پر ایمان کامل، قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کے باعث تھا اور ان کے اس عملی مظاہرے (شہادت) سے ہم نے قرآن کریم کو صحیح معنوں میں سمجھا اور ان کے عظیم جذبوں سے بہت سبق حاصل کیا۔

۳۷ شوکتِ شام و فرِ بغداد رفت سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت

۳۸ تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز

۳۹ اے صبا، اے پیکِ دور افتادگاں اشکِ ما بر خاکِ پاکِ او رساں

۳۷،۳۸۔ ملک شام کی شان و شوکت، بغداد کی شان و عظمت ختم ہو چکی، ادھر غرناطہ کا وقار و شکوہ بھی یاد سے جاتا رہا (ہم بھول گئے) لیکن ہمارا ساز ابھی تک ان (امام علی جدہ علیہ السلام) کی مضرات سے بج رہا اور ان کی تکبیر سے ایمان ابھی تک تازہ ہے۔ لوگ مذکورہ ملکوں اور شہروں کے تمام ٹھاٹھ باٹھ بھول چکے ہیں (فرہنگ ملاحظہ ہو) لیکن حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام نے ایک طاغوتی طاقت (یزید) کے مقابلے میں جو نعرۂ توحید واللہ اکبر بلند کیا ہے وہ آج بھی ہمارے دلوں میں گونج رہا ہے اور ہمارے ایمان کی پختگی کا باعث بن رہا ہے۔

۳۹۔ اے بادِ صبا! اے دور رہنے والے لوگوں کی قاصد/ پیغام رساں تو ہمارے آنسو حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام کی خاک پاک (روضۂ مبارک) پر پہنچا دے۔

(چار یار مصطفیٰ ﷺ)

ذکرِ حسین علی جدہ علیہ السلام

ملک محبوب الرسول قادری

الاھداء۔۔۔۔۔۔۔۔انتساب۔۔منقبت سیدنا امام عالی مقام علی جدہ علیہ السلام۔۔۔۔کلام الامام امام الکلام۔۔۔۔۔۔۔۔خطبۂ مبارک کا ترجمہ۔۔۔۔۔۔کون کیا کہتا ہے؟۔۔میزان حروف۔۔۔۔ولادتِ سیدنا امام حسین علی جدہ علیہ السلام۔۔۔۔۔۔۔۔اسمِ گرامی۔۔۔۔۔۔تہنیت اور تعزیت۔۔۔۔۔ذات رسول ﷺ اور محبت حسین علی جدہ علیہ السلام۔۔۔۔۔۔۔مولا حسین علی جدہ علیہ السلام اور ارشادات نبوی ﷺ۔۔۔۔۔حسین علی جدہ علیہ السلام کا رونا مجھے گوارا نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔محبت حسین نگاہ رسول ﷺ میں۔۔۔۔۔۔۔محبت اہل بیت رسول ﷺ۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور عترت رسول ﷺ۔۔۔۔۔۔۔مقامِ امام حسین علی جدہ علیہ السلام، صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں۔۔۔۔۔۔امام عالی مقام علی جدہ علیہ السلام کے معمولات۔۔۔۔۔۔مولا حسین علی جدہ علیہ السلام کا جود و سخا۔۔۔۔۔یزید ملعون۔۔۔۔۔۔امام حسین علی جدہ علیہ السلام سے یزید کا مطالبہ بیعت۔۔۔۔۔مدینہ منورہ سے امام حسین علی جدہ علیہ السلام کی ہجرت۔۔۔۔۔۔مکہ مکرمہ سے امام علی جدہ علیہ السلام کی ہجرت کوفہ۔۔۔۔۔۔کربلا میں امام علی جدہ علیہ السلام کی جلوہ گری۔۔۔۔۔۔حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام کا تاریخ ساز خطاب۔۔۔۔۔جب میدان کارزار تپ گیا۔۔۔۔۔۔۔اب چاند کی باری آتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام کا قاتل مرض برص میں مبتلا تھا۔۔۔۔۔۔۔واقعہ کربلا کے بعد کے واقعات۔۔۔۔۔۔مخالفین امام کا انجام بد۔۔۔۔۔۔۔نصرتِ امام علی جدہ علیہ السلام واجب ہے!۔۔۔۔۔۔۔اولادِ علی کا دشمن خنزیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔فلسفہ و پیغام شہادت امام حسین علی جدہ علیہ السلام۔۔۔۔۔۔۔حسینیت کیا ہے؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔استغاثہ

ذکرِ حسین پاک علی جدہ علیہ السلام ہے مرے روح کی غذا
اس ذکر سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا
صحرائے کربلا بھی عجب ریگِ زار ہے
جس سمت جائیے گُلِ تر کا پتہ چلے

☆☆☆

باطل کی ظلمتوں میں ڈوبی ہوئی حیات
یوں ذکر حق کرو کہ سحر کا پتہ چلے

☆☆☆

ذکر حسین علیہ السلام اصل میں حق کا پیام ہے
ہر سانس گونجنے لگی تکبیر کی طرح

☆☆☆

حسینیت ہے وہ بڑھتی ہوئی روایتِ حق
جسے بھلائے تو انساں سنبھل نہیں سکتا

☆☆☆

آلِ نبیؐ کا طرزِ تمنا کچھ اور ہے
اُن کی نظر میں زیست کا نقشہ کچھ اور ہے

☆☆☆

تبرکاتِ باہو رحمۃ اللہ علیہ

ثابت صدق نے قدم اگیرے تاہیں رب لبھیوے ہُو
لُوں لُوں دے وچ ذکر اللہ ہر دم پیا پڑھیوے ہُو
ظاہر باطن عین عیانی ہو ہو سنیوے ہُو
نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہُو

☆☆☆

جے کر دین علم وچ ہوندا تاں سر نیزے کیوں چڑھ دے ہُو
اٹھارہ ہزار جو عالم آہا اوہ اگے حسینؓ دے مردے ہُو
جے کجھ ملاحظہ سرور دا کردے تاں خیمے تمبو کیوں سڑدے ہُو
پر صادق دین تنہاندے باہو جیہڑے سر قربانی کردے ہُو

الاھداء

صبح قیامت تک خاندانِ نبوت میں آنکھ کھولنے والے ہر فرزند کے نام کیونکہ

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اس لئے ہمارا مسلک، مسلک محبت ہے

چونکہ دارد حب اولاد بتولؑ
زیں سبب شد بندہ، محبوب الرسول

☆☆☆

انتساب

میں اپنی اس کوشش و کاوش کو بصد عجز و انکسار بدر قادریت شمس چشتیت قدوۃ الاولیاء، حضرت سخی سید **معروف شاہ قادری** خوشابی نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔ جن کا سالانہ عرس مبارک بھی حضور پرنور، راکب دوش رسول شہزادۂ گلگوں قباء، سید الشہداء، سیدنا امام حسین علیہ السلام کے یوم شہادت (۱۰ محرم الحرام) کو انعقاد پذیر ہوتا ہے اور جن کے روحانی فیضان سے ایک جہان آباد ہے۔۔۔۔۔۔ یکے از غلامانِ آل رسولؐ۔۔۔ محمد محبوب الرسول قادری

منقبت بحضور سید الشہداء

امام عالی مقام علیٰ جدہٖ و علیہ السلام

نتیجہ فکر: صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر گیلانی (گولڑہ شریف)

حُسنِ تخلیق کا شہکار حسینؓ ابنِ علیؓ
عشق کا مطلعِ انوار، حسینؓ ابنِ علیؓ

گلِ گلزارِ حرم، زینِ آلِ ہاشم
نورِ چشمِ شہِ ابرار حسینؓ ابنِ علیؓ

مظہرِ صدق و صفا، پیکرِ تسلیم و رضا
پرتوِ احمدِ مختار، حسینؓ ابنِ علیؓ

بزمِ ایمان و صداقت کے لئے شمعِ وفا
صدق و اخلاص کا معیار، حسینؓ ابنِ علیؓ

نہ غمِ ذات، نہ اولاد و اقارب کا ملال
غمِ اُمت میں دلِ افگار، حسینؓ ابنِ علیؓ

حق جہاں جلوہ نما ہو گا وہاں تو ہو گا
چار سُو ہے تیرا دیدار، حسینؓ ابنِ علیؓ

تری سرکار سے خالی نہیں جاتا کوئی
سب کو ہے تجھ سے سروکار، حسینؓ ابنِ علیؓ

آستانہ پر ترے آیا ہے تہی دست نصیر
ترا دربار ہے دربار، حسینؓ ابنِ علیؓ

امام عالی مقام علیٰ جدہٖ و علیہ السلام کے خطبہ کا عربی متن

کارزارِ کربلا میں امام عالی کا تاریخ ساز خطبہ

کلام الامام، امام الکلام

وأيها الناس إن رسول الله، صلى الله عليه وسلم، قال من رأى سلطانا جائرا
مستحلا حرم الله ناكثا لعهد الله مخالفا لسنة رسول الله، صلى الله عليه وسلم، يعمل
في عباد الله بالإثم والعدوان. فلم يغير ما عليه بفعل ولا قول كان حقا على الله أن
يدخله مدخله ألا وإن هؤلاء فلزموا طاعة الشيطان وتركوا طاعة الرحمن وأظهروا
الفساد وعطلوا الحدود واستأثروا بالفيء وأحلوا حرام الله وحرموا حلاله، وأنا أحق
من غير، وقد أتتني كتبكم ورسلكم ببيعتكم، وأنكم لا تسلموني ولا تخذلوني.
فإن تممتم على بيعتكم تصيبوا رشدكم، وأنا الحسين بن علي وابن فاطمة بنت رسول
الله صلى الله عليه وسلم، نفسي مع أنفسكم، وأهلي مع أهليكم، فلكم في أسوة،
وإن لم تفعلوا ونقضتم عهدي وخلعتم بيعتي فلعمري ما هي لكم بنكير، لقد
فعلتموها بأبي وأخي وابن عمي مسلم بن عقيل، والمغرور من اغتر بكم، فحظكم
أخطأتم، ونصيبكم ضيعتم، فمن نكث فإنما ينكث على نفسه وسيغني الله عنكم،
والسلام

خطبہء مبارک کا ترجمہ:

"اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے ظالم، محرماتِ الٰہی کو حلال کرنے والے، اللہ کے عہد کو توڑنے والے، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والے اور اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی سے حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اس نے اپنے فعل یا قول کے ذریعے سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو اللہ کو حق ہے کہ اسے اس بادشاہ کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اور رحمان کی اطاعت ترک کر دی ہے۔ انہوں نے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا دیا ہے اور حدودِ الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔ مالِ غنیمت میں یہ لوگ اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام۔ اس لئے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔ میرے پاس تمہارے خطوط آئے اور قاصد پہنچے کہ تم نے میری بیعت کر لی ہے، اور تم مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے۔ اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہِ راست پر پہنچو گے۔ میں حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام اور ابن فاطمہ سلام اللہ علیہا بنت رسول اللہ ﷺ ہوں۔ میری شخصیت تم لوگوں کے لئے نمونہ ہے اور اگر تم ایسا نہ کرو گے اور اپنا عہد اور میری بیعت توڑو گے تو واللہ یہ بھی تمہاری ذات سے بعید اور تعجب انگیز فعل نہ ہو گا۔ تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی اور میرے ابن عم مسلم علیہ السلام کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ شخص فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکے میں آ گیا۔ تم نے اپنے فعل سے بہت بری مثال قائم کی۔ جو شخص عہد توڑتا ہے، وہ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ عنقریب مجھے اللہ تمہاری امداد سے بے نیاز کر دے گا............... والسلام"

☆☆☆

آنچہ من در بزم ناز آوردہ ام دانی کہ چیست؟
یک چمن گل، یک نیستان، نالہ یک خمخانہ می

"جو کچھ میں بزم ناز میں لایا ہوں، آپ کو معلوم ہے وہ کیا ہے؟ یہ ایک پھولوں کا باغ، ایک گھنا جنگل آہ بکا اور ایک مے کدہ ہے۔"

تاثرات و تقاریظ

کون کیا کہتا ہے؟

"ذکر حسین علیہ السلام" دراصل میرا وہ مضمون ہے جو "شہزادہ کونین سید الشہداء امام حسین علیہ السلام" کے نام سے گزشتہ بارہ چودہ سالوں سے ہر سال متعدد بار چھپتا رہا ہے۔ اہل علم اور اس پر مختلف ارباب ذوق کے تاثرات اس کی اہمیت کے حوالے سے خاصے کی چیز ہیں۔ وحدت ملی، اخوت و یکجہتی اور ملک میں قیام امن کے لئے مفادات ثابت ہوں گے۔

(محبوب قادری)

استاذ العلماء امام المناطقہ علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ (سینیئر نائب صدر جمعیت علمائے پاکستان):

عزیز ملک محبوب الرسول قادری ایک مخلص سنی نوجوان ہیں۔ انہوں نے حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی سیرت پاک پر خوبصورت ایمان افروز اور باطل سوز مضمون لکھا ہے۔ یہ مضمون یوم حشر ان کی سرخروی کا سبب بنے گا اور کامیابی کی ضمانت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ہم سب کو حسینی مشن کا سپاہی بنائے۔ آمین

حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ:

عزیز محبوب الرسول قادری صاحب کا مقالہ شہزادہ کونین علیہ السلام (ذکر حسین علیہ السلام) اگرچہ مختصر ہے مگر جامع اور سادہ ہے اور اس میں عوام کی طرح خواص کے لئے بھی قلبی آسودگی اور ایمانی حلاوت کا پورا پورا سامان ہے۔

مجاہد تحریک پاکستان، فاتح تختہ دار، غازی ختم نبوت سینیئر حضرت مولانا محمد عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ:

عزیز محبوب الرسول قادری صاحب کا تحریر کردہ مقالہ "شہزادۂ کونین" جستہ جستہ پڑھا۔ قادری صاحب نے دورِ حاضرہ میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے الفت و محبت کا ثبوت دیتے ہوئے قابلِ قدر کوشش کی ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں وہ قاری کو دعوت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ؎

قافلۂ حجاز میں ایک حسین علیہ السلام بھی نہیں
گرچہ ہیں تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

علامہ سید ساجد علی نقوی (سربراہ تحریک جعفریہ پاکستان):

"ذکرِ حسین علیہ السلام" محبت رسول ﷺ اور قربِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ فاضل نوجوان مولانا ملک محبوب الرسول قادری کی مختصر تصنیف "ذکرِ حسین علیہ السلام" سے قلوب منور ہوں گے اور ایمان مستحکم، کیونکہ یہ ایک علمی کاوش ہے جس میں عترتِ رسول ﷺ کے ساتھ قادری صاحب کی قلبی محبت بھی شامل ہے۔

شاہ رخ بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
(سابق چیئرمین: مرکزی رویت ہلال کمیٹی و رکن اسلامی نظریاتی کونسل):

حضرت امام حسین علیہ السلام وہ عظیم ہستی ہیں کہ جن کے ساتھ محبت کرنے والے ان کا ذکر کرنے والے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے زندگی میں کسی موڑ پر ناکام نہیں ہوتے۔ عزیز محبوب الرسول قادری نے "ذکرِ حسین علیہ السلام" کے ذریعے بہت بڑی نیکی کمائی ہے۔

ممتاز صحافی، دانشور اور خطیب آغا مرتضیٰ پویا (چیئرمین حزبِ جہاد پاکستان):

جس قدر خوبصورت میرے مولا حسین علیہ السلام کا نام ہے پیشِ نظر خوبصورت مقالہ میں عزیز مصنف مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے ایسے ہی خوبصورت خیالات کا اظہار کیا۔ ہر سطح کے افرادِ امت کے لئے، برابری کی بنیاد پر یکساں مفید تحریر ہے۔

خدا انہیں اجرِ جزیل عطا کرے۔

بانی جماعت اسلامی سید ابو الاعلیٰ مودودی مرحوم کے صاحبزادے جناب سید حیدر فاروق مودودی:

مذہبی اختلاف یا اتفاق سے قطع نظر نواسۂ رسول ﷺ حضرت سیدنا حسین علیہ السلام لازوال عظمتوں کے حامل ہیں اور پوری مسلم برادری ان کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت کا دم بھرتی ہے۔ محترم محبوب الرسول قادری نے جس انداز میں شہزادۂ کونین علیہ السلام کے متعلق "ذکرِ حسین علیہ السلام" کے نام سے مقالہ لکھا وہ لائقِ ستائش اور قابلِ تقلید ہے۔

حضرت صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن سروری قادری (چیئرمین حضرت سلطان باہو ٹرسٹ):

باطل قوتوں کے مقابلے میں حق و صداقت کے پیامبر حضرت امام حسین علیہ السلام نے جان، مال اور اولاد کی قربانی دے کر جو عظیم کردار پیش فرمایا اس کی یادوں کو قوم کے سامنے پیش کرنے والا ہر انسان اسی جہاد کا عظیم سپاہی کہلائے گا۔ عزیزم محبوب الرسول قادری نے اپنی نوکِ قلم سے اس شاندار ماضی کو حال اور مستقبل کے آئینے میں پیش کرنے کی جو سعادت حاصل کی ہے وہ ہر دردمند انسان کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہے۔ مصنف نے اس موضوع پر قلم اٹھا کر حق صداقت ادا کر دیا ہے اور دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو ایک عظیم قیادت کا تصور، جہاد کے عملی نمونے کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خود ساختہ قیادتوں کو آزمانے کے بجائے ایک مرتبہ پھر حسینیت کا چراغ روشن کیا جائے۔

حضرت پیر سید محمد کبیر علی شاہ نقشبندی مجددی (زیب سجادہ آستانہ عالیہ شورہ شریف (اٹک)):

حضرت امام عالی مقام علیہ السلام حسب و نسب دونوں لحاظ سے بلندی کے اس افق پر نظر آتے ہیں کہ جہاں اربابِ عزیمت کا طائرِ آرزو بھی پر نہیں مار سکتا۔ فاضل نوجوان جناب برادر محبوب الرسول قادری صاحب کے قلمِ معجز رقم نے جو موتی بکھیرے ہیں ان کو اصحابِ دل و عقیدت، چُن کر اپنے ماتھے کا جھومر بنائیں گے اور ہر جملے سے نیا لطف پائیں گے۔

جگر گوشۂ شیخ القرآن حضرت علامہ مفتی عبد الشکور ہزاروی:

سبطِ رسول ﷺ، جانِ مرتضیٰ علیہ السلام، ابنِ زہرا سلام اللہ علیہا، سید شباب اہل الجنۃ، سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی سیرت، عظمت، اخلاقِ کریمانہ، عزم و استقلال اور

شجاعت و شہادت سے آگاہی ہر دور کے لئے مشعل راہ ہے۔ عزیزم محمد محبوب الرسول قادری نے شہزادۂ کونین علیہ السلام کے حضور چند گلہائے تازہ پیش کئے ہیں جس سے ان کی اہل بیت پاک علیہم السلام سے عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے، یہ سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

ملک جاوید اکبر ساقی (چیئرمین تحریک وحدت اسلامی پاکستان):

برادر مکرم ملک محبوب الرسول قادری کے تحقیقی مقالہ "ذکر حسین علیہ السلام" کی سطر سطر سے عشق و محبت کا نور پھوٹتا ہے اور خاندان رسول ﷺ کے ساتھ ان کی محبت کا پتہ چلتا ہے۔ یقیناً یہ عظیم کاوش ان کے لئے سرمایہ آخرت ہوگی۔

جناب قاضی عبدالقدیر خاموش (جمعیت علمائے اہلحدیث پاکستان):

سیدنا امام حسین علیہ السلام، لازوال عظمتوں کے حامل نوجوانان جنت کے سردار ہیں اور محبت رسول ﷺ کا مظہر بھی لیکن میرے نزدیک ان کی شان اور مقام کو بیان کرنے کے لئے یزید کو گالی دینا ضروری نہیں ہے۔ محترم محبوب الرسول قادری کے پاس زوردار قلم ہے اور وہ لکھنا جانتے ہیں۔ مجموعی طور پر کتابچہ "ذکر حسین علیہ السلام" کے مطالعہ سے محبت رسول ﷺ کی راہیں کھلتی ہیں۔

خطیب العصر حضرت علامہ حافظ خان محمد قادری (پرنسپل جامعہ محمدیہ غوثیہ داتا نگر لاہور):

برادر محبوب الرسول قادری صاحب کا مقالہ قلم کی روانی، خیالات کی جولانی اور بیدار مغزی کا بین ثبوت ہے۔ ایک ایک سطر محبت حسین پاک رضی اللہ عنہ میں ڈوب کر لکھی گئی ہے۔ زیر نظر مقالہ کو پڑھتے ہوئے حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر دلیز دماغ پر بار بار دستک دے رہا ہے ؎

گرمیٔ ہنگامۂ بدر و حنین
حیدرؓ و صدیقؓ و فاروقؓ و حسینؓ

جناب پروفیسر محمد طاہر عظیمی (انچارج مراقبہ ہال چنیوٹ):

شہادت شہزادہ کونین امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام قربانی کی ایسی بے مثل و بے مثال اور لازوال داستان ہے جس کو تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے اور جس کو پڑھ کر

خیالات کے تلاطم کو الفاظ کا روپ دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ محترم محبوب الرسول قادری ایک ایسا معتبر نام کہ جس کا کام خلوص نیت سے تبلیغ اسلام اور بس! کتابچہ شہزادۂ کونین "ذکر حسین علیہ السلام" پڑھا۔ چند صفحات میں ایسے جامع انداز میں واقعہ کو بیان کرنا قادری صاحب ہی کا حصہ ہے۔ الفاظ کے استعمال میں قادری صاحب بہت خوش نصیب ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں اور تلملا رہے ہیں کہ شائد ان کا استعمال ہو جائے اور سعادت دارین ان کے حصہ میں آ جائے۔ شہادت حسین علیہ السلام ایک ایسا نازک موضوع ہے جس پر قلم اٹھانا اور اس کا کماحقہ حق ادا کرنا ہر چاروناچار کے بس کی بات نہیں۔ ان کی کاوشیں (محبوب الرسول قادری) یقیناً بارگاہ حسین علیہ السلام سے سند قبولیت حاصل کر کے سرمایہ دارین بنیں گے۔

ممتاز شیعہ محقق نامور عالم دین علامہ علی غضنفر (ع۔غ) کراروی:

عزیز محترم مولانا ملک محبوب الرسول قادری کی تصنیف "شہزادۂ کونین علیہ السلام" اپنی مثال آپ ہے، جس طرح سیدنا امام حسین علیہ السلام کی عظمت کا انکار ناممکن ہے اسی طرح اس تصنیف کی حقانیت کو جھٹلانا، سورج کو دیکھ کر رات کہنے کے مترادف ہے۔

ملک التحریر جناب علامہ عبدالحق ظفر چشتی (لاہور):

حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور خراج عقیدت پیش کرنا محبت رسول ﷺ کی دلیل ہے۔ کیونکہ محبوب کے محبوب کا تذکرہ محبوب کو راضی کرنے اور ان کی نگاہ کرم کے طلب کا حسین انداز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبوب رسول ﷺ کا ذکر محبوب الرسول قادری نے محبوبانہ طرز تحریر اور محبوبانہ طرز محبت میں کیا ہے۔ محبوب کائنات ﷺ کے محبوب بن کر اسم بامسمیٰ بن گئے۔

قادر الکلام شاعر و ادیب جناب علامہ جوہر نظامی:

دنیا کے جمیع شہدائے کرام میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا مقام ارفع و اعلیٰ ہے۔ ان کی شہادت افضل ترین شہادت ہے۔ کربلا میں امام حسین علیہ السلام مع اصحاب کرام و اہل خاندان جس بے دردی اور ظلم سے شہید کئے گئے ہیں اس کی مثال کائنات میں نہیں ملتی۔ اسلام کو جو زندگی حضرت امام حسین علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت سے ملی ہے دنیا میں اس کی ایک بھی نظیر نہیں۔ عزیزم محبوب الرسول قادری نے جس خلوص اور جس محبت سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی

اس قربانی کی تفسیر اپنے رسالہ شہزادہ کونین (ذکر حسین علیہ السلام) میں بیان کی ہے۔ میں کیا، تمام کائنات اس محبت سے متاثر ہوئی ہے۔ میرے پاس ان کی اس مختصر کتاب کی تعریف کے حق میں الفاظ نہیں ورنہ جی چاہتا ہے کہ اس کتاب کی فضیلت بیان کرتے ہوئے پوری کتاب تحریر کردوں۔

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نازک حقیقت ہے کہ سمجھائی نہیں جاتی

تاریخ میں اس شہادت کے اسباب اور اس کے حالات و واقعات پوری طرح موجود ہیں مگر اس مختصر کتابچے میں جس عقیدت اور خلوص سے عزیزم محبوب الرسول قادری نے ان واقعات کا ذکر کیا ہے وہ دل میں یوں اتر گئے کہ جیسے محبت کا مقام ہر دل کی گہرائیوں میں موجود ہوتا ہے۔ ایسی تحریر ایک بندۂ مومن کی ہی ہو سکتی ہے۔ قادری صاحب نے جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی سچی محبت اور رضا خرید لی ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

☆☆☆

میزانِ حروف

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ محرم، رجب، ذیقعد اور ذوالحجہ یہ چار مہینے ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید نے ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔۔ بارہ مہینوں میں یہ چار مہینے حرمت (بزرگی) والے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہوا۔۔۔۔۔۔ "ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔۔۔۔" اس حکم ربی سے مراد یہ ہے کہ ان چار مہینوں کے دوران خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو کیونکہ ان ایام میں گناہ کرنے والا ایک تو ان کی برکتوں سے محروم رہے گا دوسرے ان مہینوں کی بے حرمتی کر کے زیادہ سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔ محرم الحرام کو شہر اللہ اور شہر الانبیاء کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مہینے کی دسویں تاریخ کو "یوم عاشورہ" کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ خداوند تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو عاشورہ کے روز پیدا فرمایا۔ زمین پر سب سے پہلے اسی روز بارش ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے جانے کے بعد ایک طویل مدت آہ وزاری کرتے رہے تو اسی روز ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی روز حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو طوفان سے نجات ملی۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے مراتب اور درجات میں اسی روز بلندی عطا کی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اسی روز نمرود کی آگ گلزار بنائی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی روز تورات عطا کی گئی اور اسی روز خدا تعالیٰ نے ان سے کلام کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی روز لشکر فرعون پر فتح نصیب ہوئی اور فرعون دریائے نیل میں غرق ہوا اور پھر ساری کائنات میں سب سے انوکھا، عجیب، منفرد اور نہ بھلایا جانے والا واقعہ "سانحہ کربلا" بھی اسی روز رونما ہوا۔ ہجرت کے بعد جناب مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والثناء نے مدینہ طیبہ کے یہودیوں سے پوچھا کہ تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ اس روز فرعون غرق ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات ملی تو جناب موسیٰ علیہ السلام نے اظہارِ تشکر کے طور پر روزہ رکھا۔ سو ہم بھی روزہ شکرانہ کے طور پر رکھتے ہیں"۔ بخاری شریف کی حدیث کے مطابق یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "تمہاری نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہم زیادہ حق ہیں"۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ اس دن روزہ

رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا۔

مسلم شریف میں موجود ہے کہ جب دس ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یہ وہ دن ہے جس کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آئندہ سال میں تمہارے درمیان موجود رہا تو محرم کی نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا۔ اگرچہ اگلے سال سے پہلے جناب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جہانِ فانی سے پردہ فرمالیا لیکن پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے نو محرم کو بھی روزہ رکھنا ثابت ہوا۔ محرم کا لفظ سنتے ہی اہل ایمان سید الشہداء حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام اور ان کے جانثار ساتھیوں کی بے مثال قربانی اور ان کی عظمت و رفعت مقام کے ساتھ عقیدت و احترام کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اسلام دشمن قوتیں بھی اسی ماہ مقدس کے دوران، ملت اسلامیہ میں انتشار و خلفشار کی یلغار کو تیز کر دیتی ہیں۔ الحمد للہ مسلمانوں کے تقریباً تمام مکاتیب فکر اور مسلم برادری کی غالب اکثریت صرف حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظمت کی معترف ہی نہیں بلکہ ان کی محبت و اطاعت میں ہی ایمان کی تکمیل یقین کرتی ہے۔ کیونکہ خدا کے محبوب اور ساری کائنات کے مطلوب حضور سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ ابن ماجہ اور المستدرک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ "جس نے حسن علی جدہ علیہ السلام اور حسین علی جدہ علیہ السلام کو محبوب رکھا اس نے درحقیقت مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔" اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا اس کو اللہ نے جنت میں داخل کیا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ نے اس کو جہنم میں داخل کیا۔"

ایک مرتبہ فرمایا حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم سے محبت رکھنا اللہ نے قرآن میں فرض قرار دیا ہے۔ تمہاری عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود شریف نہیں پڑھا اس کی نماز ہی نہیں۔۔۔۔۔جن جاہلوں نے مجھ کو کہا کہ تو رافضی ہوگیا ہے تو میں نے جواب دیا کہ حاشا! میرا دین اور میرا عقیدہ رافضیوں جیسا نہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ میں بہتر امام

اور بہتر ہادی کے ساتھ دوستی و محبت رکھتا ہوں اور اگر آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں، بے شک میں رافضی ہوں۔" اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وہی تو ہیں جنہوں نے ایک فاسق، فاجر، ملعون، اسلام دشمن، شیطان صفت شخص یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا اگر بیعت کر لیتے تو دنیا جہان کی کون سی نعمت تھی جو انہیں نہیں مل سکتی تھی مگر آپ رضی اللہ عنہ نے

سر داد، نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین رضی اللہ عنہ

کی عملی تفسیر پیش فرمادی۔ صد حیف! اس قوم پر جو اپنے اتنے عظیم راہنما کی بے مثال قربانی کو نظرانداز کر کے انہیں وجہ نزاع بنا رہی ہے۔ قابل رحم ہے وہ قوم جو اپنے عظیم محسن کے کارناموں پر خراج عقیدت پیش کرنے اور ان کے طریقۂ مقدسہ پر عمل درآمد کرنے کے بجائے انہیں اختلافات کی بنیاد بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ بے شک یہ درست ہے کہ یہ سب کچھ طاغوتی طاقتوں کے اشاروں پر ہوتا ہے مگر باوقار قومیں اپنے دین سے تو غداری کا ارتکاب نہیں کرتیں۔ ورنہ قدرت کا دستور ہے کہ بڑے سے بڑے گناہ گار کو بخش دیا جاتا ہے مگر غدار کے لئے معافی نہیں ہوتی۔ ہمارے ملک کے موجودہ حالات فرقہ ورانہ فسادات کے ہرگز متحمل نہیں ہیں۔ ملک کے اندرونی اور بیرونی ابتر صورت حال کسی بھی ذی شعور سے مخفی نہیں۔ عالمی سطح پر مسلمانوں کی مظلومیت تو ضرب المثل بن چکی ہے۔ عالمی دہشت گردوں نے اتحاد کے نام پر امت مسلمہ میں فساد کی کوششیں تیز کر رکھی ہیں۔ ایسے حالات کا تقاضا ہے کہ ملت اسلامیہ کا ہر فرد دیانت داری اور نیک نیتی سے اپنے عقیدے پر کاربند ہو جائے اور تمام مکاتب فکر کے دانشور تعمیری زاویہ نگاہ سے اپنی جدوجہد کو تیز کریں۔ عوام "اپنا عقیدہ مت چھوڑو اور دوسروں کا عقیدہ مت چھیڑو" کی پالیسی پر سختی سے عمل درآمد کریں۔ کافر کافر، فلاں کافر کی گردان کو بھلایا جائے۔ خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھاما جائے۔ باہمی تفرقہ بازی کا خاتمہ کیا جائے۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیاد پر پوری امت متحد ہو جائے تو اسی میں دنیا اور آخرت کی بہتری ہے۔ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہیں اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ خدا ہمیں ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کی توفیق عطا کرے تاکہ ہم اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے حسینی پرچم کو سربلند رکھیں تاکہ طاغوتی قومیں سرنگوں

ہو جائیں اور یزیدیت کے خاتمہ کے ساتھ ہی چار سو حسینی علیہ السلام صداقت کے اجالے پھیل جائیں۔

مشن حسینی علیہ السلام کے فروغ کے لئے افکار حسینی علیہ السلام سے آگاہی و شناسائی ضروری ہے۔خطیب کربلا شہزادہ گلگوں قبا، راکب دوشِ رسول ﷺ جگر گوشہ سیدہ زہرا بتول سلام اللہ علیہا حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں یزیدیوں سے چند خطبات بھی ارشاد فرمائے جو حسن معانی اور حسن ادائیگی میں اپنی مثال آپ اور امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی کے مطابق تھے جس میں مولائے کائنات علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس کلام کو تو اچھا سمجھتا ہے اس کو مختصر کر دے کہ یہ تیرے حق میں نہایت بہتر اور تیرے فضل و کمال کی نشانی ہوگی۔آپ اپنے پدر بزرگوار حضرت علی علیہ السلام کی طرح دنیائے خطابت میں بہت بلند مقام کے حامل تھے۔حضرت امام حسین علیہ السلام ایوان خطابت کے ایک روشن ترین چراغ، دانش و بینش کا مجسمہ اور مواعظ حسنہ کا ناقابل فراموش کردار ہیں، آج حضرت امام حسین عالی مقام علیہ السلام کی ان ایمان افروز باتوں کی خوشبو سے اپنے قلوب و اذہان کو منور اور ایمان کو معطر و تازہ کرنے کی ضرورت ہے جو آپ نے کارزار کربلا میں اپنے خطبات میں ارشاد فرمائیں کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام ایک فرد ہی نہیں بلکہ الحمد للہ ایک نظریے کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے ان کے ارشادات سے آگاہی ازبس ضروری ہے۔یہ اس وقت کی بات ہے جب عامل مدینہ ولید بن عتبہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے یزید کی بیعت لینا چاہی، آپ نے ارشاد فرمایا......بیعت کسی مخفی امر کا نام نہیں، جب تمام لوگوں کو بیعت کے لئے بلانا اس وقت مجھے بھی بلا لینا......یہ بات سنتے ہی ولید بن عتبہ کے پاس بیٹھے ہوئے مروان بن حکم نے کہا کہ اگر حسین علیہ السلام اس وقت چلے گئے تو پھر انتہائی خونریزی کے بغیر نہیں ملیں گے، اس لئے ابھی بیعت لے لو ورنہ میرا مشورہ یہ ہے کہ امام رضی اللہ عنہ کو قتل کر دو یہ بات سن کر امام عالی مقام مولا حسین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اہل بیت نبوت ہیں، رسالت کا معدن اور مہبط ملائکہ ہیں۔ہم سے ابتداء ہوئی اور ہم ہی پر انتہا ہوگی۔یزید فاسق و فاجر ہے، شراب خور ہے اور ناحق خون بہانے والا ہے، لہٰذا مجھ جیسا (انسان) اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا، اس کے بعد امام عالی مقام رضی اللہ عنہ دار الامارہ سے باہر تشریف لے آئے اگر دیکھا جائے تو یہ ایک جملہ ہی آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہے کہ......مجھ جیسا تجھ جیسے کی

بیعت نہیں کر سکتا......یعنی کوئی حسینی علیہ السلام کسی یزیدی کی بیعت نہیں کر سکتا، قادسیہ کے مقام پر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ "اے لوگو! میں تمہارے پاس از خود نہیں آیا بلکہ میرے پاس تمہارے خطوط پہنچے اور تم نے اپنے قاصدوں کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، شاید آپ کے ذریعے سے اللہ ہمیں ہدایت اور حق پر مجتمع کر دے، اب میں آ گیا ہوں، اگر تم عہد و میثاق کر کے مجھے پورا اطمینان دلا دو، تو میں تمہارے شہر چلوں۔لیکن اگر تم لوگ ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں گا۔" اس خطبے کا کسی نے کوئی جواب نہ دیا، اقامت پڑھی گئی۔مولا حسین علیہ السلام کی امامت میں دوست دشمن سبھی مقتدی تھے، نماز عصر ادا ہوئی اور امام نے پھر خطبہ دیا۔ارشاد فرمایا اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر ہو اور حق دار کا حق پہچانو، تو یہ خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگا۔ہم اہل بیت رسول ﷺ ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حق دار ہیں۔ان لوگوں کا کوئی حق نہیں یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں لیکن اگر تم ہمیں پسند نہ کرو، ہمارا حق نہ پہچانو اور اب تمہاری رائے اس کے خلاف ہوگئی ہو جو تم نے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی تو میں واپس چلے جانے کے لئے بخوشی تیار ہوں۔(طبری جلد ۷، صفحہ ۲۹۷۔۲۹۸)

مقام بیضا پر دیا جانے والا امام عالی مقام علیہ السلام کا تاریخ ساز خطبہ اسلامی تاریخ میں اہم ترین مقام کا حامل ہے۔آپ نے فرمایا اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے ظالم، محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے، اللہ کے عہد کو توڑنے والے، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والے اور اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی سے حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اس نے اپنے فعل یا قول کے ذریعے سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو اللہ کو حق ہے کہ اسے اسی بادشاہ کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے۔لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اور رحمان کی اطاعت ترک کر دی ہے۔انہوں نے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا دیا ہے اور حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے، مال غنیمت میں یہ لوگ اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام، اس لئے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔میرے پاس تمہارے خطوط آئے اور قاصد پہنچے کہ تم نے بیعت کر لی ہے اور تم مجھے بے یار و مددگار نہیں چھوڑو گے۔اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہ راست پر پہنچو گے، میں حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام اور ابن فاطمہ سلام اللہ علیہا بنت رسول ﷺ ہوں۔

میری شخصیت تم لوگوں کے لئے نمونہ ہے اور اگر تم ایسا کرو گے اور اپنا عہد اور میری بیعت توڑو گے تو واللہ یہ بھی تمہاری ذات سے بیعت اور تعجب انگیز عمل نہیں ہوگا تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی اور میرے ابن عم مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ شخص فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکے میں آ گیا۔ تم نے اپنے فعل سے بہت بری مثال قائم کی۔ جو شخص عہد توڑتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ مجھے، تمہاری امداد سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام

(بحوالہ۔ ابن اثیر جلد ۴ تاریخ الامم الملوک جلد ششم)

اس خطبے میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اگر تم مجھے موت سے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو تو میں اس کے جواب میں وہی بات کہوں گا جو رسول ﷺ کے ایک صحابی نے اپنے چچا زاد بھائی سے کہی تھی جو اس صحابی رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کی امداد سے باز رکھنا چاہتا تھا کہ اگر تم محمد ﷺ کی حمایت میں لڑنے نکلے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ اشعار پڑھے تھے:

ترجمہ: "میں جلد ہی روانہ ہو جاؤں گا اور جب مرد کی نیت نیک ہو اور مسلمان کی مانند جہاد کرے اور نیکوں پر جان نثار کرتا ہو اور مجرموں سے علیحدہ رہتا ہو تو اسے مرنے میں کوئی عار نہیں ہو سکتی۔ اگر میں زندہ رہا تو شرمندگی نہ ہوگی اور اگر مارا گیا تو ملامت نہ ہوگی مگر خوار و زبوں ہو کر زندہ رہنے میں تو بڑی ذلت ہے۔"

ایک موقع پر آپ نے اللہ کے حضور مناجات کے بعد یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگو! میرا حسب و نسب یاد کرو، سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو، خوب غور کرو کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی ﷺ کی بیٹی کا بیٹا، اس کے وصی اور عم زاد کا جگر گوشہ نہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے؟ کیا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ میرے باپ کے چچا نہیں؟ کیا جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ ﷺ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے ہیں جنت میں نوجوانوں کے سردار اور اگر یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا، تو بتاؤ، کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہئے؟ اگر

میری بات کا یقین نہیں کرتے، تو تم میں اس وقت بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر سکتے ہو (یا پھر صحابی) جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھو، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھو، سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے پوچھو، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھو، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر میرے سوا کسی نبی کا کوئی نواسہ موجود نہیں۔ میں تمہارے نبی کا بلاواسطہ نواسہ ہوں۔ کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے، کسی کا خون بہایا ہے، کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟؟

روز عاشور نماز فجر کے بعد اتمام حجت کے لئے آپ نے شامی فوج سے خطاب کیا اور فرمایا لوگو! جلدی نہ کرو پہلے میرا کہنا سن لو پھر اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ اگر میرا عذر قبول کر لو گے، میرا کہنا سچ مانو گے اور انصاف سے کام لو گے تو خوش قسمت ہو گے اور تمہارے لئے میری مخالفت کی کوئی سبیل باقی نہ رہے گی اور اگر تم نے میرا عذر قبول نہ کیا اور انصاف سے کام نہ لیا تو پس تم اور تمہارے شریک سب مل کر اپنی ایک بات ٹھہرا لو تا کہ تمہاری وہ بات تم میں سے کسی ایک کے اوپر مخفی نہ رہے، تم میرے ساتھ جو کرنا چاہتے ہو کر ڈالو اور مجھے مہلت نہ دو، اللہ میرا مددگار ہے جس نے کتاب (قرآن) نازل کیا اور وہی صالحین کا ولی ہوتا ہے۔ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ معاملے کی جو صورت ہو گئی ہے تم اسے دیکھ رہے ہو، دنیا نے رنگ بدل دیا، منہ پھیر لیا۔ نیکی سے خالی ہو گئی ذرا سی تلچھٹ باقی ہے حقیری سی زندگی رہ گئی ہے، ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے، افسوس تم نہیں دیکھتے کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ باطل پر اعلانیہ عمل کیا جا رہا ہے کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے، وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں بقائے الٰہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں، ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود ایک جرم ہے،

جب امام علیہ السلام میدان میں اکیلے رہ گئے، تو تلوار چلاتے ہوئے بھی ارشاد فرما رہے تھے، آج تم لوگ میرے قتل کے لئے جمع ہوئے ہو، خدا کی قسم میرے بعد کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرو گے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناراضی کا موجب ہوگا، خدا تم کو ذلیل کر کے مجھے اعزاز بخشے گا اور تم سے اس طرح بدلہ لے گا کہ تمہیں خبر تک نہ ہوگی۔ خدا کی قسم اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو خدا تم پر سخت عذاب نازل کرے گا۔

یہ تو خطیب کربلا کے خطبات مبارکہ کا ایک حسینی عکس تھا اگر حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی ذات گرامی کی گراں قدر عالی خدمات کا احاطہ کیا جائے تو ان کی عظمت اور بزرگی مزید اجاگر ہوتی ہے کیونکہ بنت زہرا و علی خاتون کربلا حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا وہ محسنہ اسلام ہیں جنہوں نے میدان کربلا میں حضرت امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حوصلے بڑھائے اور سانحہ کربلا کے بعد خاندان نبوت کی سرپرستی فرمائی۔ شجاعت و بہادری تو انہیں ورثے میں ملی تھی اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تاریخ انسانی میں ان جیسی شجاع اور بہادر خاتون پیدا ہی نہیں ہوئی۔ ان کے علم وفضل، زہد وتقویٰ، جرات وحق گوئی اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ شان خطابت کا اعتراف اپنوں اور بیگانوں سبھی نے کیا کیوں نہ ہو وہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی، امام زمن شاہ خیبر شکن، مرحب فگن، شیر خدا، خیبر کشا، سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ علیہ السلام کی لخت جگر، سیدۃ النساء العالمین خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے نور نظر سید الشہداء شہید کرب و بلا امام حسین علیہ السلام کی بہن اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ پھر ان تمام عالی نسبتوں کا یہ اثر تھا کہ انہوں نے دین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سربلندی اور بالادستی کے لئے سب سے پہلے اپنے دو صاحبزادے عون ومحمد (رضی اللہ عنہما) قربان کئے اور اس جذبہ ایثار کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی تھی کہ انہوں نے جس پرنور ماحول میں پرورش پائی وہ ماحول فہم وفراست، علم ومعرفت، بصیرت و صداقت، صبر وتحمل اور ایثار وقربانی کی عالی اقدار سے مستنیر تھا۔ روز عاشور، کربلا کے تپتے ریگزار میں دوپہر کے وقت جب حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے اور عابد بیمار کو امام عالی مقام علیہ السلام نے میدان کربلا میں جہاد کی اجازت مرحمت نہ فرمائی بلکہ خود تیاری کرنے لگے تو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے خیمے میں موجود وہ نورانی لباس نکالا جو شب معراج حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیب تن فرمایا تھا۔ سید الشہداء علیہ السلام نے سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ اپنے سر مقدس پر سجایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبا پہنی۔ سیدہ خاتون جنت بنت رسول اللہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے مبارک ہاتھوں کا سلا ہوا رومال لیا اور پھر سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے عظیم بھائی حسین علیہ السلام کا سر چوم کر رخصت کیا بھائی کی جرات وشجاعت کی تعریف کی اور فرمایا "آج تو شہادت ہی میں نام ہے۔" پھر زار وقطار رونا شروع کر دیا۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے دیکھا تو فرمایا کہ "بہن صبر کرو۔۔۔۔۔۔ ذرا سوچو! سیدۃ النساء العالمین فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا نے امت کے لئے کیسی کیسی سختیاں برداشت کیں۔" پھر امام عالی مقام اپنی بیوی حضرت شہر بانو کے پاس گئے انہیں تسلی دی کہ "ذرا دیکھو، زینب سلام اللہ علیہا کو

دیکھو، وہ چاروں طرف سے پریشانیوں میں گھری ہوئی ہیں لیکن ان کا حوصلہ کتنا بلند ہے اماں بھی نہیں حضرت علی علیہ السلام بھی شہید ہو چکے دونوں بیٹے بھی راہ خدا میں کام آ گئے۔ عباس علیہ السلام کی شہادت کا صدمہ بھی برداشت کیا اور اب مجھے کس صبر اور حوصلے سے رخصت کر رہی ہیں۔" جب امام عالی مقام علیہ السلام میدان کارزار میں انتہائی بے دردی سے شہید کر دیئے گئے تو سیدہ نے خیمے سے باہر آ کر فرمایا "اے دشمنو! یہ تو بتاؤ بھلا تم کیا جواب دو گے؟ اس ہادی برحق کو جب وہ (خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم سے سوال کرے گا کہ تم نے (جو آخری امت ہو) میرے اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تم نے میری اولاد پر کیوں کر ظلم ڈھائے؟ کہ ان میں کچھ تو قیدی ہیں اور کچھ کی قبائیں خون سے لالہ زار ہیں۔ یہ خون شہادت سے رنگین قبائیں تم سے سوال کرتی ہیں کہ کیا یہی میرے دعوت وتبلیغ اور درس محبت واخوت کی جزا ہے؟ یہ تو بہت برا بدلہ ہے جو تم نے میری محبت کا مجھے دیا تو تم نے میرے ہی دل کے ٹکڑے کر دیئے اور میرا (اپنے رسول محترم کا) جگر چھلنی کر دیا۔۔۔۔۔۔اف۔۔۔۔۔۔تم نے میرے ساتھ ہی بے وفائی کی نہ اپنے دین کی حرمت رکھی اور نہ ہی امت کی آبرو۔"

اس کے بعد اپنے مختصر قافلے کے ہمراہ جب سیدہ کوفہ کے بازار سے گزر رہی تھیں اور آپ کے ہمراہ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت شہر بانو، اپنی چھوٹی بہن حضرت ام کلثوم، حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیٹی اور حضرت قاسم علیہ السلام کی بیوی کبریٰ، حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کی چھوٹی بیٹی حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا، امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی بیوہ اور حضرت قاسم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ام فردہ سلام اللہ علیہا، حضرت عباس علیہ السلام کی بیوی حضرت ذکیہ سلام اللہ علیہا، حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی کنیز فضہ اور حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا کی کنیز شیرین بھی تھیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام شدید بیمار تھے جب اہل کوفہ نے شور وغوغا کیا تو حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبے کے مندرجات کے مطالعہ میں الفاظ کے انتخاب، جذبات کی ترجمانی، حق کے اظہار کی قوت، تعلیمات قرآنیہ سے اکتساب اور عام فہم مثالوں پر خوب غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ خطبہ مبارکہ خواتین کے لئے ایک روشن چراغ ہے۔ وہ انہیں ارشادات کی روشنی میں کامیاب زندگی کی راہیں متعین کر سکتی ہیں۔ سیدہ کا خطبہ یہ تھا:

"ساری تعریف اور ساری حمد وثناء اسی رب العالمین کو زیبا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور درود وسلام ہو خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر! اے کوفہ والو! کیا تم رو رہے ہو؟ خدا کرے

تمہارے آنسو کبھی خشک نہ ہوں۔ نہ تمہاری نالہ وشیون کی صدائیں خاموش ہوں۔ تمہاری مثال تو قرآن کی روشنی میں اس بڑھیا کی سی ہے جس نے اپنا محنت سے کاتا ہوا سوت خود تار تار کر دیا۔ تم وعدہ خلافی کے مجرم ہو، تم نے اپنے رسول ﷺ سے بے وفائی کی، تم نے اسلام کی بے حرمتی کی اور خدا کا خوف نہ کیا۔ خبردار رہو کہ تم نے قیامت کے لئے بڑا بوجھ اٹھا لیا ہے۔ ہاں! خدا کی قسم تم کو ضرور رونا چاہئے خوب آنسو بہانا چاہئے اور کم سے کم ہنسنا چاہئے تم نے اپنے دامن کو جس پاک خون سے رنگین کیا ہے اس کو تم ان اشکوں سے نہیں دھو سکتے۔ تم نے آخرت تک کی رسوائی خرید لی ہے۔ تم اپنے دامن سے سبط پیغمبر کا خون کیسے دھو سکے گے؟ تم نے آبروئے رسالت لوٹ لی۔ تم نے اپنے ہی سردار کا سر کاٹ لیا وہ تو تمہارے کلمہ کی بنیاد تھا۔ تمہارے ایمان کا جزو تھا جس کو تم نے خاک وخون میں تڑپایا اور جس کا سر نیزے پر چڑھایا اور تمہیں خدا کا خوف نہ آیا اور نہ رسول ﷺ سے حجاب۔۔۔۔۔۔ وہ تو جوانان جنت کا سردار ہے تمہیں خدا سمجھے کوفہ والو! تمہارے نفس نے تمہیں بڑا فریب دیا اور تم نے خدا کے غضب کو للکارا ہے تمہیں اس کے عذاب سے کون بچائے گا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ تم نے کسی کے جگر کے ٹکڑے کئے؟ کسی کا خون بہایا ہے کسی کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے؟ تم نے بہت بڑی جسارت کی ہے اور وہ جرم کیا ہے کہ اگر آسمان ٹوٹ پڑے، زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہ ہو گی۔"

بچ جاؤ گے کہاں؟ قہر خدا، راہ میں ہے
فیصلہ داور محشر کا کمیں گاہ میں ہے

شدت غم میں اس فصیح وبلیغ خطبے کو سننے والوں میں مشہور عرب نقاد بشیر بن خزیم اسدی بھی تھا اس نے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے خطاب کے بعد یہ تاریخی الفاظ کہے کہ "میں نے کبھی ایک پردہ نشین خاتون کو اس طرح پرزور تقریر کرتے ہوئے نہیں سنا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی زبان سے آپ کے والد بزرگوار علی علیہ السلام ابن ابی طالب بول رہے ہیں۔ آپ کی اس دل ہلا دینے والی تقریر کے دوران میرے گرد وپیش تمام سامعین دانتوں میں انگلیاں دبائے رو رہے تھے۔"

اور ہی رنگ تھا اس طرزِ سخن میں گویا
تھی زبان باپ کی بیٹی کے دہن میں گویا

اسی طرح جب اسیران کربلا کا مختصر قافلہ یزیدی لشکر کے ساتھ کوفہ روانگی کے وقت

۱۲ محرم ۶۱ ہجری کو میدان کربلا میں بے گور وکفن تشریف فرما لاشوں سے گزرا تو اس وقت خاتون کربلا سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے تاریخی خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ "اے محمد مصطفی ﷺ! آئیے اور دیکھئے آپ ﷺ کے حسین علیہ السلام کا خون آلود لاشہ، خون آلود چٹیل میدان میں ہے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے گھرانے کی بچیاں رسیوں سے جکڑی ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ کی ذریت قتل کر کے ریت پر بچھا دی گئی ہے اور اس پر خاک اڑ رہی ہے۔ اے میرے نانا جان! یہ آپ ﷺ کی اولاد ہے جسے ہانک کر لے جایا جا رہا ہے۔ ذرا حسین علیہ السلام کو دیکھئے اس کا سر کاٹ لیا گیا ہے اور اس کا عمامہ اور چادر چھین لی گئی ہے۔"

ابن زیاد بدنہاد کے دربار میں سیدہ زینب سلام اللہ علیہا جو ایک کونے میں کھڑی تھیں آپ نے نہایت جرات مندانہ خطاب فرمایا اور یزیدیوں کی خوب سرزنش فرمائی اس پر ابن زیاد بدنہاد بپھر گیا اور کہنے لگا کہ "خدا نے باغی اور سرکش (امام حسین علیہ السلام) کے قتل سے میرے دل کو شفا بخشی۔" سیدہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "خدا کی قسم! تو نے میرے ادھیڑ لوگوں کو شہید کیا میرے اہل کو بے پردہ کیا میری شاخوں کو قطع کیا اور میری جڑوں کو اکھیڑ ڈالا اگر یہ باتیں تیرے لئے شفا ہیں تو بے شک شفا ہیں"۔۔۔۔۔۔ ابن زیاد نے سن کر کہا کہ۔۔۔۔۔ یہ عورت بہت فصیح وبلیغ ہے اس کا باپ بھی شاعر تھا اس لئے اسے بھی شاعری اور فصاحت و بلاغت میں کمال حاصل ہے جو میرے لئے حیرت اور تعجب کا سبب نہیں۔۔۔۔۔ سیدہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ۔۔۔۔ "یہ شاعری ہے اور نہ ہی خطابت، بلکہ صداقت ہے۔"۔۔۔۔ ان واقعات وخطبات کو ابن اثیر وغیرہ کے علاوہ امام عالی مقام علیہ السلام کے مختلف سوانح نگاروں نے نقل کیا ہے۔ اسی طرح یزید کے دربار میں حضرت سیدہ نے نہایت جرأت مندانہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ "شرم کر یزید! تجھے غیرت نہیں آتی کہ تیری بیویاں اور لونڈیاں تو پردے میں رہیں اور شافع محشر ﷺ کی آبرو (حرم رسالت) پر تیرے درباریوں کی نگاہیں پڑتی رہیں تو اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ تجھے فتح اور ہمیں شکست ہوئی۔ فتح تو حق کا مقدر اور شکست باطل کی قسمت ہے کیا تو نے سوچا؟ کہ تو روزِ حشر محمد ﷺ اور محمد ﷺ کے خدا کو کیا منہ دکھائے گا؟ اس وقت جب ظالموں کو ان کے ظلم کا بدلہ انصاف کے ساتھ دیا جائے گا۔ اے یزید سن! تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور درود وسلام ہو میرے نانا جان ﷺ اور ان کی اولاد پر جو انسانیت کی ہدایت کے لئے آخری نبی بن کر تشریف لائے۔ یہ خطاب سن کر یزید کوئی جواب نہ دے سکا۔ جب اسی سفر میں کچھ خواتین نے اسیران کربلا کے بچوں کو چند کھجوریں دینا چاہیں تو سیدہ

نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا کہ "میرے بچو! یہ نہ کھانا صدقہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہے۔" سچ ہے کہ صبح قیامت تک ہماری تاریخ میں حضرت زینب علیہا السلام کی جرات وشجاعت اور صبر وحوصلہ کی مثال قائم رہے گی۔ خدا ان کے درجات مزید بلند فرمائے۔

المختصر یہ کہ خاندان نبوی کے ہر پھول کی خوشبو جدا اور اس کا مرتبہ ومقام جدا ہے گویا امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

"ذکر حسین علیہ السلام" میرا بہت پسندیدہ مقالہ ہے جو میں نے درحقیقت اپنے مختلف چار مضامین مرتب کر کے ترتیب دیا تھا۔ الحمد للہ یہ ریکارڈ مقبول ہوا اس پر مختلف مکتبہ ہائے فکر کے مقتدر اور جید علماء کے تاثرات بھی میرے لئے اعزاز کا باعث ہیں اور سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ قبل ازاں میرے دیرینہ کرم فرما دوست محترم الحاج ملک خان محمد حفظہ اللہ تعالیٰ نے متعدد بار شائع کر کے اس کتابچے کو مفت تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر سے نوازے اور سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے طفیل ان کی مشکلات کو آسانیوں میں بدلے۔ حق تعالیٰ شانہ قبولیت عامہ عطا فرمائے۔ آمین۔۔۔۔۔

غبار راہ حجاز
محمد محبوب الرسول قادری (مدیر اعلیٰ)
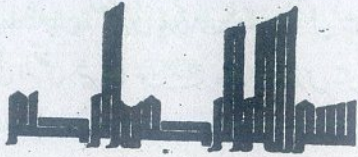
☆☆☆

آنچہ من در بزمِ ناز آوردہ ام دانی کہ چیست؟
یک چمن گل، یک نیستان نالہ، یک خمخانہ مے

ترجمہ

"جو کچھ میں بزم ناز میں لایا ہوں، آپ کو معلوم ہے وہ کیا ہے؟
یہ ایک پھولوں کا باغ، ایک گھنا جنگل آہ وبکا، اور ایک مے کدہ ہے"

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ولادتِ سیدنا امام حسین علیہ السلام:

اللہ کے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو ہجرت کے چوتھے سال ماہ شعبان المعظم کی پانچ تاریخ کو مولا مشکل کشاء باب مدینۃ العلم، امیر المؤمنین، حیدر کرار، سیدنا علی المرتضیٰ، شیر خدا علیہ السلام کے شانہ اقدس میں ایک فرزند دلبند نے ظہور فرمایا۔

اسمِ گرامی:

رحمت عالم و عالمیان ﷺ کو اطلاع دی گئی سرکار دو جہاں ﷺ، خاتون جنت سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر جلوہ افروز ہوئے، نو مولود کو اپنے مقدس ہاتھوں میں لیا۔ نبی ﷺ نے نومولود کو اور نو مولود نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کو دیکھا اور فرمایا۔۔۔۔۔ اولاد کا پہلا حق والدین پر یہ ہے کہ اس کا نام اچھا رکھیں۔ علی علیہ السلام تم نے شہزادے کا نام کیا رکھا ہے؟ عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہی تجویز فرمادیں۔ حضور ﷺ نے توقف فرمایا۔ جبرائیل امین علیہ السلام آئے ۔۔۔۔۔ خدا کا سلام لائے ایک ریشمی پارچہ پیش خدمت کیا، جس پر میرے مولا کا اسم گرامی "حسین (علیہ السلام)" منقش تھا۔

تہنیت اور تعزیت:

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے مبارک باد پیش کی اور ساتھ ہی تعزیتی پیغام بھی سنایا، خوشی اور غم کے جذبات جوبن پر تھے اور تاجدار انبیاء ﷺ اپنے لخت جگر اور نور نظر میرے مولا حسین علیہ السلام کے گلوئے مبارک کے بوسے لے رہے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔۔۔۔ اے ہادیٔ دو جہاں ﷺ! اسی بوسہ گاہ پر خنجر چلے گا اور یہ گل گلشن رسالت راہ خدا میں شہادت پائے گا۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور حسین علیہ السلام کے چہرے کو تکتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں دعا فرمائی۔

اللھم اعط الحسین صبراً و اجراً۔ اے اللہ! میرے حسین علیہ السلام کو صبر اور اجر عطا فرما۔

مرشد کائنات ﷺ نے شہزادے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں گوش مبارک میں اقامت کہی۔ حسین علیہ السلام کا نام شبیر بھی پسند فرمایا۔ کنیت ابو عبداللہ اور لقب سبط رسول ہے۔ اپنے برادر بزرگ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے تقریباً گیارہ ماہ چھوٹے ہیں۔ ولادت سے ساتویں روز حضور ﷺ نے عقیقہ میں دنبہ ذبح فرمایا۔ حسین علیہ السلام کا سر منڈوایا اور بالوں کے وزن میں چاندی صدقہ فرمائی۔

حضرت امام حسن علیہ السلام سر انور سے سینہ مبارک تک اور حضرت امام حسین علیہ السلام سینہ اطہر سے پائے مقدس تک حضور سرور سروراں ﷺ کے ہم شکل اور مشابہ تھے، یہی وجہ تھی کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھیں دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کو ترستی تھیں تو وہ دونوں شہزادوں (حسنین کریمین علیہم السلام) کو سامنے بٹھا کر دولت دیدار سے فیض یاب ہوتے۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا۔

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنینؓ
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے
آدھے سے حسنؓ بنے آدھے سے حسینؓ

ذات رسول ﷺ اور محبت حسین علیہ السلام:

حضور رحمت عالم ﷺ کو دونوں شہزادوں سے بے حد محبت تھی اور امام حسین علیہ السلام سے بے حد انس و الفت تھی۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ایک زانو مبارک پر آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے زانو مبارک پر حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آئے اور عرض کیا۔ اے خدا کے حبیب ﷺ! دونوں شہزادوں میں سے ایک کا انتخاب فرما لیجئے۔ رب کریم ان دونوں کو بیک وقت آپ ﷺ کے پاس اکٹھا نہیں رکھے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا انتخاب فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور میری بیٹی کا بیٹا ہے۔ آپ ﷺ جب امام حسینؓ کو دیکھتے تو فرماتے۔

میں نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اس پر قربان کیا۔ یہ میرا نورِ نظر اور لختِ جگر ہے۔ حضور رحمت عالم ﷺ ہر روز حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیکھتے۔ سینے سے لگاتے، پیار فرماتے، چومتے، سونگھتے، گود میں بٹھاتے اور فرماتے: یہ میرے پھول ہیں۔ سرکار دو جہاں ﷺ دونوں شہزادوں کے لئے منبر شریف سے اتر آتے۔ نماز کے دوران سجدے لمبے کر دیتے۔

مولا حسین علیہ السلام اور ارشاداتِ نبوی ﷺ:

رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ حسین علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں۔ اے اللہ! جو حسین علیہ السلام سے محبت رکھے تو اس سے محبت فرما۔ حسین علیہ السلام جنتی نوجوانوں کا سردار اور میرا فرزند ہے۔ حسین علیہ السلام سے محبت مجھ سے محبت کے مترادف ہے اور حسین علیہ السلام سے عداوت مجھ سے عداوت کے مترادف ہے۔ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام میرے دو پھول ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے دونوں کندھوں پر دو شہزادوں (حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام) کو بٹھایا، انہیں چومتے، سونگھتے اور فرماتے: جس نے انہیں محبوب رکھا، اس نے مجھے محبوب رکھا۔ جس نے انہیں دشمن رکھا، اس نے مجھے دشمن رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جسے مجھ سے محبت ہے اس کو چاہئے کہ وہ ان دونوں سے محبت رکھے۔ حضور ﷺ نے خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا کہ حسن علیہ السلام کے لئے میری ہیبت اور سیادت ہے اور حسین علیہ السلام کے لئے میری جرات اور سخاوت ہے۔

حسینؓ ابن علیؓ کی شان رفعت کوئی کیا جانے
حسنؓ جانے، علیؓ جانے، نبیؐ جانے، خدا جانے

حسین علیہ السلام کا رونا مجھے گوارا نہیں:

بچپن کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام گھر میں رو رہے تھے۔ حضور رسول خدا ﷺ گلی سے گزرے حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز سنی۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور فرمایا کہ حسین علیہ السلام کو نہ رلایا کرو۔ اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

محبت حسین علیہ السلام نگاہِ رسول ﷺ میں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ بچوں کے قریب سے گزرے جو کسی گلی میں کھیل رہے تھے، آپ ﷺ نے ایک بچے کو بلایا اسے پیار کیا۔ اس کی خیریت دریافت فرمائی اور دعا و توجہ سے سرفراز فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس انفرادی شفقت کا سبب پوچھا تو زبان حق ترجمان سے ارشاد ہوا۔ ایک مرتبہ میں نے اس بچے کو دیکھا کہ یہ میرے نورِ نظر حسین علیہ السلام کی خاک پا کو اپنی آنکھوں سے لگا رہا تھا۔ اس لئے مجھے اس بچے سے محبت ہے میں اس کی اور اس کے والدین کی شفاعت کروں گا۔ سبحان اللہ! مولا حسین علیہ السلام! تیری عظمتوں پر قربان کہ تیرے محبت رکھنے والوں کی شفاعت تو کجا ان کے قرابت دار بھی شفاعت رسول ﷺ کے مستحق ٹھہرے۔

اہل بیت اطہار کے متعلق مطلقاً حکم دیا کہ جو میرے اہل بیت کی محبت میں مر گیا پس وہ شہید ہوا اور جو میرے اہل بیت کے بغض میں مرا گویا اس نے کفر کی موت پائی اور ہلاک ہوا۔ کسی نے کیا خوب کہا

بے حب اہل بیتؑ عبادت حرام ہے
زاہد تیری نماز کو میرا سلام ہے

اور چراغ گولڑہ حضرت پیر سید نصیر الدین نصیرؒ نے تو کمال کر دیا۔ فرماتے ہیں ۔

حب شبیرؓ نہیں ہے تو عبادت ہے حرام
نہ نمازیں، نہ وظیفے، نہ رکوع اور نہ قیام
روزہ و حج، زکوٰۃ و تسابیح و احرام
نہیں مقبول یہ اللہ کو بے حب امام
خواہ میری یہ فراست ہے یا نادانی ہے
حب اولادِ علیؓ شرطِ مسلمانی ہے

محبت اہل بیت رسول:

قرآن حکیم نے واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ اے محبوب پاک ﷺ! آپ ﷺ ارشاد

فرما دو کہ میں اجر رسالت کے طور پر تم سے کوئی شے طلب نہیں کرتا، مگر اپنے قرابت داروں کی محبت و مودت۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (الشوریٰ: ۲۳)

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اسلام کی طرف سبقت کرنے والے ہی سابق ہیں۔ یہی مقرب ہیں، مراد اہل بیت اطہار علیہم السلام ہیں۔ گویا اہل بیت اطہار کی محبت از روئے قرآن واجب ہوئی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت فرمائی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ہمارے اہل بیت کے ساتھ جو شخص بغض رکھے گا خدا تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل فرمائے گا۔ نیز فرمایا کہ جس شخص نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عترت پاک کے بارے میں اذیت دی اس پر جنت حرام کر دی گئی۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔

سرکار علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ "یوم قیامت، تمام قرابتی اور نسبی رشتے کٹ جائیں گے سوائے میرے قرابتی اور نسبی رشتوں کے۔" (صواعق محرقہ)

پھر اپنے نسب شریف سے متعلق مزید وضاحت یوں فرمائی۔

میں قیامت میں چاروں بندوں کی شفاعت کروں گا۔ اگر وہ تمام زمین والوں کے گناہ لئے بھی آئیں۔

۱۔ میری اولاد کی عزت کرنے والا۔

۲۔ ان کی ضروریات پوری کرنے والا۔

۳۔ ان کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرنے والا۔

۴۔ دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا

(صواعق محرقہ)

شفاء شریف میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ آل رسول ﷺ کی پہچان "دوزخ سے نجات"... آل رسول ﷺ کی محبت "پل صراط کا ٹکٹ"... اور آل رسول ﷺ کی دوستی "عذاب سے بچاؤ" ہے۔ حضرت بیدم وارثی نے کہا تھا۔

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیر النساءؓ، حسینؓ و حسنؓ مصطفیٰ، علیؓ

کسی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ:

کون خدا والے ہیں قرآن میں ڈھونڈو
حق جن کی محبت کا صلہ مانگ رہا ہے

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور عترت رسول:

شاید بات دور نکل گئی۔ محبت حسین علیہ السلام کی بات ہو رہی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام سے کس انداز میں محبت کی اور ہمیں کیا درس دیا؟ آیئے دیکھیں امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو مرید رسول ﷺ بھی ہیں اور مراد رسول ﷺ بھی۔ جنہیں حضور ﷺ نے اپنا وزیر کہا۔

اسلامی تاریخ کا وہ عظیم فرمانروا کہ جس نے ۲۵ لاکھ مربع میل پر اسلامی سلطنت کو پھیلا دیا۔ جس کے زمانے میں سعودی عرب کے علاوہ مصر، لیبیا، شام، اردن، عراق، لبنان، افغانستان، سلطنت عمان، متحدہ عرب امارات، قطر، بحرین، روسی آذربائی جان، کویت، سوڈان کا شمالی حصہ اور خود ہمارے پاک وطن پاکستان کے صوبہ بلوچستان تک اسلامی حکومت قائم ہو گئی تھی۔ جس کے نام سے قیصر و کسریٰ کے تاجدار کانپ اٹھتے تھے۔ اس فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب ان کے اپنے صاحبزادے نے کہا کہ حسین علیہ السلام مجھے فرماتے ہیں کہ تم ہمارے غلام کے بیٹے ہو تو عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب فرط محبت سے جھوم اٹھے اور امام حسین علیہ السلام سے عرض کہلوا بھیجا کہ حضور، کرم فرماؤ۔ یہی بات لکھ کر دو۔

کوثر ہے اب تو ایک ہی اعزاز کی ہوس
کہہ دیں وہ حشر میں "یہ ہمارا غلام ہے"

(مولانا کوثر نیازی مرحوم)

جب امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے لکھ کر دیا کہ "تم ہمارے غلام عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے بیٹے ہو۔"

تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کاغذ کو سنبھال کر رکھ لیا اور وصیت فرمائی کہ میرے کفن کے ساتھ رکھ دینا تاکہ نکیرین سے کہہ سکوں کہ میں تو حسین علیہ السلام کا غلام ہوں۔

میراثِ مسلمانی سرمایۂ شبیری

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں جب شہر مدینہ فتح ہوا اور مال غنیمت آیا تو مال غنیمت مسجد نبوی شریف کے فرش پر پھیلا دیا گیا۔ سبط رسول امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا (اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ!) ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے ہمیں عطا کیجئے۔ آپ نے فرمایا یا صاحب برکتہ والکرامۃ اور ایک ہزار درہم نذر کر دیئے۔ آپ کے جانے کے بعد راکب دوش رسول امام حسین علیہ السلام شہید کربلا جلوہ فرما ہوئے۔ انہیں بھی امیر المومنین نے ایک ہزار درہم پیش کر دیئے۔ اب امیر المومنین کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے آپ نے ان کو پانچ سو درہم دیئے۔ یہ معاملہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میں حضور سید عالم ﷺ کے عہد مبارک میں جوان تھا اور جہاد میں شریک ہوتا تھا۔ جب کہ اس وقت حسنین کریمین علیہ السلام بچے تھے اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان دونوں کو ہزار ہزار درہم عطا فرمائے جبکہ مجھے پانچ سو درہم (حالانکہ میرا حق زیادہ ہے) یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بیٹا! پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حسنین کریمین علیہ السلام کو حاصل ہے پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔ ان کے باپ علی المرتضیٰ علیہ السلام، ماں فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا، نانا رسول خدا ﷺ، نانی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، چچا جعفر طیار رضی اللہ عنہ، پھوپھی ام ہانی رضی اللہ عنہا، ماموں ابراہیم بن رسولِ خدا ﷺ اور خالہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اور رقیہ رضی اللہ عنہا (دختران پیغمبر ﷺ) ہیں۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خاموش ہو گئے۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پھر یاد آ گئے کیا خوب فرمایا۔

کیا بات ہے رضا اس چمنستان کرم کی
زہراءؓ ہے کلی جس میں حسینؓ و حسنؓ پھول

مقام امام حسین علیہ السلام، صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اسی تربیت کا اثر تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ شریف کے سائے میں بیٹھے تھے کہ امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام کو آتے دیکھا تو یوں گویا ہوئے۔ آج یہ (امام حسین رضی اللہ عنہ) آسمان والے کے نزدیک، تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام عالی مقام علیہ السلام کے نعلین

مبارک کی گرد جھاڑ کر اپنی عقیدت کا ثبوت دیتے تھے۔

فردوس چشم، قرۃ عینی و سیدی
یعنی حسینؓ، جانِ نبیؐ، شانِ مرتضیٰؓ

(فردوس)

پیر نصیر الدین گولڑوی نے سچ ہی تو کہا کہ

حب نبیؐ و آل نبیؐ بے گمان نصیر
فضل خدا است ذالک یوتیہ لمن یشاء

سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو رہے ہیں۔ دوڑے، آگے بڑھے اور گھوڑے کی رکاب تھام لی تاکہ حسین علیہ السلام آسانی کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ دیکھنے والے نے کہا! اے ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ علم، عمل اور عمر میں حسین علیہ السلام سے آگے ہو۔ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا تجھے کیا خبر؟ یہ میرے آقا و مولا ﷺ کے فرزند عزیز ہیں۔ انہی کے تصدق میں خدا نے مجھے علم و عمل عطا کیا۔ ان کے گھوڑے کی رکاب تھامنا میرے لئے بہت بڑا اعزاز و اکرام ہے۔

سبحان اللہ! شہنشاہ تصوف، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل بیت کرام علیہم السلام کے ساتھ کسی مخلوق کو برابر نہ جانو کیونکہ تمام روحانی سعادتیں اہل بیت علیہم السلام ہی کا حصہ ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اہل بیت اطہار علیہم السلام ازلی طہارت و تقدس سے مخصوص ہیں۔

حضرت خواجہ معین الہند معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ دین پناہ است حسینؓ
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

امام عالی مقام کے معمولات:

امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام علم و عمل، اخلاق و مروت، علم و حیا، صبر و رضا، زہد

تقویٰ اور جود و سخا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ صلہ رحمی، آپ کا شیوہ تھا مہمان نوازی، غربا پروری، مظلوم کی حمایت و امداد کرنا اور مساکین کو کھانا کھلانا آپ کا معمول تھا۔ آپ نے پیدل چل کر پچیس حج کئے۔ روزے کثرت سے رکھتے تھے اور امورِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ حضرت سید سجاد امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام دن رات میں تین ہزار رکعتیں نوافل ادا فرمایا کرتے تھے۔

مولا حسین علیہ السلام کا جود و سخا:

ساقی کوثر کے نورِ نظر جود و سخا میں بھی اپنی مثال آپ تھے جو سوالی در دولت پر حاضر ہوتا کبھی خالی واپس نہ جاتا کسی سائل نے حاضر ہو کر دو اشعار لکھ بھیجے اور انتظار کرنے لگا۔ ان اشعار میں اس نے اپنی ضرورت اور پریشانی کا ذکر کیا تھا، اور پھر صبر نہ کر سکا۔ دوبارہ دو اشعار لکھ بھیجے کہ اپنے در دولت سے خالی نہ لوٹائیے۔ آپ علیہ السلام نے فوراً دس ہزار درہم سائل کو بھجوا دیئے اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر جلدی نہ کرتا تو اس سے زیادہ رقم عطا کی جاتی۔

مشہور واقعہ ہے کہ کھانا کھاتے وقت آپ کے کسی غلام نے گرم شوربے کا پیالہ ہاتھ سے چھوڑا جو آپ علیہ السلام کے وجود مسعود سے لگا اور پھر گر کر ٹوٹ گیا۔ آپ علیہ السلام نے تادیباً غلام کی طرف دیکھا تو غلام نے فوراً یہ آیت تلاوت کی:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ (آل عمران: ۱۳۴)

آپ علیہ السلام نے فرمایا "میں نے اپنا غصہ پی لیا اور تیرا قصور معاف کر دیا اور تجھے اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا اور تیرے اخراجات کی ذمہ داری بھی مجھ پر ہے۔"

اللہ اکبر!

ایک مرتبہ ایک سائل آیا۔ سوال کیا اور تنگ دستی کا ذکر کیا۔ امام نے اس وقت اشرفیوں کے پانچ توڑے (جو اسی وقت نذرانہ ہوئے تھے) اس سائل کو عطا فرما دیئے۔

مجھے پھر پیر سید نصیر الدین گولڑوی یاد آ رہے ہیں خوب فرمایا۔

دستِ علیؑ، حسامِ حسنؑ، نورِ مشرقین
پروردہ کنارِ رسولِ خدا، حسینؑ

یزید ملعون:

یہ وہ بدبخت، بد باطن، بدکردار، بد اخلاق، رسوائے زمانہ، ابلیس صفت، ملحد و زندیق، منحوس و دیوث، فاسق و فاجر، گمراہ اور بے دین شخص ہے جس کے ناپاک دل میں اہانت آل رسول ﷺ کا خیال آیا اور اس نے گلشن رسالت کے پھولوں کو میدان کربلا میں مسل ڈالا۔ اہل بیت علیہم السلام کے بے گناہ قتل و غارت گری کا یزید کے منحوس چہرے پر سیاہ داغ ہے۔ یہ نہایت بدصورت، شرابی، بے ادب، ظالم اور گستاخ تھا۔ اس نے مدینہ طیبہ کی بے حرمتی کروائی۔ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے، حضور رسالت مآب ﷺ کے منبر پاک کو غلاظت سے آلودہ کیا۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خانہ کعبہ کی توہین کی۔ غلاف کعبہ کو جلایا۔

ابن عساکر کی ایک روایت میں امام عالی مقام مولا حسین علیہ السلام کے قاتل کا نام صاف طور پر "یزید" مذکور ہے اور ساتھ یہ بھی کہ وہ بدبخت دین میں رخنہ اندازی کرے گا اور اہل بیت اطہار کو مٹانے کے درپے ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یزید پلید نے شریعت اسلامیہ کی کھلم کھلا توہین کی اور اہل بیت کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگا، یزید پلید حمص میں قولونج کے شدید درد میں مبتلا ہوا اور تڑپ تڑپ کر جہنم نگر پہنچ گیا۔ بدقسمتی سے بعض عاقبت نااندیش لوگوں (خارجیوں اور ناصبیوں) نے آل رسول ﷺ سے اپنے باطنی بغض و عداوت کے سبب تحفظ یزید کی تحریک شروع کر رکھی ہے جو خارجیوں کی بنیادی ضرورت ہے۔ لیکن صبح قیامت تک وہ اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور میرے مولا حسین علیہ السلام کا اسم گرامی اہل ایمان میں ہمیشہ ہمیشہ ایمان کا نور بانٹتا رہے گا جو کہ ہمیشہ کے لئے باقی و سلامت رہے گا۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ

کیونکہ شہید زندہ ہیں۔ ان کے نام بھی زندہ ہیں اور ان کے کام بھی زندہ ہیں۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ رہی جفا
جو رہا تو نام حسینؑ کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

امام حسین علیہ السلام سے یزید کا مطالبہ بیعت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اس کور باطن (یزید) نے حکومت کے نشے میں بدمست ہو کر امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام کو بیعت کے لئے مجبور کیا مگر امام عرش مقام اس سفاک ظالم درندے کی کب بیعت کرنے والے تھے؟ آپ علیہ السلام نے بیعت سے انکار کر دیا۔

ادھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہی اہل کوفہ آپ علیہ السلام کو خطوط لکھ لکھ کر بلا رہے تھے کہ آپ علیہ السلام ہی امداد فرمائیں اور مدینہ سے کوفہ تشریف لا کر سکونت اختیار فرمائیں۔ ہماری دینی راہبری کا کوئی بندوبست نہیں۔ اب کوفیوں لعینوں نے خطوط لکھنے کی تحریک کو مزید تیز کر دیا۔ امیر مدینہ ولید بن عقبہ نے یزید کی طرف سے آپ علیہ السلام سے بیعت لینا چاہی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ہم جیسوں کی بیعت پوشیدہ نہیں ہو سکتی ہم تو خلقت کے سامنے بیعت کریں گے۔

مدینہ منورہ سے امام حسین علیہ السلام کی ہجرت:

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے مدینہ منورہ سے رات کے اندھیرے میں مکہ مکرمہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ اب وہ وقت بھی یاد آ رہا تھا کہ کبھی تاجدار عرب و عجم ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی اور آج مدینہ منورہ سے نواسۂ رسول ﷺ مکہ مکرمہ کی جانب ہجرت فرما رہے تھے۔ یہ ۴ شعبان ۶۰ھ کا واقعہ ہے۔ ادھر کوفیوں کے ڈیڑھ سو سے زیادہ خطوط آپ علیہ السلام کو موصول ہوئے تو آپ علیہ السلام نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر کوفہ بھیجا۔ ان بدبختوں نے امام مسلم بن عقیل علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر منحرف ہو گئے۔ ابن زیاد بدنہاد کے دام فریب میں پھنس گئے اور بعض خوف و ہراس کھا گئے اور حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو ان کے دو صاحبزادوں سمیت نہایت سنگدلی سے شہید کر دیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مکہ مکرمہ سے امام علیہ السلام کی ہجرت کوفہ:

ادھر مسلم بن عقیل علیہ السلام کا خط امام عرش مقام علیہ السلام کو مکہ مکرمہ میں ملا تو سید الشہدا امام عالی مقام علیہ السلام نے مکہ مکرمہ سے کوفہ ہجرت کا پختہ ارادہ فرما لیا۔ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر جماعت نے آپ علیہ السلام کو اس ارادے سے باز رہنے کے لئے عرض کیا مگر مشیت ایزدی غالب رہی۔ صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے خواب میں ایک حکم دیا ہے میں اس کی ہر حال میں تعمیل کروں گا۔ سر کٹ جائے یا رہ جائے مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ پوچھا گیا وہ خواب کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تک زندہ ہوں کسی کو ہرگز نہیں بتاؤں گا اور آپ علیہ السلام نے کوفہ کے لئے سفر شروع فرما دیا۔ مقام صفاح پر مشہور محب اہل بیت شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی جو کوفہ سے آ رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ "اہل کوفہ کے دل آپ کے ساتھ ہیں، مگر ان کی تلواریں ظالم حکومت کی ہمدرد ہو گئی ہیں۔" یہ سن کر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم سچ کہتے ہو مگر جو خدا تعالیٰ کو منظور ہے وہ ہو کر رہے گا اور ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔

کربلا میں امام علیہ السلام کی جلوہ گری:

مکہ مکرمہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مختلف منزلیں طے کیں اور پھر میدان کربلا میں خیمہ زن ہوئے۔

سب سامنے تھی خواب کی تعبیر آ گئی
ہے کربلا تو منزل شبیرؓ آ گئی

یہ ۲ محرم الحرام ۶۱ھ کا دن تھا۔ حر بن یزید ریاحی نے ابن زیاد کو امام علیہ السلام کی آمد کی خبر دی تو اس لعین نے تحریری خط بھیجا جس میں لکھا "مجھے یزید نے لکھا ہے کہ میں ہرگز سونے کے لئے آنکھ بند نہ کروں اور کھانے سے اپنا پیٹ نہ بھروں۔ اس وقت تک کہ جب آپ علیہ السلام سے یزید کی بیعت قبول نہ کروا لوں یا قتل کر دوں لہٰذا آپ علیہ السلام یزید کی بیعت قبول کر لیں اور کوئی گزند کا خوف نہ کریں۔" حضرت امام عالی مقام علیہ السلام نے یہ خط پڑھا اور پھر اسے زمین پر پھینک دیا۔ اس بات کا علم ہونے پر ابن زیاد بدنہاد سخت غضبناک ہوا اور اس نے عمر بن سعد کو

حاکم بنا کر امام سے جنگ کرنے بھیجا اور اس کے ہمراہ بائیس ہزار سوار اور پیادہ فوجی تھے اور ان میں اکثر ایسے بدبخت بھی تھے جنہوں نے امام عرش مقام علیہ السلام کو خط لکھ کر کوفے بلوایا تھا۔ امام عالی مقام علیہ السلام کو جب ان منحوس اور بدنیت کمینوں کی کمینگی کا یقین ہو گیا تو آپ نے اپنے خیموں کے گرد خندق کھدوا دی۔ تاکہ خیمہ گاہ پر اشقیاء ہجوم نہ کر سکیں۔ ان کمینہ خصلت ناہنجاروں نے ساقی کوثر و تسنیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور نظر پر پانی بھی بند کر دیا۔

وہ جن کی پیاس پر دریا کی موجیں بھی تڑپتی تھیں

حضرت امام حسین علیہ السلام کا تاریخ ساز خطاب:

اب امام عالی مقام علیہ السلام نے اتمام حجت کے لئے اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا "لوگو! معاملہ کی جو صورت ہو گئی ہے تم اسے دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے اپنا رنگ بدل دیا، منہ پھیر لیا۔ نیکی سے خالی ہو گئی، ذرا سی تلچھٹ باقی ہے۔ حقیر سی زندگی رہ گئی ہے، ہولناکی نے احاطہ کر لیا ہے۔ افسوس تم دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ باطل پر اعلانیہ عمل کیا جا رہا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے۔ وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں بقائے الٰہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ رہنا بجائے خود ایک جرم ہے۔" پھر ارشاد فرمایا: "اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر ہو اور حق دار کا حق پہچانو تو خدا کی خوشنودی کا موجب ہو گا۔ ہم اہل بیت ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حق دار ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی حق نہیں یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کر رہے ہیں اگر تم ہمیں ناپسند کرو۔ ہمارا حق یہ پہچانو اور اب تمہاری رائے اس کے خلاف ہو گئی ہو جو تم نے مجھے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تو میں واپس جانے کے لئے بخوشی تیار ہوں۔ مزید فرمایا فرات کا پانی جو چرند پرند و کافر و مشرک سب کے لئے تم نے روا رکھا ہے اسی کو تم نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بند کر دیا ہے۔ کس منہ سے تم کل حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے طلب گار ہو سکو گے؟"

ان مقدس اثر انگیز خطابات کا ان یزیدی لعینوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ان کی شقاوت قلبی حد سے تجاوز کر چکی تھی اور جہنم ان کا مقدر بن چکا تھا۔

جب میدان کارزار تپ گیا:

۹ محرم ۶۱ھ کے پچھلے پہر جہنمی لشکر نے نوجوانان جنت کے سردار کے مقابلے میں حرکت شروع کی۔ ادھر امام اپنے خیمہ گاہ میں محو استراحت ہو گئے اور امام الانبیاء کی زیارت سے اس حال میں مشرف ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لخت جگر اور نور نظر کے سینۂ اقدس پر اپنا دست رحمت رکھے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں:

اللھم اعط الحسین صبراً و اجراً الٰہی! میرے حسین علیہ السلام کو صبر اور اجر عطا فرما۔

اور ساتھ ہی فرمایا بیٹا حسین علیہ السلام! عنقریب ہم سے ملنے والے ہو۔ اگلے روز کے جمعۃ المبارک کا خیال آیا، امام نے وصیت کرنے کی غرض سے ایک رات کی مہلت لی۔ ادھر رات ہوئی۔ امام نے اپنے ۷۲ جانثاروں سمیت اہل بیت اطہار سے خطاب فرمایا کہ یزیدی ٹولہ میری جان کے درپے ہے اور صبح مجھے ان سے جنگ کرنا ہے، میں تم سب کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ جہاں چاہو، چلے جاؤ اور میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کو ساتھ لے جاؤ مگر سب جانثاران امام تھے وہ کب جانے والے تھے؟ رات عبادت میں گزری، آخر ۱۰ محرم یوم عاشورہ کی صبح نمودار ہوئی، فرات پر پہرہ دینے والے بدبختوں کی تعداد پانچ سو کر دی گئی تاکہ امام کو پانی کی ایک بوند بھی نہ مل سکے، اتمام حجت کے لئے امام نے ایک مرتبہ یزیدیوں سے خطاب فرمایا مگر ان پر ان کا خبث باطن غالب رہا۔ امام کے لشکر میں ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادے تھے، زہیر بن قیس دائیں اور حبیب بن مظہر بائیں سردار مقرر ہوئے اور وفاؤں کے بادشاہ حضرت غازی عباس علیہ السلام کو علم عطا فرمایا گیا۔ جنگ شروع ہوئی اور امام کے جانثاروں نے اپنے آقا و مولا پر اپنی جانوں کے نذرانے نچھاور کرنا شروع کئے۔ ادھر وقت نماز قریب آ رہا تھا ادھر بزرگ امام اپنے جوانوں کے لاشے اٹھا رہے تھے۔ میرے قلم میں اتنی سکت نہیں کہ خاندان نبوت کے ان پھولوں پر مظالم کی ساری داستان رقم کروں جوان علی اکبر علیہ السلام سے معصوم شیر خوار علی اصغر علیہ السلام تک جام شہادت نوش فرما چکے، حضرت حر بھی جہنم سے جنتی بن کر راہیٔ فردوس بریں ہوئے۔ میرے امام کی ہری بھری پھلواری ان کے سامنے اجڑ گئی۔ نازک پھول پتی پتی ہو کر خاکِ کربلا میں بکھر گئے، عون و محمد، قاسم و حسن، حبیب ابن مظاہر، جعفر بن عقیل، مسعود بن حجاج، محمد بن مقداد، عبداللہ بن مسلم، محمد بن

مسلم، جعفر اکبر، غازی عباس علمدار علیہ السلام اور ان کے تینوں بھائی امام کے دوسرے صاحبزادے ابوبکر اور سارے بھائی بھتیجوں سمیت امام کے سارے ہمراہی شہید ہو گئے۔ یزیدی نظریئے سے تائب ہو کر حسینی مشن پر جان قربان کرنے والے سالار حضرت حر رضی اللہ عنہ اپنے جوہر دکھا رہے تھے کہ کسی لعین نے انہیں بھی شدید زخمی کر دیا، گر پڑے اور امام کو آواز دی، امام بے قرار ہو کر سخت جنگ کر کے تشریف لائے اور حضرت حر کو اٹھایا، زمین پر لٹایا، ان کے سر کو اپنے زانو پر رکھ کر پیشانی اور رخساروں پر پڑی ہوئی گرد کو اپنے دامن اطہر سے پونچھنے لگ گئے، شہزادہ کونین کے ہاتھوں کے روحانی کیف سے مسرور ہو کر حضرت حر نے آنکھ کھولی تو امام کو اپنے سامنے دیکھ کر فرط محبت میں مسکرا دیئے کہ گوہر مراد مل گیا۔ عرض کیا! حضور آپ اب تو مجھ سے راضی ہیں۔ امام نے فرمایا کہ ہم راضی ہیں، اللہ بھی راضی ہے۔ امام عرش مقام علیہ السلام کی زبان اقدس و اطہر کے یہ الفاظ سن کر ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اور بقول پیر نصیر گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے جنت سدھار گئے۔

میں ہوں گدائے کوچہ آل نبیؐ نصیر
دیکھے تو مجھ کو نارِ جہنم لگا کے ہاتھ

انا للہ وانا الیہ راجعون

اب امام علیہ السلام اکیلے رہ گئے تھے اور زبان سے فرما رہے تھے۔

مجھ کو جنگل میں اکیلا چھوڑ کر
قافلہ سارا روانہ ہو گیا

شاید اسی موقع کی مناسبت سے پیر نصیر گیلانی مدظلہ نے فرمایا کہ۔

لاکھوں شقی ادھر ہیں ادھر اک حسینؓ ہے
کانٹوں کی نوک جھوک گل تر کے ساتھ ہے
بھیجوں یزیدیت پہ نہ کیوں لعنت اے نصیر
یہ دشمنی ہے اور میرے گھر کے ساتھ ہے

حفیظ جالندھری مرحوم نے کہا کہ۔

عبا بھی تار تار ہے
تو جسم بھی فگار ہے

زمین بھی ہے تپی ہوئی
فلک بھی شعلہ بار ہے
مگر یہ مرد تیغ زن
یہ صف شکن، فلک شکن
کمال صبر و تندہی
سے محو کار زار ہے
یہ بالیقین حسینؓ ہے
نبیؐ کا نور عین ہے

اب چاند کی باری آتی ہے:

اب امام علیہ السلام نے پھر ان بدبختوں کو آخری خطاب فرمایا کہ تم میرے قتل پر جمع ہوئے ہو۔ ہاں ہاں میرے بعد خدا کی قسم تم کسی ایسے کو قتل نہیں کرو گے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناراضی کا سبب ہو۔ خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تمہاری ذلت سے مجھے عزت بخشے گا اور تم سے وہ بدلہ لے گا جو تمہارے خواب و خیال میں بھی نہیں۔ ادھر ایک لعین نے یوں بکواس کی کہ وہ دیکھو فرات کیسے چمک رہا ہے، مگر تم اس سے ایک بوند بھی نہ پاؤ گے اور ابھی پیاسے مارے جاؤ گے۔ امام علیہ السلام کو جلال آ گیا اور فرمایا کہ خدا تجھے ہی پیاسا ہلاک کرے۔ وہ اسی وقت فوراً پیاس میں مبتلا ہوا پانی پیتا مگر پیاس نہ بجھتی حتیٰ کہ اس کثرت سے پانی پیا کہ اس کی آنتیں پھٹ گئیں اور شدت پیاس ہی میں ہلاک ہو گیا۔ شمر خبیث نے شور مچایا، خوب چلایا کہ تمہاری مائیں تم کو پیٹیں، کیا انتظار کر رہے ہو؟ حسین علیہ السلام کو قتل کر دو۔ اب ان ظالموں نے جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ زرعہ بن شریک تمیمی مردود نے بائیں شانہ اقدس پر تلوار ماری۔ سنان بن نخعی جہنمی نے نیزہ مارا اور امام گر پڑے اس مردود نے خولی بن یزید سے امام کا سر کاٹنے کو کہا، اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔ سنان ابن الشیطان خود آگے بڑھا اور اس نے امام کا سر انور جسم اطہر سے جدا کر لیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ لعین شمر ذوالجوشن نے امام کا سر وجود اطہر سے الگ کیا۔ اسی بات کو خلیفہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابوالحسنات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب "اوراق غم" کے صفحہ ۲۹۶ پر علامہ ابی اسحاق اسفر آئینی کی کتاب "نور العین" کے حوالے

سے یوں رقمطراز ہیں کہ ولد الشیطان سنان جب حلقوم ناز تراشنے کو آیا تو اس پر اس قدر ہیبت پڑی کہ بھاگ گیا۔ پھر شمر ذی الجوشن خبیث آیا۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے خوب صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا اور اس وقت رسول خدا ﷺ کی وہ دعا اللھم اعط الحسین صبراً و اجراً رنگ لائی اور امام نے چلچلاتی دھوپ میں صبر و رضا کی چھتری کے سائے تلے شمر مردود سے پوچھا تو کون ہے؟ تو زبردست گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے کیا تجھے خدا اور رسول ﷺ سے شرم نہیں آتی؟ شمر نے کہا میں شمر بن ذی الجوشن ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا، وائے تجھ پر، کیا تو مجھے نہیں جانتا، شمر نے کہا آپ حسین (علیہ السلام) ہیں اور آپ علیہ السلام کے باپ علی علیہ السلام بن ابی طالب ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا خبیث! بے حیا جب تو مجھے جانتا ہے تو کس وجہ سے قتل کرنے پر آمادہ ہے؟ شمر نے کہا کہ محض جاہ و مال دنیا کے لالچ میں، جو یزید سے مجھے ملے گا۔

امام علیہ السلام کا قاتل مرض برص میں مبتلا تھا:

پھر مزید سوالات و جوابات کے بعد امام نے فرمایا اپنی پیٹھ تو مجھے کھول کر دکھا۔ اس نے دکھائی تو آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ پیٹھ پر برص کا داغ ہے اور سؤر کے بالوں کی طرح اس کی پیٹھ پر بال ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ملاحظہ فرما کر کہا۔۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔۔ میرے جد امجد ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔۔۔۔ شمر نے کہا کہ آپ کے جد امجد ﷺ نے کیا کہا تھا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے فرمایا کہ ایسا شخص مجھے قتل کرے گا جیسا تو، شمر غصے میں آ کر کہنے لگا۔۔۔۔ آپ مجھے کتے اور سؤر سے تشبیہ دیتے ہیں، خدا کی قسم! اب میں ضرور قتل کروں گا۔۔۔۔ پھر آپ علیہ السلام کو خبیث نے شہید کر دیا۔ جب خورشید امامت غروب ہو گیا تو سر مبارک نیزہ میں ٹوم کر ابن زیاد کو بھیج دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ وقت شہادت امام عالی مقام علیہ السلام کی عمر مبارک چھپن سال پانچ ماہ اور چند دن تھی۔

فصلی اللہ تعالی علی سیدنا و مولانا محمد و الہ و اصحابہ اجمعین و لعنۃ اللہ علی اعدائہ و اعدالھم الظالمین۔

پھر بدبختوں نے امام علیہ السلام کی انگوٹھی اتار لی۔ عمامہ لے گئے حتیٰ کہ بے لباس کر دیا۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ امام عالی مقام علیہ السلام کے وجود مسعود کو ان تیرہ بخت لعینوں نے گھوڑوں کے ٹاپوں تلے روند ڈالا۔

آل رسول ﷺ کے سارے شہدا کے سروں کو نیزوں پر چڑھایا اور کوفہ کے بازاروں میں پھراتے رہے۔

حافظ ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت نقل کی ہے کہ جب امام عالی مقام علیہ السلام کا سر انور دمشق میں اٹھایا گیا تو وہاں ایک عجیب منظر دیکھا گیا۔ ادھر رحمت عالم ﷺ کے شہزادے کا سر مبارک نیزے پر تھا اور ادھر ایک قاری قرآن تلاوت کلام مجید میں محو تھا۔ جب قاری نے سورۃ کہف پڑھی:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ (کہف: ۹)

یعنی کیا جان لیا آپ نے اے نبی ﷺ! کہ تحقیق اصحاب کہف و رقیم تھے ہماری نشانیوں میں سے بہت عجیب نشانی۔

تو اسی وقت امام عالی مقام علیہ السلام کے سر مبارک سے نہایت فصیح انداز میں یہ کلمات تمام حاضرین نے سماعت کئے کہ:

اعجب من اصحب الکھف قتلی و حملی

سبحان اللہ! اصحاب کہف سے بھی زیادہ عجیب نشانی میرا قتل ہونا اور میرا سر گشت کرایا جانا ہے۔

بیمار کربلا حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی علیہم السلام اور پردہ داران اہل بیت کو ہمراہ پھیراتے رہے۔ حجۃ الاسلام حضرت حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنۃ اللہ علیکم دشمنان اہل بیت

واقعہ کربلا کے بعد کے واقعات:

علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ ابن کثیر، امام جلال الدین سیوطی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور علامہ ابن حجر مکی جیسے محدثین نے اپنی اپنی کتب میں مختلف واقعات لکھے ہیں۔ سر الشہادتین صفحہ ۳۲، صواعق محرقہ اور تہذیب التہذیب میں مرقوم ہے کہ جس دن امام حسین علیہ السلام شہید کئے گئے اس دن بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔ امام ابن سیرین نے فرمایا کہ شہادت حسین علیہ السلام کے بعد تین روز تک پوری دنیا میں تاریکی چھائی رہی

پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔ خلف بن خلیفہ کہتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کئے گئے تو آسمان سیاہ ہوگیا اور دن میں ستارے نظر آنے لگے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام کی شہادت کے دن آفتاب کو گرہن ہوا اور سات دن تک آفتاب کا رنگ پیلا رہا۔ دیواروں پر مثل ہلدی کے رنگ کی شعاع پڑتی تھیں۔ چھ ماہ تک کنارے آسمان کے سرخ رہے اور اس کے بعد یہ سرخی ختم ہوگئی۔ آپ علیہ السلام کی شہادت سے پہلے یہ سرخی آسمان پر کبھی نہیں دیکھی گئی گویا کہ اس طرح آسمان ہمیشہ اس حادثہ کے ماتم میں مدام ہے۔ ستارے بکثرت سات روز تک ٹوٹتے رہے اور آپس میں ٹکراتے رہے۔ علی بن مشہر کہتے ہیں کہ میری دادی نے مجھے بتایا کہ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کی شہادت پر کئی دنوں تک آسمان ان پر روتا رہا۔ (بیہقی) امام کے سانحہ شہادت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں پریشان دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے تھے۔ جناب کو امام علیہ السلام کے غم میں نوحہ پڑھتے سنا گیا۔

مخالفین امام کا انجام بد:

ام المومنین حضرت سیدہ سلمہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد گرامی "میزان الاعتدال" میں مرقوم ہے کہ میں نے شہادت حسین علیہ السلام کے وقت ایک غیبی ندا سنی۔ کہنے والا اپنے مخصوص انداز میں یہ رباعی پڑھ رہا تھا۔

ایھا القاتلون جھلاً حسیناً
بشروا بالعذاب والتنکیل
قد لعنتم علی لسان داؤد
و موسیٰ و حامل الانجیل

"اے امام حسین علیہ السلام کے قاتلو! اپنی جہالت کے سبب امام عالی مقام علیہ السلام کو شہید کرنے والو! تمہیں دردناک عذاب اور ذلت وخواری کی بشارت ہو۔۔۔۔۔ ارے۔۔۔۔۔ تمہارے لئے تو حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حامل انجیل (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی زبان پر لعنت ہی لعنت ہے۔

۔۔۔۔۔اللہ اکبر۔۔۔۔۔

حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ اللہ

تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ میں نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے بدلے ستر ہزار (افراد) قتل کروائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور نظر فرزند (حسین علیہ السلام) کے بدلے ستر ہزار اور ستر ہزار (دوگنا) قتل کراؤں گا۔

نصرتِ امام علیہ السلام واجب ہے!

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "یزید! اللہ تعالیٰ اس یزید قاتل ملعون میں برکت نہ کرے! سنو! میرے پیارے اور محبوب فرزند حسین علیہ السلام کی خبر شہادت کے ساتھ ان کے قتل ہونے کی جگہ کی خاک میرے سامنے لائی گئی۔ میں نے ان کے قاتل کو دیکھا۔ سنو! جن لوگوں کے سامنے انہیں شہید کیا جائے گا اور وہ ان کی مدد نہ کریں گے تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر بھی عذاب مسلط کرے گا۔"

گویا ثابت ہوا نصرت حسین علیہ السلام امت پر واجب ہے اور خوب یاد رکھئے اس واقعہ کے بعد والے لوگ امام کے نظریات وعقائد اور مشن عظیم کا پرچار کر کے نصرت امام کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔

قاتلین حسین علیہ السلام میں سے جس کسی نے جس جس انداز میں ظلم ڈھائے تھے۔ اسی طرح وہ خود بھی اپنے انجام کو پہنچے۔ عبدالمالک بن مروان کے زمانے میں مختار بن ابی عبید ثقفی نے کوفہ پر قبضہ کرلیا اور ابن زیاد بن نہاد کے لشکر میں شامل ہونے والے افراد کی فہرستیں تیار کروائیں اور پھر ایک فوج یا پولیس کا دستہ صرف اس کام پر مامور کر دیا کہ وہ ان بدبختوں کو چن چن کر جہنم رسید کرے اور ان کے گھروں کو گرا کر زمین کے برابر کر دے۔ مختار نے قاتلین حسین علیہ السلام کو سخت اذیتیں دلوائیں اور بعض کو آگ میں جلوادیا

ازل سے آج تک کوئی ایسا منظر نہیں ملتا

اولادِ علی کا دشمن خنزیر:

منصور کہتے ہیں کہ میں نے شام میں خنزیر کے منہ والے ایک شخص سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ "میں مولا علی علیہ السلام کی اولاد پر لعنت کرتا تھا۔ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے میری شکایت فرمائی تو آقائے دو جہان نے مجھ پر لعنت

فرمائی اور میرے منہ پر تھوک دیا بس اس دن سے میرا چہرہ سؤر کا سا ہوگیا۔"

شمر لعین کو قتل کرنے کے بعد اس کی لاش پر کتے چھوڑے گئے تھے اور کتوں نے اس منحوس کو کھا لیا تھا۔ عمرو بن سعد مردود پکڑا گیا تو ایذا دے کر اس کو قتل کیا گیا۔ ابن زیاد بدنہاد بھی اسی طرح جہنم نگر پہنچا۔ جب اس بدبخت کا سر کاٹ کر اس کے ساتھیوں کے ساتھ رکھا گیا تو ایک سانپ آیا اور اس کے نتھنے کے ذریعے سر میں گھس گیا۔ پھر نکل گیا، چلا گیا، پھر آ گیا۔ اسی طرح کئی دفعہ آیا اور اس کے سر میں گھس کر باہر نکلا۔ جب اس کا سر امام سجاد فرزند حسین سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے قدموں میں رکھا گیا تو امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی آنکھیں بند فرمالیں اور فرمایا اس مکروہ سر کو میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے۔ پھر سجدے میں گر گئے اور فرمایا "خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے لئے میرے دشمنوں سے میرا انتقام لیا ہے۔"

انگریز مورخ جنرل سر جان گلب نے اپنی کتاب "عربوں کی سلطنت" میں لکھا ہے کہ عربوں کا دستور ہے خون کا بدلہ خون، آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ اسی قانون کی روشنی میں امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو تقریباً اسی طرح قتل کیا گیا جس طرح انہوں نے شہدائے کربلا پر مظالم توڑے تھے۔ جنہوں نے شہدائے کربلا پر تیر چلائے تھے انہیں تیر مارے گئے۔ ایک شخص نے امام کو بھالا مارا تھا۔ اس کو اسی طرح قتل کیا گیا۔ ایک نے امام کے کپڑے اتار لئے تھے اس کو بھی کپڑوں سے محروم کر کے ننگا کر دیا گیا اور قتل کیا گیا۔

عاشورہ محرم کے بعد سات روز تک دنیا نے واویلا کیا۔ سورج کی روشنی سرخ ہوگئی۔ ستارے آپس میں ٹکراتے تھے۔ سورج گرہن ہوگیا تھا اور شہادت امام علیہ السلام کے چھ ماہ تک آسمان کے کنارے مکمل سرخ رہے۔ یزیدیوں کے کپڑے جل گئے، انہوں نے اونٹ ذبح کیا اس کا گوشت کڑوا ہوگیا۔

ایک شخص نے امام عالی مقام علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی تو آسمان سے ایک ستارہ چھوٹا اور اس سیاہ بخت کو اندھا کر دیا۔ (والعیاذ باللہ رب العالمین)

فلسفہ و پیغام شہادت امام حسین علیہ السلام:

امام عالی مقام علیہ السلام شہزادۂ گلگوں قبا سید الشہدا والی کربلا میرے مولا حسین رضی اللہ عنہ

کی بے مثال شہادت و قربانی نے اسلام کو بقا عطا فرمائی۔ امت کی اصلاح اور ملت کی فلاح کا ذریعہ بنی۔ لیکن آج ہمیں سوچنا ہے کہ اگر ہم مولا حسین رضی اللہ عنہ کے نام لیوا ہیں تو ہمارا کردار کیا ہے؟ اگر واقعی ہمارا دل عقیدت و محبت امام سے لبریز اور منور ہے تو کیا یزیدیت ختم ہوگئی؟ نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے راستے میں رکاوٹیں کیا ہیں؟ اور یہ رکاوٹیں کھڑی کرنے والے کون ہیں؟ اور پھر خوب غور کرو کہ ایسے حالات میں حسینیوں کی ذمہ داری کیا ہے؟ سوچو، سوچو اور خوب سوچو۔ کیا آپ حسینی ہو؟ اور اگر واقعی آپ حسینی ہو تو حسینیت کو اپناؤ۔۔۔۔۔ حسینیت سے پیار کرو۔۔۔۔۔ کبھی سوچا حسینیت کیا ہے؟ آؤ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ حسینیت کیا ہے؟

حسینیت کیا ہے؟

حسینیت صبر و استقامت کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت جرات و شجاعت کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت عزم و استقلال کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت جذبہ جہاد کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت ذوق عبادت کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت شوق شہادت کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت یزیدیت کے سامنے ڈٹ جانے کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت ہر برائی کے مقابلے کا نام ہے۔ حسینیت ظالموں سے مقابلے کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت خوف خدا کا نام ہے اور حسینیت عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے۔

اسی لئے تو

پیغام دے رہی ہے شہادت حسین کی
حق پر فدا ہو، طاعت ناحق نہ کر قبول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

ہاں ہاں۔۔۔۔۔ حسینیت عفت و طہارت کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت مظلوموں کی داد رسی کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت ظالموں کی گردن مروڑنے کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت مساجد کی آبادی کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت رزق حلال کے حصول کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت علم کی جستجو کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت اہل علم کی قدر دانی کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت اخلاص و اخلاق کی ارزانی کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت امن و امان کا نام ہے۔۔۔۔۔ حسینیت رب کے عرفان کا نام ہے۔۔۔۔۔

حسینیت اللہ کے انعام کا نام ہے۔۔۔۔۔۔حسینیت اخوت و بھائی چارے کا نام ہے۔۔۔۔۔۔حسینیت جھوٹ سے نفرت کا نام ہے۔۔۔۔۔۔حسینیت جھوٹوں سے بیزاری کا نام ہے۔۔۔۔۔۔حسینیت سچوں کی بیداری کا نام ہے۔۔۔۔۔۔حسینیت اسلام کے لئے گردن کٹانے کا نام ہے۔۔۔۔۔۔حسینیت خدا کے بندوں کی خدمت کا نام ہے۔۔۔۔۔۔حسینیت بے کسوں، بے بسوں اور لاچاروں کی دستگیری کا نام ہے۔۔۔۔۔۔حسینیت یتیموں کے سر پر دستِ شفقت رکھنے کا نام ہے۔۔۔۔۔۔حسینیت بیواؤں کی عفت و عصمت کے تحفظ کا نام ہے۔۔۔۔۔۔حسینیت شعار اسلام کے تقدس کی بحالی کا نام ہے۔۔۔۔۔۔بلکہ حسینیت اسلام کے مرکزی خیال کا نام ہے اور اسلام کے متعلق تو خالق کائنات نے خود فرمایا۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے۔

(آل عمران:۱۹)

اگر یہ سچ ہے اور یقیناً سچ تو پھر آؤ مل کر نعرہ لگاؤ۔۔۔۔۔۔

حسینیت زندہ باد

یزیدیت مردہ باد

اور یہ صرف نعروں سے کام نہیں چلے گا۔کھوکھلے نعرے تو فضا میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ہمیں حسینیت کے لئے کام کرنا ہوگا۔ہمیں فلسطین، کشمیر، بوسنیا، اریٹریا، فلپائن، الجزائر، بھارت اور دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو کفر کے پنجۂ استبداد سے نجات دلانا ہوگی۔افغانستان کی مکمل تباہی کے بعد اس وقت عراق بھی لہولہان ہے۔امریکہ، امریکیوں، امریکہ نواز اور امریکہ کے حلیفوں سے نمٹنا ہوگا۔ہمیں عالم اسلام کی مسلمانوں کو کفر کے پنجۂ استبداد سے نجات دلانا ہوگی۔ہمیں عالم اسلام کی وحدت کے لئے کام کرنا ہوگا۔ہمیں اتحاد امت کا نقشہ پیش کرنا ہوگا۔ہمیں انا پرستی، زر پرستی، ہوس پرستی اور شخصیت پرستی کے خلاف جہاد کرنا ہوگا۔ہمیں خدا پرستی کا راج قائم کرنا ہوگا۔ہمیں اسلامک بلاک بنانا ہوگا۔ہمیں اسلامی فورس قائم کرنا ہوگی۔ہمیں اسلامی بنک تشکیل دینا ہوگا۔ہمیں عالم کفر کے مقابلے میں عالم اسلام کی نمائندگی کے قابل بننا ہوگا۔ہمیں عالم اسلام کا وقار بلند کرنا ہوگا۔

آؤ مل کر صدق دل سے دعا کریں:

یارب مصطفیٰ ﷺ! ملت اسلامیہ کو ملت واحدہ بنا۔آمین

اس کے ساتھ یہ بھی عہد کریں کہ آج کے بعد ہماری دوستی اور ہماری دشمنی کا معیار صرف اور صرف رضائے رب اور رضائے مصطفیٰ ﷺ ہوگا۔

اے اللہ! ہمیں اس عہد پر استقامت عطا فرما۔

استغاثہ:

آیئے! آخر میں راکب دوش رسول، سید الشہداء امام عالی مقام سیدنا امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کے حضور بصد ادب و احترام اور بصد عجز و انکسار استغاثہ عرض کریں کہ۔

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں

گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

اس لئے ملت اسلامیہ کے تن مردہ میں پھر سے نئی روح پھونکی جائے۔خدا پرستی اور رسول ﷺ پیوستگی کا شعور بخشا جائے۔

جی کے مرنا تو سب کو آتا ہے

مر کے جینا سکھا دیا تُو نے

☆☆☆

شاہ حسینؓ زندہ باد

واہ حسینؓ زندہ باد

☆☆☆☆

السلام اے عظمتِ خونِ شہیداں السلام

السلام اے آیۂ توقیرِ قرآن السلام

☆☆☆☆

جو گل ریاضِ رسولؐ تھا وہ جو نورِ چشم بتول تھا

اس ایک شخص کے قتل سے مری کتنی صدیاں اداس ہیں

☆☆☆

نقشہ راہِ سفر

کربلائے معلّٰی
نینوا ۱۹
قصر بنی مقاتل ۱۸
زرحم ۱۷
بیعتہ ۱۶
عذیب الہجانات ۱۵
راہِ شام
مغیثہ ۱۴
کوفہ
راہِ کوفہ
قادسیہ
۱۳
براث ۱۲
شراف ۱۱
بطن عقبہ ۱۰
زبالہ ۹
ثعلبیہ ۸
زرود ۷
خزیمیہ ۶
بعض العیون ۵
بطن رُمّہ ۴
ذاتِ عراق ۳
صفاح ۲
بستان ابن عامر ۱
المکۃ المعظمہ

قادسیہ سے کوفہ ۲۵ میل
اور کوفہ سے کربلا ۹۰ میل
اور قادسیہ سے مغیثہ اور عذیب راہِ شام
اس پہ میدان کربلا

٦

امام حسین علی جدہٖ علیہ السلام

خطبات کے تناظر میں

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین
جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسینؑ
جس نے اپنے خون کی کر دی سخاوت وہ حسینؑ

جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسینؑ
جس نے سب کچھ کھو کے پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسینؑ
جس نے ہنس کے پی لیا جام شہادت وہ حسینؑ

(جگر مراد آبادی)

حسن ترتیب

درس کربلا کیا ہے؟

قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب

علامہ سید محمد انور شاہ قادری ☆

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیماط اللھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد و علی ال سیدنا و مولانا محمد و علی صحبہ وسلم۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم
ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ لکل ھول من الاھوال مقتحم

صدر محترم گرامی قدر شیخ طریقت، بدر شریعت حضرت علامہ پیر محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی زیدہ مجدہ، محترم و مقتدر علماء کرام، میرے انتہائی واجب الاحترام بزرگو اور بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

ماہ محرم کی آمد آمد ہے، یہ ماہ مبارک شروع ہو چکا ہے، اس مہینے میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب سیدنا امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر، ذکرِ مبارک اور شہادت کے واقعات کا بیان اہل سنت کا معمول ہے اور خلیفہ ثانی امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر مبارک بھی خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر، اہل بیت اطہار کا ذکر، امام حسن رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر مبارک ان ساعتوں میں ہوتا ہے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کرام علیہم السلام، امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ یہ سب کے سب اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسوہ بتول سلام اللہ علیہا تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے ہر گوشہ کو اس قالب میں ڈھالا جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قالب تھا، جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ تھا۔ انہوں نے اسی اسوہ حسنہ کے نمونے دنیا کے سامنے پیش فرمائے۔

☆ [illegible] گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول نمبر ۱، پشاور شہر

اہل بیت علیہم السلام کا ایک مقام ہے، اہل بیت کی ایک تاریخ ہے۔ جس نے اسلام کی اجتماعی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ اس تاریخ سے واقفیت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ بعض لوگ اس مہینے میں واقعۂ کربلا کو ایک قصے کے طور پر ایک کہانی کے انداز میں بیان کرتے ہیں حالانکہ یہ کوئی قصہ کہانی نہیں بلکہ یہ ایک تاریخ ہے، یہ ایک تحریک ہے۔ یہ وہ تاریخ تھی جو آل رسول ﷺ نے اپنے خون سے لکھی اسی لئے قیامت تک یہ زندہ رہے گی۔ اصل چیز اس کا پیغام ہے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کربلا کا پیغام کیا ہے؟

امام علی رضی اللہ عنہ مقام مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اگر چاہتے تو یہ بھی کہتے میں محفوظ ہوں، مدینہ محفوظ ہے۔ لوگوں پر اگر قیامت آتی ہے، ان پر افتاد پڑتی ہے، وہ مصائب و آلام کا شکار ہوتے ہیں تو ہونے دیں، ہمیں پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہمیں خدائی فوجدار بننے کی کیا ضرورت ہے؟ یزید اگر شراب پیتا ہے، دمشق میں شراب کے دور چل رہے ہیں، شام میں رقص و سرود اور فحاشی و بے حیائی کی محفلیں ہو رہی ہیں تو ہوتی رہیں، میں تو مدینہ میں سلامت ہوں، ان خرافات سے محفوظ ہوں، مدینہ بھی سلامت ہے۔۔۔۔۔ یہ ہوسکتا تھا! اگر یہ قرآن و سنت کے مطابق ہوتا تو امام عالی مقام یہی کہتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں فرمایا ایسا نہیں کیا۔۔۔۔۔ کیوں؟ آؤ دیکھتے ہیں کہ قرآن کیا کہتا ہے؟ سنت اس ضمن میں کیا رہنمائی کرتی ہے؟ قرآن کی دعوت کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے قرآن و سنت کی روشنی میں کیا فیصلہ فرمایا۔ رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: ۱۱۰)

یہ دامانِ رسول ﷺ سے وابستہ لوگوں کے لئے پیغام ہے انہیں بتایا جارہا ہے کہ تم کون ہو؟ کیا تم پشاوری ہو؟ نہیں، کیا تم امریکن ہو؟ نہیں، کیا تم افریکن ہو؟ نہیں، تم کیا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم بہترین امت ہو، کیوں بہترین امت ہو؟ اس لئے کہ تمہارے ہاتھوں میں ان کا دامن ہے جو بہترین رسول ﷺ ہیں۔ تم غلام مصطفیٰ ﷺ ہو، تم اکرم الرسل، اشرف الرسل، افضل الانبیاء والمرسلین، خیر الرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ہو۔ تم مسلمان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو چن لیا تو ثابت ہوا کہ مسلمان پہلے مسلمان ہے، سب سے پہلے وہ مسلمان ہے۔ محمد بن قاسم

کے وقت سے مسلمان، یہاں ہندوستان میں بس رہے ہیں اور اسی وجہ سے ان مسلمانوں کے لئے الگ وطن پاکستان بنایا کیونکہ ان کی پہچان وطن کی بجائے اسلام ہے۔ وہ ہندوستانی نہیں مسلمان تھے اور مسلمان ہیں اور یہ کس نے کہا کیا...... کسی پیر صاحب نے کہا، کسی شاہ صاحب نے کہا یا کسی عالم نے کہا۔۔۔۔۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا
وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (حم سجدہ: ۳۳)

پس میں جب مسلمان بنا تو خیر امت میں داخل ہوگیا، میں نے ایسے نبی کا کلمہ پڑھا کہ مسلمان بن گیا اور خیر امت بن گیا۔۔۔۔۔ اب کہتے ہیں افغانستان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، عراق سے کوئی واسطہ نہیں، ایران سے کوئی تعلق نہیں۔

بازو تیرا توحید ہے جو ہے لا الہ الا اللہ
اور اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

جو غلامئ رسول ﷺ میں آجائے، غلامِ رسول ﷺ بن جائے، دامن رسول ﷺ سے وابستہ ہو جائے چینی ہو، جاپانی ہو، امریکی ہو جس جگہ کا بھی رہنے والا ہو وہ اسلام کے رشتے سے دوسرے مسلمانوں کا بھائی بن جاتا ہے۔ پیارے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انما المؤمنون اخوۃ
مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہیں، ایمان والے ایک دوسرے کے لئے ایسے ہیں جیسے مکان کی بنیاد میں اور دیوار میں ایک اینٹ دوسری اینٹ سے وابستہ ہوتی ہے۔ اسی طرح روئے زمین کے تمام مسلمان غلامان رسول ﷺ ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور پھر ان کی شناخت کیا ہے، کیا علامت ہے ان کی ڈیوٹی کیا ہے ان کے فرائض میں تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر شامل ہے، مسلمانوں نے نیکیوں کو پھیلانا ہے اور برائیوں کو مٹانا ہے۔

امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس حکم خداوندی پر عمل فرمایا، دشتِ کربلا کی کڑی دھوپ میں بھوک پیاس میں مصیبتیں برداشت کیں، وطن کو چھوڑا، مدینہ منورہ سے نکلے، مکہ معظمہ کو خیر باد کہا۔ سب کچھ چھوڑ دیا لیکن ظلم کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا۔ حق و صداقت کی سربلندی کے لئے نیکی کو پھیلانے اور برائی کو مٹانے کے لئے یزید کے سامنے، یزیدی قوت

کے سامنے ڈٹ گئے اور بے سرو سامانی کے عالم میں یزیدی شان شوکت کا مقابلہ کیا۔ نیکیوں کو پھیلایا اور برائیوں کی جڑیں کاٹیں۔ آپ نے سب کچھ راہِ حق میں قربان کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی گردن کٹوا کر یہ پیغام دیا کہ یہ سر صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک سکتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی دوسرے کے سامنے نہیں جھک سکتا۔ تو قرآن کے پیغام پر امام عالی مقام نے لبیک کہتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ تم نے ہمیشہ حق کا ساتھ دینا ہے، باطل کا نہیں، نیکی کو عام کرنا ہے برائی کو مٹانا ہے۔

اور یہ سب کچھ کرتے ہوئے اگر تمہاری جان چلی جائے تو:

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آج پاکستان پر نگاہ ڈالیں، ہمارے ٹی وی پر ثقافت کے نام پر کثافت پھیلائی جارہی ہے اور ثقافت کے نام پر خباثت عام کی جارہی ہے۔ تمدن کے نام پر فتنہ پروری، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دین سے بغاوت کو عام کیا جارہا ہے۔ ہندوؤں کے پروگرام، ان کی فحاشی اور بے حیائی ہمارے معاشرے میں عام کی جارہی ہے۔ امریکہ اور یہودی یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی قدروں کو ختم کروا دیا جائے، یہ دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ گستاخِ رسول کو سزا نہ دو، قادیانیوں کی اقلیت کا قانون ختم کیا جائے۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا مسلمان اسے برداشت کر سکتے ہیں؟

سنو! مکہ معظمہ فتح ہوا، ایک گستاخِ رسول بیت اللہ میں داخل ہو گیا اور بیت اللہ امن کی جگہ ہے یہاں قاتل کو بھی پناہ ہے اسے اس وقت تک قتل نہیں کیا جا سکتا جب تک اسے باہر نہ نکالا جائے۔ صاحب "شفاء شریف" لکھتے ہیں کہ رحمت للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا اس گستاخِ رسول کو قتل کر دو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! وہ تو کعبۃ اللہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں قتل کر دو، بارگاہ الٰہی سے ایک خاص وقت تک کے لئے ان ساعتوں میں حضور نبی کریم ﷺ کے لئے بیت اللہ شریف کو حلال کر دیا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس گستاخِ رسول کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کیا اب کوئی مسلمان اس قانون کو بدلنے کے بارے میں سوچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، گستاخ رسول ناقابل معافی ہے اس کی ذرہ برابر گستاخی بھی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ناقابلِ برداشت ہے۔

بقول شخصے اونٹ بدو کے خیمہ میں داخل ہو گیا ہے، اب ہر مسلمان کو اپنی ذمہ

داری پوری کرنا چاہئے، غفلت سے بیدار ہونا چاہئے۔ آپ کی دینی جماعت "جمعیت علماء پاکستان" اس ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے کوشاں ہے، اس کے نفاذ کی جدوجہد میں آپ بھی شامل ہو جائیں۔

یزیدی قوتوں کے خلاف، سیکولر اور لادینی جماعتوں کے خلاف اور قادیانیوں کے خلاف آپ کا تعاون دینی و مذہبی فریضہ ہے۔ آج ملک نازک موڑ پر کھڑا ہے، ہم بڑے اہم اور نازک مقام پر کھڑے ہیں لیکن مایوس ہونے کی بات نہیں! نا امیدی مؤمن کی شان کے خلاف ہے، لوگ کہتے ہیں افغانستان کے ساتھ کیا کیا گیا؟ ہم کہتے ہیں دیکھو کیا ہو گا؟

اسلام کی تاریخ چودہ سو سال سے ہمارے سامنے ہے کربلا کے میدان میں امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور بظاہر یزید فاتح دکھائی دیا لیکن دیکھو تاریخ پر نگاہ ڈالو، یزید کا کوئی نام لینے والا ہے؟ ہر طرف سے حسین رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ کی آواز آرہی ہے، یزید ختم ہو گیا، اس کا نام و نشان بھی مٹ گیا لیکن امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام قیامت تک زندہ رہے گا۔

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

سادات کی تعظیم کے لئے قیام

خواجہ احرار قدس سرہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز امام اعظم سراج امت سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ درس کی مجلس میں کئی بار اٹھے کسی کو اس کا سبب معلوم نہ ہوا۔ آخر کار حضرت امام کے ایک شاگرد نے دریافت کیا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سادات کرام کا ایک صاحبزادہ لڑکوں کے ساتھ مدرسہ کے صحن میں کھیل رہے ہیں۔ وہ صاحبزادہ جب اس درس کے قریب آتا ہے اور اس پر میری نظر پڑتی ہے تو میں اس کی تعظیم کے لئے اٹھتا ہوں۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

مقام رضا پر فائز ہستی ۔ سیدنا امام حسین علی جدہٖ علیہ السلام

علامہ سعید احمد مجددی کا ایمان افروز خطاب

املا: پروفیسر نوید اقبال مجددی ☆

نحمدہ ونصلّی ونسلم علی رسولہ الکریم ۔ امّا بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ

حضرات محترم! ۔۔۔۔ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں صبر والوں کو بشارت سنائی ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آئے تو وہ یوں کہا کریں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۔

اس سے ان کا صبر پختہ ہوتا ہے...... ان کے دلوں کو اطمینان ملتا ہے اور اللہ ان کے صبر کا دنیا اور آخرت میں انہیں اجر دیتا ہے ۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ اے محبوب ﷺ آپ صبر کرنے والوں کو خوش خبری اور بشارت سنا دیں کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچے تو کیا کریں؟

یوں کہیں:

اِنَّا لِلّٰهِ بے شک تحقیق ہم اللہ کیلئے ہیں ۔

یہاں لام ملکیت کا ہے ۔۔۔۔ اِنَّا لِلّٰهِ کا معنی یہ ہے کہ ہمارا مالک اللہ ہے ۔۔۔۔ ہماری جان کا مالک اللہ ہے ۔ کیسا صبر سکھایا جا رہا ہے کہ تمہاری جان پر مصیبت آ جائے تو گھبرا نہ جانا ۔۔۔۔ بلکہ کہنا ۔۔۔ آ جائے ۔۔۔۔ یہ جان ہماری کب ہے؟ ۔۔۔۔ جس نے یہ مصیبت نازل کی ہے یہ جان بھی تو اسی نے بنائی ہے ۔۔۔۔ اس کا مالک وہی ہے ۔۔۔۔ تو مالک اپنی ملک میں جو چاہے کرے، کسی کو اعتراض کا حق نہیں ۔۔۔۔ ہم کون ہیں کہ پوچھیں تو ہمارے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ ۔۔۔۔ اور ہم اگر کچھ ہیں تو اسی کا ہیں ۔

اِنَّا لِلّٰهِ ۔۔۔۔ میں یہ سبق دیا گیا کہ جب مصیبت آئے تو ایمان والو! تم صبر کر کے یوں کہا کرو کہ ہمارا مالک اللہ ہے ۔۔۔۔ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اللہ نے ہمیں دنیا میں چند روز کے لیے بھیجا تھا پھر واپس بلانے والا بھی وہی ہے پھر اسی کے پاس چلے جائیں گے ۔۔۔۔ صبر والوں کیلئے یہ بہت بڑا پیغام اور بشارت ہے ۔

حضرات گرامی!

صبر انبیاء کی سنت ہے ۔۔۔۔ صبر صحابہ کی سنت ہے

صبر شہیدوں کی سنت ہے ۔۔۔۔ صبر ولیوں کی سنت ہے

صبر والے اجر پاتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اللہ صبر والوں کا ساتھی ہے ۔[2]

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ [3] صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو ۔

یعنی صبر اور نماز اللہ کی بارگاہ میں تمہاری مددگار ہیں ...... مصیبت آئے تو صبر کرو اور نماز پڑھو ۔۔۔۔ پھر کیا ملے گا؟ ۔۔۔۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ

پھر اللہ تمہارے ساتھ ۔۔۔۔ تم اللہ کے ساتھ ۔۔۔۔ اللہ تمہارا ساتھی ۔۔۔۔ تم اللہ کے ساتھی ۔۔۔۔ یہ معیت الٰہی، صبر کا صلہ ہے ۔

صبر حسین علی جدہٖ علیہ السلام ۔۔۔۔ قرآن کی تفسیر:

حضرات گرامی! ۔۔۔۔ جب ہم واقعہ کربلا کا جائزہ لیتے ہیں اور یہ داستان صبر و غم ۔۔۔۔ داستان تسلیم و رضا سنتے ہیں تو ہمیں میدان کربلا میں خانوادۂ نبوت کی ہر ادا ۔۔۔۔ امام حسین علی جدہٖ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی ہر ادا، قرآن کی تفسیر نظر آتی ہے ۔ یہ ایک حقیقت ہے جس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ۔ کربلا میں خاندان نبوت نے جو کچھ کیا ۔۔۔۔ وہ کیا تھا؟ بقول علامہ اقبال:

خون او تفسیر ایں اسرار کرد ملت خوابیدہ را بیدار کرد

امام حسین علی جدہٖ علیہ السلام نے کربلا میں قرآن کی تفسیر لکھی ۔۔۔۔ اس امت میں بے شمار مفسرین گزرے ہیں جو سیاہی اور قلم سے تفسیریں لکھ گئے ۔۔۔۔ مگر واہ امام حسین علی جدہٖ علیہ السلام! آپ نے اپنے خون سے قرآن کی تفسیر لکھی ۔ قرآن اور بھی پڑھ گئے ۔۔۔۔ مگر واہ امام حسین علی جدہٖ علیہ السلام!

آپ نے نیزے کی نوک پر قرآن پڑھا۔

لوگ گھروں میں ۔۔۔۔۔۔۔قرآن پڑھ گئے

لوگ مسجدوں میں ۔۔۔۔۔۔۔قرآن پڑھ گئے

لوگ مدرسوں میں ۔۔۔۔۔۔۔قرآن پڑھ گئے

لوگ منبروں پر ۔۔۔۔۔۔۔قرآن پڑھ گئے

لیکن تیرے جیسا قاری نہ دیکھا۔۔۔۔۔۔نہ سنا۔۔۔۔۔کہ دھڑ کربلا کی ریت پہ ہے۔۔۔۔ اور سر نیزے کی نوک پر۔۔۔۔کوفے کے بازاروں میں ۔۔۔۔۔قرآن پڑھ رہا ہے۔

نماز لوگوں نے بھی پڑھی ہے۔۔۔۔بڑے بڑے نمازی گزرے۔۔۔۔۔بڑے بڑے شب زندہ دار گزرے۔۔۔۔بڑے بڑے تہجد گذار گذرے۔۔۔اور آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔۔۔مگر جیسی نماز امام حسین علیہ السلام نے پڑھی ہے ایسی کوئی نہ پڑھ سکا۔

صابر ہو تو ایسا۔۔۔۔۔۔عابد ہو تو ایسا

قاری ہو تو ایسا۔۔۔۔شہید ہو تو ایسا

(سبحان اللہ)

اسباقِ کربلا:

خاندانِ نبوت نے میدانِ کربلا میں امت کے سامنے چار اسباق پیش کیے:

(۱) تسلیم (۲) رضا (۳) صبر (۴) دعا

میدان کربلا کے یہ اسباق جو ہمیں امام حسین علیہ السلام نے دیئے ان پر غور کرنا چاہیے۔ذکر کربلا کا مقصد فقط یہ نہیں ۔۔۔کہ غم واندوہ میں چند آنسو بہالیں ۔۔۔۔اور اپنے دل کو بہلالیں ۔۔۔کہ ہمارے دل میں بھی غم حسین علیہ السلام ہے۔۔۔۔۔ہم نے ذکر کربلا سن کر چند آنسو بہائے۔

سنو!۔۔۔۔امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں اس لیے قربانیاں دیں تھیں کہ نانے کی امت میری مصیبتوں کا ذکر کر کے رویا کرے؟۔۔۔۔کیا یہ مقصد تھا؟۔ہرگز نہیں۔۔۔محبت میں رونا جائز تو ہے لیکن رونا مشن نہیں ۔۔۔۔رونا نصب العین نہیں ۔۔۔رونا مقصود نہیں۔۔۔۔ صرف رونے کیلئے ذکر کربلا کرنے کو علماء نے منع کیا ہے۔۔۔۔لیکن اگر ذکر کرتے کرتے رونا آجائے تو جائز ہے۔

کون کہتا ہے کہ دل کے حق میں غم اچھا نہیں

لیکن پھر بھی شغل گریہ نصب العین بن سکتا نہیں

جو لوگ سمجھتے ہیں کہ سال میں دس دن غم حسین علیہ السلام میں رو لو۔۔۔۔سارے گناہ بخشے جاتے ہیں۔۔۔۔یہ غلط ہے۔۔۔۔۔یہ دھوکا ہے۔۔۔۔یہ فریب ہے۔دیکھنا!۔۔۔۔امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے رنگین خون کو اپنے آنسوں سے دھو کر محو کرنے کی کوشش نہ کرنا:

خوف ہے قربانیِ اعظم نظر سے گر نہ جائے ۔۔۔ ابن حیدر کے لہو پر دیکھ پانی پھر نہ جائے

جو لوگ ابن حیدر کے خون پر آنسوؤں کا پانی بہا کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے حق ادا کر دیا۔۔۔وہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا مذاق اڑاتے ہیں۔۔۔۔یہ مقصد نہیں ہے۔

حضرات گرامی!۔۔۔۔مقصد سمجھو کیا ہے؟ میدانِ کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے امت کو یوں تو بے حد سبق سکھائے لیکن میں آج چار پہلوؤں پر آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہوں گا۔

(۱) تسلیم (۲) رضا

(۳) صبر (۴) دعا

تسلیم کا پہلا معنیٰ:

قرآن پاک میں تین جگہ لفظ تسلیم آیا ہے۔لفظ تسلیم کے دو معانی ہیں۔

تسلیم کا ایک معنیٰ ہے سلام کرو، جیسا کہ قرآن میں حکم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا [4]

قرآن میں اللہ یہ تعلیم دیتا ہے اے ایمان والو صلوا علیہ وسلموا تسلیما نبی پر درود بھی بھیجو۔۔۔سلام بھی بھیجو۔۔۔نبی پاک کو سلام کرو۔۔۔یہ حکم قرآن ہے۔۔۔یہ میرا موضوع نہیں ہے صرف اشارہ کر رہا ہوں۔ [5]

قرآن پاک میں سلام کی متعدد آیات ہیں:

☆ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ [6]

☆ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ [7]

☆ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ [8]

☆ سلٰمٌ علی المرسلین [9]

☆ سلٰمٌ علیٰ اِل یاسین [10]

☆ سلٰمٌ علیٰ عبادہِ الذین اصطفیٰ [11]

☆ سلٰمٌ علیکم بما صبرتم [12]

رسولوں کو سلام ۔۔۔۔نبیوں کو سلام۔۔۔۔ولیوں کو سلام۔۔۔۔صبر کرنے والوں کو سلام۔۔۔۔کیونکہ تسلیم کا معنی ہے سلام کرنا۔۔۔۔میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے تسلیم کا سبق دیا۔۔۔۔کہ تم اللہ کے ہو جاؤ۔۔۔۔ہر چیز تمہیں سلام کرے گی۔ امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں صبر کیا تو اس صبر کے صلے میں انہیں جنات نے سلام کیا۔۔۔فرشتوں نے سلام کیا۔۔۔۔دنیا نے سلام کیا:

اے حسینِ ابن علی تم پر سلام   نازشِ آلِ نبی تم پر سلام

سلام پیش کرنا یہ کربلا کا سبق ہے۔۔۔۔وہ بھی کوئی مسلمان ہے جو حسین علیہ السلام کو سلام نہ کہے؟۔۔۔۔سلام کرنا ہمارا فرض ہے۔۔۔۔اللہ رب العزت قرآن پاک میں فرماتا ہے جو صبر کرے اسے سلام کرو۔

سلٰمٌ علیکم بما صبرتم [13]   صبر والو تمہیں ہمارا سلام ہو۔

کربلا میں:

جنات آئے ۔۔۔۔میرے حسین علیہ السلام کو سلام کیا

فرشتے آئے۔۔۔۔میرے امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا

موت آئی۔۔۔۔میرے امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا

اماں فاطمہ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔آئیں حسین علیہ السلام کو سلام کرنے

نانا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔مدینے سے آئے حسین علیہ السلام کو سلام کرنے

پھر بات یہاں ختم نہ ہوئی۔۔۔۔بلکہ میدان کربلا میں جب حسین پاک علیہ السلام نے سر سجدہ میں رکھا تو خدا نے بھی کہا:

اے حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام تم پر سلام

سلّموا تسلیما۔۔۔۔ہے دنیا میں کوئی ایسا شہید۔۔۔۔جس پر اتنے سلام نازل ہوئے ہوں؟۔۔۔۔یہ حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کی شان ہے۔

عالم نزع کی کیفیت:

حضرات محترم!۔۔۔۔امام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں قرآن کی تفسیر کر کے دکھا دی۔۔۔۔کہ جو صبر کرتے ہیں۔۔۔۔ان پر یوں سلام آتے ہیں۔۔۔۔ایک حدیث مبارکہ ہے کہ:

موت کے فرشتے جب عام آدمی کے پاس آتے ہیں تو ڈراؤنی شکل میں آتے ہیں، اس لئے نزع کے وقت میت کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں اور میت گھبرائی ہوئی ہوتی ہے۔۔۔۔کیونکہ فرشتے ڈراؤنی شکل میں آتے ہیں۔۔۔۔وہ اسے سلام نہیں کہتے بلکہ زبردستی اس کی روح کھینچ کر لے جاتے ہیں۔

لیکن اگر کوئی مرد مومن ہو۔۔۔۔اگر کوئی ولی اللہ ہو۔۔۔۔اگر کوئی کملی والے کا عاشق ہو۔۔۔۔اگر کوئی اولیاء اللہ کا نیاز مند ہو۔۔۔۔اگر کوئی صحیح العقیدہ ہو۔۔۔۔تو فرشتے مسکراتے ہوئے۔۔۔۔خوبصورت شکلوں میں آتے ہیں۔۔۔۔اور آکر خوشی خوشی کہتے ہیں السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے بندے۔۔۔۔ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔۔۔۔تو مومن مسکرا کر کہتا ہے کدھر لے چلو گے؟۔۔۔۔تو فرشتے کہتے ہیں تجھے تیرے رسول کے پاس لے چلتے ہیں۔۔۔۔چلو گے؟۔۔۔۔تو وہ مسکرا کے چل دیتا ہے۔۔۔۔یہ ہے مومن کی موت۔

(شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور)

نشانِ مردِ مومن با تو گویم   چوں مرگ آید تبسم برلبِ اوست

حضرات گرامی!۔۔۔۔جب سے ہم نے سنا ہے کہ مومن کی موت یوں آتی ہے، خدا کی قسم تب سے اس دنیا میں رہنے کو جی نہیں چاہتا۔

لگتا نہیں ہے دل اس اجڑے دیار میں   کس کی بنی ہے اس دارِ ناپائیدار میں

عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن   دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

ہمیں موت کا انتظار ہے۔۔۔۔کہ کب آئے گی۔۔۔۔کب موت کے فرشتے آئیں گے۔۔۔۔اور ہمیں تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے کر جائیں گے۔ اسی لیے کسی عاشق نے کیا خوب کہا:

ملک الموت کڈھے جدوں جان میری — میری روح مدینے وچ گئی ہووے

حضرات گرامی!۔۔۔۔چاروں طرف شہادت کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔۔۔۔صبر حسین علیہ السلام کی کلیاں ہر طرف مسکرا رہی ہیں۔۔۔۔حسین علیہ السلام نے تسلیم ورضا کا جو سبق نانے کی امت کو دیا ہے وہ ہمارے لیے روحِ حیات ہے۔۔۔۔وہ ہمارے لئے ضابطۂ حیات ہے۔۔۔۔وہ ہمارے لئے دستورِ حیات ہے۔

میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے تسلیم کا سبق دیا۔۔۔۔اور تسلیم کا ایک معنی ہے سلام کرنا۔۔۔۔امام حسین علیہ السلام صبر کے اس درجے پر پہنچے۔۔۔۔کہ ہر مخلوق نے آپ کو سلام کیا۔۔۔۔آج چودہ صدیاں بیتنے کے باوجود ہر مسلمان امام حسین علیہ السلام کو سلام کہتا ہے۔۔۔۔یہ تسلیم ہے۔

تسلیم کا دوسرا معنی

تسلیم کا اک معنی ہے مان لینا۔۔۔۔تسلیم سے اسلام ہے۔۔۔۔اسلام سے مسلمان ہے۔امام حسین علیہ السلام نے تسلیم کا سبق دے کر بتایا کہ مسلمان کس کو کہتے ہیں۔۔۔۔مسلمان وہ ہوتا ہے؟۔۔۔۔جو مان لے کیونکہ اسلام کا معنی ہے مان لینا۔۔۔۔تسلیم کا معنی ہے مان لینا۔۔۔۔کس طرح ماننا؟۔۔۔۔اس کے دو طریقے ہیں

زبان سے مان لینا۔۔۔۔لیکن ضروری نہیں کہ ہر کوئی دل سے بھی مانے۔۔۔۔لیکن تسلیم ایسا ماننا ہے جس کے معنی میں سپردگی کا مفہوم ہے۔۔۔۔اپنا آپ کسی کے حوالے کردینا۔۔۔۔یوں ماننا کہ اپنا آپ اس کے سپرد کر دینا۔۔۔۔سپردگی، یہ تسلیم ہے اس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ [14]

اللہ نے فرمایا: اے میرے نبی! سچا مومن وہ ہے کہ جب تو کوئی حکم دے، فیصلہ کرے تو وہ اپنے دل میں تیرے فیصلے کے متعلق کوئی تنگی محسوس نہ کرے۔۔۔۔وہ سر جھکا کر کہہ دے:

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

معلوم ہوا!۔۔۔۔مومنوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ نبی پاک ﷺ جب کوئی فیصلہ کریں

تو اس میں حیل وحجت کریں۔مومنوں کو چاہیے کہ اپنا آپ نبی ﷺ کے سپرد کردیں۔۔۔۔یہ تعلیم قرآن نے دی ہے کہ اپنا آپ اپنے نبی کے سپرد کر دینا۔۔۔۔یہ ہے تسلیم۔

امام حسین علیہ السلام کا مقام تسلیم ورضا:

میرے آقا امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں سب کچھ نانے کے سپرد کیا ہوا تھا۔اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ اپنا آپ نبی پاک کے حوالے کردو۔۔۔۔اور یوں کہو:

کیا پیش کروں تم کو کیا چیز ہماری ہے — یہ دل بھی تمہارا ہے یہ جاں بھی تمہاری ہے
سائے میں تمہارے ہیں قسمت یہ ہماری ہے — قربان دل و جانم کیا شان تمہاری ہے

اللہ کہتا ہے میرے نبی کے سامنے تسلیم ہو جاؤ۔۔۔۔میرا نبی جو کہہ دے اس میں شک نہ کرنا:

وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ — تسلیم ہو جاؤ۔

امام حسین علیہ السلام اپنے نانا مصطفی ﷺ کے حکم پر تسلیم ہو کر کربلا میں پہنچے تھے۔بے ادبوں، گستاخوں کو کیا معلوم کہ حسین تو تسلیم ہو چکا تھا۔اس کو سیاسی غلطی کہنا یہ عقل، علم اور دین کا اندھا پن ہے۔حسین پاک علیہ السلام نے سیاسی غلطی نہیں کی۔۔۔۔کوئی غلطی نہیں کی۔۔۔۔وہ کربلا میں کیوں گئے تھے؟۔۔۔۔اگر آپ تاریخ اسلام کی اس روایت پر غور کریں تو بات واضح ہو جائے گی کہ جب سیدنا امام حسین علیہ السلام مکہ مکرمہ سے عازم کوفہ ہوئے تو ایک رات قبل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے امام حسین علیہ السلام کو روکا کہ آپ کوفہ کی جانب نہ جائیں۔کیا آپ جانتے نہیں کہ اہل کوفہ نے آپ کے والد مولا علی شیر خدا علیہ السلام کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ لہٰذا آپ نہ جائیں۔باقی لوگ بھی روکتے رہے مگر امام حسین علیہ السلام نے کوئی پرواہ نہ کی۔جب حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر انسان نے روکا تو امام حسین علیہ السلام فرمانے لگے:

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ اَمَرَنِیْ اَمْرًا — مجھے رات کو خواب میں نانا پاک ﷺ کی زیارت ہوئی ہے، میں اپنی مرضی سے نہیں جارہا، بلکہ آپ نے حکم دیا ہے اور میں آپ کے حکم کی تعمیل میں جارہا ہوں۔

معلوم ہوا۔۔۔۔امام حسین علیہ السلام تسلیم ہو چکے تھے۔۔۔۔۔آپ علیہ السلام نے اپنا آپ نبی پاک ﷺ کے سپرد کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔وہاں سے جو حکم آتا تھا، اس کی تعمیل کر رہے تھے۔

حضرات توجہ فرمائیں!۔۔۔۔روکنے والوں نے جب دیکھا کہ کوئی بہانہ۔۔۔۔کوئی عذر نہیں سنتے۔۔۔۔تو پھر روکنے کے انداز مختلف ہو گئے۔۔۔۔پھر روکنے والوں نے کہا:

حسین (علیہ السلام)! اگر آپ ضرور جاتے ہیں تو اس طرح کریں ان مخدرات نبوت کو ساتھ نہ لے جائیں۔۔۔۔انہیں چھوڑ جائیں۔۔۔۔تو امام حسین علیہ السلام نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔۔۔۔اور فرمایا:

شَآءَ اللهُ اَنْ یَّرَاهُنَّ اَسِیْرًا   اللہ انہیں قیدی دیکھنا چاہتا ہے۔

جب اللہ کی رضا یہی ہے تو میں اللہ کی رضا پر راضی ہوں۔۔۔۔وہ جو کرنا چاہتا ہے، مجھے قبول ہے۔۔۔۔۔اللہ یہی چاہتا ہے۔۔۔۔اس کا نام ہے رضا۔۔۔۔۔یہ رضا بالقضا ہے۔۔۔۔ پتہ تھا کہ قضا آنے والی ہے۔۔۔۔اور مومن وہ ہے جو قضا پر راضی ہو جائے۔

رضا اور قضا:

سنیے حضرات گرامی!۔۔۔۔امام حسین علیہ السلام مقام رضا پر فائز تھے۔۔۔۔رضا کیا ہے؟

مسکراتے ہوئے مصائب کا استقبال کرنا رضا ہے۔۔۔۔۔قضا کی تلخی میں دل کا سرور رضا ہے۔۔۔۔۔رضا اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینے کا نام ہے۔ اس سے عارف اس مقام تک پہنچ جاتا ہے، جہاں کائنات کی ہر شئے اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔

میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی نگاہ اللہ کی رضا پر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ میدان کربلا میں جب قضا نے آنکھیں دکھائیں کہ میں قضا ہوں۔۔۔۔۔حسین علیہ السلام نے مسکرا کر کہا۔۔۔۔میں رضا ہوں۔۔۔۔۔تیرا کام اپنا ہے۔۔۔۔میرا کام اپنا ہے۔۔۔۔۔تو اپنا کام کر۔۔۔۔۔میں اپنا کام کروں۔

حضرات گرامی!

یہ رضا تھی جو میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے پیش کی۔

قضا نے کہا۔۔۔حسین علیہ السلام بچے شہید ہو جائیں گے۔۔۔کہا۔۔۔۔میں راضی ہوں۔

قضا نے کہا۔۔۔۔بیبیاں قیدی ہو جائیں گی۔۔۔۔کہا۔۔۔۔۔میں راضی ہوں۔

قضا نے کہا...... بیمار زین العابدین علیہ السلام کو قیدی بنا لیا جائے گا۔۔۔فرمایا۔۔۔۔میں راضی ہوں۔

قضا نے کہا۔۔۔ہم شبیہ مصطفیٰ علی اکبر شہید ہو جائے گا۔۔۔فرمایا۔۔۔میں راضی ہوں۔

قضا نے کہا۔۔۔لاشوں پہ گھوڑے دوڑ جائیں گے۔۔۔۔فرمایا۔۔۔میں راضی ہوں۔

قضا نے کہا۔۔۔خیموں کو آگ لگ جائے گی۔۔۔حسین علیہ السلام نے کہا...... میں راضی ہوں۔

قضا نے کہا۔۔۔سب کچھ برباد ہو جائے گا۔۔۔۔حسین علیہ السلام نے کہا۔۔۔۔میں راضی ہوں۔

حضرات محترم!

یہ تھی وہ رضا جو میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھی۔۔۔۔وہ رضا کے پروردہ تھے۔۔۔۔وہ مقام رضا پر فائز تھے۔۔۔۔وہ میدان کربلا میں صبر و رضا کا سبق دینے آئے تھے۔۔۔۔ان کی ماں صبر و رضا کی پیکر تھیں۔۔۔۔امام حسین علیہ السلام کو ان کی ماں نے صبر و رضا کا سبق دیا تھا۔۔۔۔ پھر حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں امت کو صبر و رضا کا سبق دیا۔

امام حسین علیہ السلام کا پیغام:

حضرات محترم!۔۔۔۔امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں رضا کا پیغام یوں دیا کہ جب سب کچھ قربان ہو گیا تو پھر امام حسین علیہ السلام کی اپنی باری آئی۔۔۔۔جسم نازنین میں سینکڑوں تیر لگے۔۔۔۔جسم چھلنی ہو گیا۔۔۔۔خون کربلا کی ریت پر بہہ گیا۔۔۔۔گھوڑے کی زین سے فرش زمین پر آئے۔۔۔۔گرے۔۔۔۔اور اٹھے۔۔۔۔اور سر سجدے میں رکھا۔ تاریخ میں یہ لفظ محفوظ ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے آخری سجدے میں اللہ کی بارگاہ میں جو مناجات پیش کیں وہ یہ تھیں:

اَللّٰھُمَّ صَبْرًا عَلٰی بَلَائِكَ رِضًا بِقَضَاءِكَ وَتَسْلِیْمًا لِاَمْرِكَ — اے اللہ! حسین علیہ السلام تیری بلا پر صابر ہوا ۔۔۔۔تیری قضا پر راضی ہوا۔۔۔۔اور تیرے حکم پر تسلیم ہوگیا۔

گویا حسین علیہ السلام !۔۔۔۔

آخری سجدے میں عرض کرتے ہیں کہ:

اے بے نیاز خدایا! میرے ساتھ تو نے جو بھی کیا تیری قسم میں راضی ہوں ۔۔۔۔ ذرا تو بتا! جو کچھ تیری خاطر میں نے کیا تو بھی راضی ہوا یا نہیں؟ ۔۔۔۔یہ ہے مقام رضا۔

صبر:

حضرات گرامی! ۔۔۔۔ ذرا اپنا ماحول دیکھو۔۔۔ اپنی کمزوریاں دیکھو۔۔۔۔کسی کے گھر میں ماتم ہوجائے تو۔۔۔۔بین کئے جاتے ہیں ۔۔۔۔ کپڑے پھاڑے جاتے ہیں ۔۔۔سینے پیٹے جاتے ہیں ۔۔۔۔اور یہ رونے والی ہماری بیٹیاں ۔۔۔۔ہماری مائیں بہنیں ۔۔۔اللہ کو مخاطب کر کے کہتی ہیں تجھے اور کوئی نہیں ملا تھا؟ ۔۔۔۔میرا بیٹا ہی تجھے موت کیلئے نظر آیا تھا؟ ۔۔۔۔ خدا سے لڑتی ہیں ۔۔۔۔ یہ کفریہ لفظ ہیں حالانکہ صبر کرنا چاہیے۔۔۔۔لیکن غم میں آکر صبر ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے۔قوم کی بیٹیاں بے صبری کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

حضرات!

اپنے گھر کے یہ بین بھی دیکھو اور نبی کے گھرانے کے صبر کو بھی دیکھو......کسی گھر سے ایک جنازہ نکلے تو سارے محلے کا سکون برباد ہوجاتا ہے ۔۔۔لوگ دکانیں بند کردیتے ہیں ۔۔۔۔ کاروبار روک لیتے ہیں ۔۔۔۔ پوری گلی، محلے میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں تمہارے گھر سے ایک جنازہ نکلے تو پورا محلہ بلکہ کئی بار پورا شہر سوگوار ہوجاتا ہے ۔۔۔ مگر امام حسین علیہ السلام کے گھر سے ایک دن میں بہتر جنازے نکلے تھے۔۔۔ پھر ان کے صبر کو سلام کیوں نہ کریں؟ ۔۔۔کہ بہتر جنازے ایک دن میں اٹھے ہیں۔

نبی ﷺ کے ۔۔۔۔ گھرانے کے

علی علیہ السلام کے ۔۔۔۔ کاشانے کے

فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ۔۔۔۔ آستانے کے

اور وہ جنازے عام نہ تھے بلکہ وہ شہیدوں کے جنازے تھے:

وہ اصغر علیہ السلام جیسے ۔۔۔۔۔ معصوم تھے

وہ عباس علیہ السلام جیسے ۔۔۔۔۔ جوان تھے

وہ علی اکبر علیہ السلام جیسے ۔۔۔۔ شہزادے تھے

وہ عون علیہ السلام و محمد علیہ السلام جیسے ۔۔۔۔۔ صاجزادے تھے

لیکن کوئی کہہ سکتا ہے کہ خیموں سے آواز بھی اونچی نکلی ہو؟ ۔۔۔۔کسی نے بین کیا ہو؟ ۔۔۔۔کسی بی بی نے شور کیا ہو؟ ۔۔۔۔۔کسی نے آہ وفغاں کی ہو؟ ۔۔۔حالانکہ گھرانہ اجڑا ہے ۔۔۔۔خاندان اجڑا ہے۔کسی کا گھر اجڑ جائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے، اللہ سب کے گھر آباد رکھے مگر جس کا گھر اجڑ جائے اس سے پوچھو۔آپ نے دیکھا ہوگا کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ چڑیا کا گھونسلہ بچوں نے چھیڑ دیا اور چڑیا کا گھر اجڑ گیا۔۔۔۔تو سینکڑوں چڑیاں اکٹھی ہوکر بین کرتی ہیں۔کسی چڑیا کا گھر اجڑ جائے تو وہ ماتم کرتی ہیں۔۔۔۔لیکن:

جب حسین علیہ السلام کا گھر اجڑا ہو گا

جب نبی ﷺ کا گھرانہ اجڑا ہو گا

جب کربلا میں فاطمہ سلام اللہ علیہا کی کمائی لٹی ہوگی

جب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی کھیتی جل کر بھسم ہوگئی ہوگی

تو اس وقت کربلا میں زینب علیہا السلام کے صبر کو سلام کہو۔۔۔۔سکینہ علیہا السلام کے صبر کو سلام کہو ۔۔۔۔بیمار عابد کے صبر کو سلام کرو۔۔۔۔انہوں نے قرآن کی تفسیر کردی ۔۔۔۔انہوں نے ہمیں اسلام کی روح بتادی ۔۔۔۔کہ صبر کرنے والے ایسے ہوتے ہیں ۔۔۔صبر کی حد ہوگئی۔۔۔۔ صبر کا مثال قائم کردی۔پھر ان کی بہادری اور دلیری کو داد دو۔۔۔۔ان کے عزم واستقلال کو داد دو۔۔۔

حضرات گرامی! ۔۔۔۔میدان کربلا ہے۔۔۔۔اعوان وانصار شہید ہوچکے ہیں۔۔۔ امام حسین علیہ السلام اکیلے رہ گئے ہیں ۔۔۔ ۵۵ برس ۶ ماہ آپ کی عمر ہے اور خود اپنے کندھوں پر بہتر شہدا کے جسموں کے ٹکڑے اٹھائے ہیں ۔۔۔کہیں اک جنازہ ہوجائے تو لوگوں کی کمر ٹیڑھی ہوجاتی ہے ۔۔۔۔ ہمتیں جواب دے جاتی ہیں ۔۔۔ بوتلیں لگنا شروع ہوجاتی ہیں ۔۔۔۔لوگ بے ہوش ہوجاتے ہیں ۔۔۔کئی لوگ اسی وقت مرجاتے ہیں ۔۔۔ مگر واہ حسین علیہ السلام !

صبر کا یہ عالم ہے کہ:

ماتھے پر کوئی شکن نہیں | عقابی نگاہوں کی تیزی میں فرق نہیں
کمر ہمت جھکی نہیں | بازوؤں کے کس بل میں کوئی فرق نہیں آیا
قدموں میں کوئی لرزش نہیں آئی | عزم میں کوئی لغزش نہیں آئی
اے حسین ابن علی تم پر سلام | نازشِ آلِ نبی تم پر سلام

واقعہ کربلا صرف اس نیت سے نہ سنا کرو کہ ہم غم کی باتیں سن کر، بس افسوس کا اظہار کر دیں اور چند آنسو بہالیں...... بلکہ سبق لیا کرو...... کہ حسین علیہ السلام نے کتنا صبر کیا ہے۔

اگر تمہارا بھی کوئی مرجائے...... بچے فوت ہو جائیں...... باپ کا سایہ سر سے اٹھ جائے...... ماں دنیا سے چلی جائے...... بہنوں کے ویر موت کی آغوش میں چلے جائیں...... تو پھر تم سکینہ علیہا السلام کے ویر کی شہادت یاد کرو...... علی اصغر علیہ السلام کی شہادت یاد کرو...... علی اکبر علیہ السلام کی جوانی یاد کر کے تم بھی صبر کیا کرو...... کیونکہ:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ

اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔

حضرات محترم!...... امام حسین علیہ السلام کے صبر کی انتہا ہوگئی کہ سب کچھ لٹا کر...... سب کچھ کٹا کر...... سب کچھ اللہ کے حوالے کر کے آخر میں جب اپنی باری آئی تو آپ کا جسم مبارک تیروں اور نیزوں سے چھلنی کربلا کی ریت پر ہے...... مگر امام حسین علیہ السلام کا صبر دیکھو...... ان کا عمل دیکھو۔

امام حسین علیہ السلام گھوڑے کی زین سے جب فرش زمین پر گرے...... گر کر پھر اٹھتے ہیں...... کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں...... کھڑا نہیں ہوا جاتا...... پھر گر پڑتے ہیں...... کبھی رکوع تک آتے ہیں...... پھر گر پڑتے ہیں...... تیسری بار پھر اٹھے...... اللہ اکبر کہہ کر کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر نماز کی نیت باندھ لی...... ذرا منظر تو تصور میں لاؤ...... امام پاک علیہ السلام کا حال کیا تھا!

سارا بدن حسینؑ سخی دا تیراں نال پروتا | فیر بھی سید ریت تتی تے نیت نماز کھلوتا
ویکھو شاہ حسینؑ پیارے نے اس دین نبی دے تارے نے | وچ کربل فرض گذارے نے کہو لا الہ الا اللہ

خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ یوں ہی نہیں فرما گئے:

شاہ است حسین پادشاہ است حسین | دین است حسین دیں پناہ است حسین

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید | حق کہ بنائے لاالہ است حسین

سنو خواجہ کے فرمان کا مطلب...... آپ فرماتے ہیں لوگو:

شاہ بھی حسین علیہ السلام ہے اور بادشاہ بھی حسین علیہ السلام ہے...... دین بھی حسین علیہ السلام ہے اور دیں پناہ بھی حسین علیہ السلام ہے۔ لوگ بڑے دین دار بنے پھرتے ہیں مگر میں تو حسین علیہ السلام کو سراپا دین سمجھتا ہوں۔ جب نانے کے دین کو کہیں پناہ نہ ملی تو دین، کربلا میں حسین علیہ السلام کے دامن میں آکر چھپ گیا۔ دین نے حسین علیہ السلام کے دامن میں پناہ لی۔ حسین علیہ السلام وہ ہے جس نے سر تو کٹا دیا...... مگر یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ تم اس کو معمولی واقعہ سمجھتے ہو...... مگر میرا ایمان تو یہ ہے امام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں کلمے کی بنیاد استوار کی ہے۔

حضرات گرامی!...... میرے آقا حسین علیہ السلام نے جب کربلا کی تپتی ریت پر سر سجدے میں رکھا...... تو اس وقت حالت یہ تھی...... کہ آپ کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا...... گردن میں تیر پیوست تھا...... گردن مڑی ہوئی تھی...... آپ نے پورا زور لگا کر گردن کو موڑا...... اور کربلا کی تپتی ریت پر سر سجدے میں رکھا...... اور عرض کیا:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی...... سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی...... سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی

حضرات!...... حسین علیہ السلام کے سجدے نے کائنات میں کہرام مچا دیا...... فرشتے حیران ہو گئے...... حوریں انگشت بدنداں ہو گئیں...... کروبیاں تصویر حیرت بن گئے...... جب امام حسین علیہ السلام نے اللہ کے حضور میدان کربلا میں اس کیفیت میں آخری سجدہ کیا...... تو ہاتف غیب سے ندا آئی:

اس پیارے پر علی شیر خدا کو ناز ہے | اس نواسے پر محمد مصطفیٰ ﷺ کو ناز ہے
لاکھوں نے سجدے کیے اس کا عجب انداز ہے | اس نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے

وما علینا الا البلاغ المبین

حوالہ جات:

۱۔ البقرہ: ۱۵۶،۱۵۵...... ۲۔ البقرہ: ۱۵۳...... ۳۔ ایضاً...... ۴۔ الاحزاب: ۳۳...... ۵۔ صلوٰۃ وسلام کے موضوع پر حضرت ابوالبیان علیہ الرحمہ کی تقریر البیان دوم میں ملاحظہ فرمائیں...... ۶۔ الصافات: ۱۰۹...... ۷۔ الصافات: ۱۷۹...... ۸۔ الصافات: ۱۲۰...... ۹۔ الصافات: ۱۸۱...... ۱۰۔ الصافات: ۱۳۰...... ۱۱۔ النمل: ۵۹...... ۱۲۔ الرعد: ۱۳...... ۱۳۔ الرعد: ۱۳...... ۱۴۔ النساء: ۶۵......

شہیدِ کربلا رضی اللہ عنہ

شہیدِ کربلا کو عشق کی تحریر کہتے ہیں — اُنہیں حُسنِ رسُول اللہ کی تصویر کہتے ہیں
جنہیں آلِ نبی کی عزت و توقیر کہتے ہیں — اُنہیں کو دوسرے لفظوں میں ہم شبّیر کہتے ہیں
چلی کیا گردنِ شبّیر پر شمرِ لعیں کی تیغ — اِسی کو اہلِ تسلیم و رضا تقدیر کہتے ہیں
ذرا مُنہ تو دکھائیں وُہ شقی القلب جو ظالم — قتیلِ بے گنہ کو موردِ تقصیر کہتے ہیں
وہاں اصغرِ معصوم میں ظالم نے کیا پھینکا — اِس اندازِ جفا کو آہ شائد تیر کہتے ہیں
خیال آیا نہ اہلِ بیت کا بے رحم کے دِل میں — سبھی شمرِ لعیں کو اِس لئے بے پیر کہتے ہیں

فدا قربانیٔ شبّیر رضی اللہ عنہ بھی اِک رازِ فطرت ہے
جسے خوابِ براہیمی کی ہم تعبیر کہتے ہیں

ابو الطاہر فدا حسین فدا

۷

سلام بحضور اہلِ بیت اطہار

مٹی میں مل گئے ارادے یزید کے
لہرا رہا ہے آج بھی پرچم حسین علی جدہ علیہ السلام کا

حسن ترتیب

علیٰ جدہٖ علیہ السلام

یہ طغرہ ہم نے اہتمام سے بنوایا اور مقصود یہ تھا کہ پیش نظر اپنے رسالہ "انوارِ رضا" کے اشاعتِ خاص "سید الشہداء حضرت امام حسین علیٰ جدہٖ علیہ السلام نمبر" میں حسب ضرورت استعمال کریں گے جہاں کہیں احباب اس کی ضرورت محسوس فرمائیں اپنا ای میل بھیج کر طلب کر سکتے ہیں۔ (ادارہ)
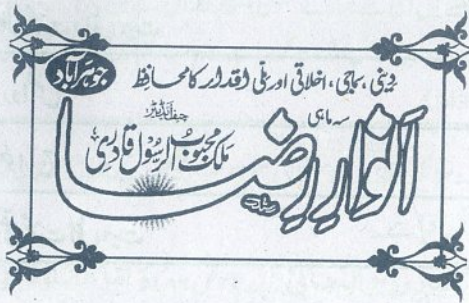
اہل بیت اطہار پر مستقلاً سلام کا جواز

امام اہل سنت غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ☆

انبیاء کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام، نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اصحابہ کبار کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسد الغالب علی المرتضیٰ کے لئے کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ، حضرت سیدنا امام حسین اور دیگر ائمہ بیت کے لئے علیہ السلام اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں تحریر کئے جاتے ہیں۔ اصحابِ کبار کے لئے بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عوام الناس، مشائخ، علماء، صوفیاء کے لئے رحمتہ اللہ علیہ۔ علیہ الرحمۃ لکھا اور بولا جاتا ہے۔ زیر نظر مضمون بیت اطہار پر مستقلاً سلام کا جواز حضرت علامہ سید سعید کاظمی ملتان رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو حصولِ برکت اور عوام وخواص کی راہنمائی کے لئے پیش خدمت ہے۔ اس حوالے سے کچھ لوگ ابہام کا شکار رہتے ہیں حالانکہ اس طرح کی لفظی جنگ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ ہم علیہ السلام اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دونوں کو درست سمجھتے ہیں اسی لئے ہمارے مضمون و مقالہ نگاروں نے ان میں سے جس کا بھی انتخاب کیا ہم نے اسے کشادہ دلی سے اسی طرح شامل اشاعت کر دیا ہے۔ دردمندانہ گذارش ہے کہ یہ محبّت کی باتیں ہیں ان کو نزاع نہ بنایا جائے۔ (ادارہ)

غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوٰۃ وسلام بھیجنے کے جواز کو اگرچہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے عامہ اہل علم سے نقل کیا ہے۔

كَمَا فِيْ تَفْسِيْرِ رُوْحِ الْمَعَانِيْ (پارہ ۲۲ ص ۸۶) وَ اَمَّا الصَّلٰوةُ عَلٰى غَيْرِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمَلَائِكَةِ قَدْ اِضْطَرَبَتْ فِيْهَا اَقْوَالُ الْعُلَمَاءِ فَقِيْلَ تَجُوْزُ مُطْلَقًا قَالَ الْقَاضِيْ عَيَاضُ وَعَلَيْهِ عَامَةُ اَهْلِ الْعِلْمِ (اِنْتَهٰى)

لیکن جمہور کے مطابق ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم بالتبع جواز بلا کراہت کے قائل ہیں اور بالاستقلال مکروہ سمجھتے ہیں۔ البتہ صلوٰۃ کے بغیر سرف سلام علیٰ غیر الانبیاء والملائکہ علیہم السلام ہمارے نزدیک بالاستقلال اور بالتبع بلا کراہت جائز ہے۔ فقہاء کرام کے ایک گروہ نے اس مسئلے میں عدم

☆ بانی وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

جواز یا کراہت کا جو قول کیا ہے وہ تنہا سلام سے متعلق نہیں بلکہ مجموعہ صلوٰۃ وسلام کے بارے میں ہے جو ہم پر حجت نہیں۔ جو حضرات سلام مذکور کو ناجائز مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کہتے ہیں ان کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے کہ کسی کتاب میں کوئی ایسی عبادت موجود نہیں جس سے بغیر اختلاف کے علماء اہلسنت یا کم از کم علمائے احناف کے نزدیک سلام مذکور ناجائز، مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ثابت ہوتا ہو۔ نہ یہ جمہور کا مذہب ہے۔ وَمَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْهِ البیان۔

یقیناً بعض نے عدم جواز اور بعض نے کراہت تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کا قول کیا ہے مگر ان کے بالمقابل دوسرے علماء کرام نے اس قول کا انکار بھی فرمایا ہے جس کی روشن دلیل ان کے کلام میں سلام مذکور کا ورود ہے۔ کَمَا سَیَأْتِیْ

مانعین حضرات کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) علمائے اہلسنت نے غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے لئے علیہ السلام لکھنے کو بالاتفاق ممنوع قرار دیا ہے۔

(۲) لفظ "سلام" "صلوٰۃ" کے معنی میں ہے۔ لہٰذا صلوٰۃ کی طرح تنہا سلام بھی ناجائز اور مکروہ ہوگا۔

(۳) رسل وانبیاء علیہم السلام کے لئے صلوٰۃ وسلام کے الفاظ تعظیماً استعمال کئے جاتے ہیں اگر ان کے غیر کے لئے بھی مستقلاً استعمال کئے جائیں تو غیر نبی کی تعظیم، تعظیمِ نبی کی مثل ہو جائے گی۔

(۴) غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے لئے صلوٰۃ وسلام یا تنہا "سلام" کے الفاظ استعمال کرنا روافض اور اہل بدعت کا شعار ہے۔ اس لئے یہ استعمال ناجائز ہوگا۔

علی الترتیب چاروں کا جواب حسب ذیل ہے:۔

(۱) بالاتفاق اور علی الاطلاق غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے لئے بالاستقلال تنہا سلام کو آج تک کسی نے ممنوع نہیں کہا اور اگر کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہے تو اس کا تعاقب کیا گیا ہے۔

اس سلام کو ممنوع، ناجائز یا خلافِ اولیٰ کہنے والے بعض علماء ہیں جس کو ان کی تحقیق پر اعتماد ہو وہ اس پر عمل کرے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن مجوزین بلا کراہت سے الجھنا ان کے لئے درست نہیں کیونکہ بالمقابل محققین اہلسنت کا ایک ایسا گروہ بھی موجود ہے جو غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے لئے بالاستقلال لفظ سلام استعمال کرتا ہے پھر یہ کہ مانعین کی مراد سلام علی

الاطلاق نہیں بلکہ سلام مقید ہے جس کا فِیْ مَا نَحْنُ فِیْهِ سے کوئی تعلق نہیں۔ کَمَا سَنُبَیِّنُهٗ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ لہٰذا بعض علماء اہلسنت کی وہ عبارات مانعین حضرات کے لئے مفید نہیں۔

(۲) لفظ "سلام" کا "صلوٰۃ" کے معنی میں ہونا بداہتہً باطل ہے۔ اس لئے کہ دونوں کا مادۂ ترکیب، اشتقاق، وضع وہیئت اور استعمال بالکل الگ ہے پھر ایک معنی میں ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

البتہ امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے صلوٰۃ کو بمعنی سلام کہا اور اسی قول کے پیش نظر امام الحرمین جوینی نے سلام کو بمعنی صلوٰۃ قرار دیا۔ لیکن مخفی نہ رہے کہ یہ دونوں بزرگ شافعی ہیں۔ لہٰذا یہ قول شوافع کا ہوا جسے بعض احناف نے بھی ذکر کر دیا۔ نیز یہ کہ امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے صلوٰۃ کو بمعنی سلام اور بالعکس مطلقاً نہیں کہا بلکہ اس امر میں کہ صلوٰۃ وسلام دونوں ہماری دعا اور منزل من اللہ ہونے میں ایک دوسرے کے ہم معنی اور مشعر تعظیم ہیں۔

اگرچہ اس معنی کو امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے حق میں مستقلاً لفظ سلام بولنے کے لئے علت منع قرار دیا ہے لیکن اہلسنت وفقہائے احناف کے دیگر محققین نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

اس بیان سے اہل علم حضرات پر یہ امر بھی بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے جس سلام کو بمعنی صلوٰۃ قرار دے کر اس کا استعمال غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے لئے ممنوع قرار دیا ہے وہ "سلام من اللہ" ہے اور جو سلام تحیۃ من العباد ہو وہ ان کے نزدیک بمعنی صلوٰۃ نہیں۔ نہ وہ اسے ممنوع قرار دیتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ امام جوینی کے قول "فَلَا یُقَالُ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ" جسے روح البیان، روح المعانی، جوہر التوحید اور شامی وغیرہ نے نقل کیا ہے، سے مراد مطلقاً سلام من اللہ ہے، سلام تحیۃ نہیں۔ دیکھئے روح المعانی پارہ ۲۲ صفحہ ۸۶۔ لہٰذا اگر بطور تحیۃ علی علیہ السلام یا حسین علیہ السلام کہا جائے تو امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کے قول پر بھی ممنوع نہ ہوگا۔

یہ صحیح ہے کہ بعض متاخرین کی تصانیف میں سلام مذکور کا ترک متعارف ہے لیکن تفحص کے بعد مقدمین کا مسلک یہی ثابت ہوا کہ وہ بالخصوص اہل بیت اطہار کے حق میں بالاستقلال تنہا لفظ سلام بولتے اور لکھتے رہے۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ارقام فرماتے ہیں۔

(۱) ومتعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہل بیت رسول از ذریت و از ازواج مطہرات و در کتب قدیمہ از مشائخ اہل سنت و جماعت کتابت آں یافتہ میشود۔ و در متاخرین ترکِ آں متعارف شدہ است۔ واللہ تعالیٰ اعلم (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۴۰۵)

باوجودیکہ شیخ محقق قدس سرہٗ العزیز تصانیف متاخرین میں سلام مذکور کا ترک متعارف فرماتے ہیں مگر بذاتِ خود اپنی تصانیف میں آلِ پاک مصطفی علیہ التحیۃ والثناء پر بالاستقلال "علیہ السلام" لکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

(۲) جذب القلوب صفحہ ۷۸

"در سنہ سابعہ غزوۂ خیبر بود کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام چوں سپر از دست مبارکِ او وافتاد دروازہ اورا............ برکند و سپر ساخت"

نیز اسی صفحے پر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

(۳) وطلوع کردن آفتاب بعد از غروب بجہت فوت نمازِ عصر از امیر المؤمنین علی سلام اللہ علیہ

اسی جذب القلوب کے صفحہ ۹۴ پر ہے:۔

(۴) واو را استوانِ علی ابن طالب سلام اللہ علیہ نیز گویند

اسی صفحہ پر اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

(۵) درخانۂ فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا

پھر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں:۔

(۶) بعلی و فاطمہ و حسن و حسین سلام اللہ علیہم خطاب میکرد

علاوہ ازیں تفسیر عرائس البیان صفحہ ۵۱۰ پر ہے:۔

(۷) وَعَنْ عَلِيِّ ابْنِ مُوْسَى الرِّضَا عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۷۰۰ پر فرماتے ہیں:۔

(۸) هٰذِهِ الْاٰيَةُ دَالَّةٌ عَلٰى اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ كَانَا ابْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پھر تفسیر کبیر کی تیسری جلد ۲۲۷ پر لکھتے ہیں:۔

(۹) لَا يَجُوْزُ اِسْنَادُهٗ اِلٰى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامِ

اسی صفحہ پر تیسری سطر میں ہے۔

(۱۰) وَهُوَ اَنَّ الْاَلْيَقَ بِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

یہی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر کی جلد ہشتم صفحہ ۳۲۲ پر فرماتے ہیں۔

(۱۱) هٰذِهِ الْاٰيَاتُ نَزَلَتْ فِيْ حَقِّ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۲) ایضاً سطر سوم فی کتاب البسیط: اِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ حَقِّ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۳) ایضاً سطر چہارم: اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مَرِضَا

(۱۴) ایضاً سطر ۲۲: اَخَذَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِيَدِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ

(۱۵) ایضاً سطر ۲۴: وَلَا يُنْكِرُ دُخُوْلَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْهِ

(۱۶) ایضاً سطر ۲۸، ۲۹: اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ مُخْتَصَّةٌ بِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷) تفسیر مظہری جلد ہفتم صفحہ ۴۱۲ سطر ۶ پر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنِ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

(۱۸) ایضاً سطر ۷: وَرَوَى الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

(۱۹) تحفہ اثناعشری

(۲۰) فتاویٰ عزیزی

(۲۱) تفسیر فتح العزیز۔ تینوں کتابوں میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت اطہار کے لئے بکثرت "علیہ السلام" استعمال فرمایا ہے۔

(۲۲) اصول الشاشی صفحہ ۲: وَالسَّلَامُ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَحْبَابِهٖ

مشتے نمونہ از خروارے چند حوالے نقل کیے گئے۔ جنہیں پڑھ کر ناظرین کرام بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ جلیل القدر علماء متقدمین و متاخرین اور اکابر اہل سنت و فقہائے احناف میں ایسے محققین بکثرت ہوئے جن کے نزدیک اہل بیت اطہار و ائمہ کبار کے لئے مستقلاً "علیہ السلام" بولنا بلا کراہت جائز ہے۔ بالخصوص اصول شاشی کی عبارت وَالسَّلَامُ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَحْبَابِهٖ جو چھ سو سال

سے دنیائے اسلام کے حنفی مدارس میں پڑھائی جارہی ہے۔ مسلک مجوزین کی حقانیت کی ایسی روشن دلیل ہے جس سے انصاف پسند حضرات کے لئے تردد کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ایک شبہ کا ازالہ:

عبارات منقولہ کو کتابت کی غلطی یا تحریف پر محمول کرنا بالکل ایسا ہوگا جیسے فی زمانہ بعض علماء اہل سنت کی عبارات میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے اسم گرامی کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کے جملے کو غلطی یا تحریف پر محمول کر دیا جائے۔

یاد رکھئے! کتابت کی غلطی یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی لفظ بدل جائے یا کہیں تقدیم و تاخیر ہو جائے یا کتابت میں اختصار سے کام لیا جائے جیسے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بجائے آج کل علامت "ؐ" یا صلعم لکھ دیتے ہیں۔ یہ بات کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہو سکتی کہ ایک صحیح اور درست عبارت کو بلاوجہ کتابت کی غلطی یا تحریف قرار دے دیا جائے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ کتب معتبرہ کی عبارات سے اعتماد بالکل اُٹھ جائے گا ہر شخص اپنے مدعا کے خلاف جو عبارت پائے گا اسی کو غلطی یا تحریف کہہ دے گا۔

الحمدللہ! ہم نے وضاحت کے ساتھ علمائے معتبرین کے کلام میں اہل بیت اطہار و ائمہ کبار کے لئے مستقلاً علیہ السلام کہنے کا ثبوت پیش کر دیا۔ وَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ السَّامِیَۃُ

(۳) مانعین حضرات کا یہ فرمانا کہ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ مستقلاً انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے تعظیماً استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس لئے ان ہی کے ساتھ خاص رہیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جو لفظ بھی تعظیم انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال کیا جائے وہ ان کے ساتھ خاص ہو۔ دیکھئے "سیدنا" و "مولانا" انبیاء علیہم السلام کے لئے تعظیماً استعمال کئے جاتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں۔ صحابہ کرام، تابعین و دیگر بزرگان دین کے لئے بھی سیدنا و مولانا بکثرت بولا جاتا ہے۔

ہاں! یہ صحیح ہے کہ عام استعمالات میں بعض الفاظ ایسے بھی ہونے ضروری ہیں جو صرف انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے استعمال کئے جائیں تاکہ ان کی خصوصی عظمت ظاہر ہو تو لفظ "صلوٰۃ" اور مجموعہ "صلوٰۃ وسلام" کے الفاظ موجود ہیں۔ جو حضرات انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہیں۔ جن کا خاص ہونا ان کی خصوصیت شان کا مظہر ہے۔

(۴) روافض کا شعار صرف "علیہ السلام" نہیں بلکہ "علیہ الصلوٰۃ والسلام" ہے کیونکہ علیہ اسلام کے

ثبوت میں جلیل القدر علماء اہل سنت کی عبارات کثیرہ ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ کہ اہل بدعت کا شعار اہل سنت کے لئے اسی وقت مکروہ و ممنوع قرار پائے گا جبکہ وہ کسی امر مذموم میں ہو۔ جیسے نوحہ گری اور سینہ کوبی وغیرہ۔ یا ان کے ساتھ تشبہ کا قصد کیا جائے۔ الحمدللہ! یہاں دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں پائی جاتی۔ علیہ السلام کہنا نہ مذموم ہے نہ کہنے والا تشبہ کا قصد کرتا ہے۔ لہٰذا علتِ منع نہ پائی گئی۔ جب علت ہی نہیں تو حکم کراہت و منع کا مدار کس چیز پر ہوگا؟ دیکھئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اسی مبحث میں قاضی عیاض و دیگر علماء سے یہی اعتراض یعنی علتِ منع نقل کر کے اس کا جواب بعینہٖ وہی دیتے ہیں جو ہم نے دیا ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: وَاِنَّمَا اَحْدَثَہُ الرَّافِضَۃُ فِیْ بَعْضِ الْاَئِمَّۃِ وَالتَّشَبُّہُ بِاَھْلِ الْبِدَعِ مَنْھِیٌّ عَنْہُ فَتَجِبُ مُخَالَفَتُھُمْ اھ۔ اَقُوْلُ کَرَاھَۃُ التَّشَبُّہِ بِاَھْلِ الْبِدَعِ مُقَرَّرَۃٌ عِنْدَنَا اَیْضًا لٰکِنْ لَّا مُطْلَقًا بَلْ فِی الْمَذْمُوْمِ وَفِیْ مَا یُقْصَدُ بِہِ التَّشَبُّہُ بِھِمْ (شامی جلد ۵ صفحہ ۶۵۸)

بالکل یہی عبارت تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ صفحہ ۷۹ پر بھی مرقوم ہے دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مانعین حضرات حکم کراہت و منع کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض ائمہ کے لئے (مستقلاً) صلوٰۃ وسلام کہنے کی بدعت روافض نے جاری کی ہے اور اہل بدعت کے ساتھ تشبہ ممنوع ہے۔ لہٰذا ان کی مخالفت واجب ہے! میں کہوں گا کہ تشبہ باھل البدعۃ کا مکروہ ہونا ہمارے نزدیک بھی ثابت ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ امر مذموم میں یا اس وقت جبکہ تشبہ کا قصد کیا جائے۔

شامی اور روح المعانی کی اسی عبارت کا خلاصہ ہم نے اپنے جواب میں عرض کیا تھا جس کی تصدیق ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمالی۔

اگر یہاں یہ شبہ پیدا کیا جائے کہ بلا قصدِ تشبہ مجموعۂ صلوٰۃ وسلام کا بھی جواز بلا کراہت ثابت ہوگیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک غیر انبیاء علیہم السلام کے لئے مجموعہ صلوٰۃ وسلام کا مستقلاً استعمال مسلک جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص بغیر قصد تشبہ بھی استعمال کرے گا تب بھی ناجائز و مکروہ قرار پائے گا۔ بخلاف تنہا "سلام" کے کہ اسے کثیر محققین اہل سنت نے استعمال کیا ہے جیسا کہ عبارات سابقہ سے معلوم ہوا۔ فافھم وتدبر!

پھر یہ حضرات مانعین کرام کو چاہئے کہ اسی تشبہ کی وجہ سے عشرہ محرم میں ذکر شہادت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما، ان کے لئے ایصالِ ثواب وغیرہ امورِ مستحسنہ کو بھی ناجائز و ممنوع قرار دیں۔

اس لئے کہ یہ سب کام بقولِ مانعین روافض کا شعار ہیں اور ان کا تشبہ ممنوع ہے۔ نیز حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے مبارک ناموں کے ساتھ لفظ امام لکھنے کو بھی ناجائز کہیں۔ کیونکہ روافض کے مذہب میں امامت کا عقیدہ بھی ضروریات دین سے ہے جب وہ اہل بیت اطہار میں سے کسی کے لئے لفظ امام بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد امامت کے وہی معنی ہوتے ہیں جو اہل سنت کے نزدیک نبوت کے معنی ہیں اور غالباً اسی لئے اسلاف متقدمین کی تصانیف میں حسنین رضی اللہ عنہما یا اہل بیت اطہار میں سے کسی کے لئے امام کا لفظ نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا مانعین کرام کو چاہئے کہ وہ علت تشبہ کی بناء پر جس طرح حسنین علیہما السلام کہنے کو مکروہ جانتے ہیں اسی طرح لفظ امام حسن اور امام حسین بولنے کو بھی ناجائز اور مکروہ سمجھیں۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت قدس سرہٗ العزیز کے دیوان شریف حدائق بخشش حصہ دوم کی طرف آئیے جس میں بکثرت اشعار ایسے ہیں جن میں اہل بیت اطہار و دیگر بزرگان دین رضی اللہ عنہم پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بالاستقلال سلام بھیجا ہے۔ نمونے کے طور پر صرف گیارہ شعر ہدیہ ناظرین ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

اس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ ۔۔۔ حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے ۔۔۔ اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ ۔۔۔ جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
حسن مجتبیٰ سید الاسخیا ۔۔۔ راکب دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام
اس شہید بلا شاہِ گلگوں قبا ۔۔۔ بیکس دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام
بنت صدیق آرام جانِ نبی ۔۔۔ اس حریم برأت پہ لاکھوں سلام
شافعی، مالک، احمد، امام حنیف ۔۔۔ چار باغ امامت پہ لاکھوں سلام
جس کی ممبر ہوئی گردنِ اولیاء ۔۔۔ اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام
شاہِ برکات و برکات پیشینیاں ۔۔۔ نو بہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام
بے عذاب وعتاب وحساب وکتاب ۔۔۔ تاابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام
میرے استاد ماں باپ بھائی بہن ۔۔۔ اہل وولد و عشیرت پہ لاکھوں سلام

اس مقام پر یہ کہنا انتہائی مضحکہ خیز ہوگا کہ یہ اسلام بالتبع ہے بالاستقلال نہیں کیونکہ

بالتبع سلام وہ ہوتا ہے جو تابعین کے لئے مستقلاً نہ لایا جائے بلکہ مسلم علیہ متبوع پر تابعین کا عطف کر دیا جائے جیسے سلام اللہ علی نبینا و آلہ اجمعین کہ یہاں حضور کی آل پر بالتبع سلام ہے اور اگر تابع کے لئے بھی لفظ سلام ذکر کر دیا جائے تو وہ سلام بالتبع نہ رہے گا اگرچہ ماقبل پر مابعد کا عطف بھی کر دیا جائے جیسے سلام اللہ علی نبینا وسلام اللہ علی آلہ کہ یہاں مابعد کا عطف ماقبل پر ہے لیکن چونکہ آل کے لئے لفظ سلام علیحدہ ذکر کر دیا گیا اس لئے اس اسلام کو بالتبع نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ اسلام بالاستقلال ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اشعار منقولہ بالا میں اہل بیت و دیگر بزرگان دین کے لئے مستقلاً لفظ سلام بار بار ذکر کیا گیا ہے لہٰذا یہ سلام قطعاً بالاستقلال ہے۔ اس کو بالتبع کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

حرفِ آخر:

اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے حق میں علیہ السلام کو خلافِ اولیٰ قرار دینے والے حضرات کی خدمت میں مودبانہ گذارش ہے کہ اگر آپ حضرات بعض علماء کے قول پر اعتماد کرنے کی وجہ سے اہل بیت اطہار کے لئے مستقلاً "علیہ السلام" کہہ کر خلافِ اولیٰ کا ارتکاب اپنی پرہیزگاری اور پاک دامنی کے منافی سمجھتے ہیں تو از راہِ کرم غیر صحابہ علیہم الرضوان کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہہ کر بھی ترکِ مستحب کے دھبہ سے اپنے دامن تقاء کو داغدار نہ کیجئے۔ اس لئے کہ فقہائے احناف کے نزدیک استحباب ترضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولنے کا مستحب ہونا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص ہے۔ درمختار میں ہے:

(وَيُسْتَحَبُّ التَّرَضِّي لِلصَّحَابَةِ) اس کے بعد فرمایا: (وَالتَّرَحُّمُ لِلتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْعُبَّادِ وَسَائِرِ الْأَخْيَارِ وَكَذَا يَجُوزُ عَكْسُهُ) وَهُوَ التَّرَحُّمُ لِلصَّحَابَةِ وَالتَّرَضِّي لِلتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ (عَلَى الرَّاجِحِ) ذَكَرَهُ الْقُرْمَانِي وَقَالَ الزَّيْلَعِي الْأَوْلَى أَنْ يَدْعُوَ لِلصَّحَابَةِ بِالتَّرَضِّي وَلِلتَّابِعِينَ بِالرَّحْمَةِ وَلِمَن

"رضی اللہ عنہ صحابہ کے لئے کہنا مستحب ہے آگے چل کر فرمایا کہ تابعین اور ان کے بعد والے علماء و بزرگان دین کے لئے "رحمۃ اللہ علیہ" کہنا مستحب ہے ایسے ہی بقول راجح اس کا عکس بھی جائز ہے یعنی صحابہ کے لئے ترحم، اور بعد والوں کے لئے ترضی، یہ قرمانی نے ذکر کیا اور زیلعی نے فرمایا کہ اولیٰ یہ ہے کہ صحابہ کے حق میں دعا کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ

بَعْدَهُمْ بِالْمَغْفِرَةِ وَالتَّجَاوُزِ انتہی (درمختار حاشیہ شامی جلد ۵ صفحہ ۶۵۹)

عنہ" اور تابعین کے لئے "رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" اور ان کے بعد والوں کے لئے مغفرت اور تجاوز کے الفاظ بولے۔

ممکن ہے کہ اس مقام پر جملہ "وَ كَذَا يَجُوْزُ عَكْسُهٗ" کسی خوش فہمی کا موجب ہو جائے لہٰذا یہ گزارش بے محل نہ ہوگی کہ یہاں "يَجُوْزُ" ہے "يُسْتَحَبُّ" نہیں جس سے غیر صحابی کے لئے "اِسْتِحْبَابِ تَرَضِّیْ" ثابت ہو جائے اور اگر "يَجُوْزُ" ہی کا سہارا لے کر غیر صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کہا جائے تو اسی سہارے کو تھام کر بھی "ابوبکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" اور "عمر علیہ الرحمۃ"، "عثمان و علی علیہما الرحمۃ" بھی کہا ہوتا۔ جب اس کی ہمت نہ ہوئی تو اس کی جرأت کیسے ہوگئی؟ فَلَا تَعْقِل

اس کے بعد علامہ شامی کا فیصلہ بھی سن لیجئے۔ درمختار کی منقولہ عبارت کے تحت فرماتے ہیں: (ويستحب الترضي للصحابة)

لِاَنَّهُمْ كَانُوْا يُبَالِغُوْنَ فِيْ طَلَبِ الرِّضٰى مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيَجْتَهِدُوْنَ فِيْ فِعْلِ مَا يُرْضِيْهِ وَيَرْضَوْنَ بِمَا يَلْحَقُهُمْ مِنَ الْاِبْتِدَاءِ مِنْ جِهَتِهٖ اَشَدَّ الرِّضٰى فَهٰؤُلَآءِ اَحَقُّ بِالرِّضٰى وَغَيْرُهُمْ لَا يَلْحَقُ اَدْنَاهُمْ وَلَوْ اَنْفَقَ مِلْءَ الْاَرْضِ ذَهَبًا زَيْلَعِيْ

(شامی جلد ۵ صفحہ ۶۵۹)

"صحابہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے اس لئے کہ وہ رضاء الٰہی طلب کرنے میں بہت کوشش کرتے ہیں اور وہ ایسے کاموں سے راضی ہوتے تھے جن کے باعث انہیں ابتداء ہی سے بہترین رضا حاصل ہو جائے۔ لہٰذا "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے کے وہی زیادہ حقدار ہیں۔ ان کا غیر اگر پہاڑ بھر سونا بھی خرچ کر دے پھر بھی ان کے ادنیٰ ترین فرد سے نہیں مل سکتا۔ (انتہیٰ)

فقہاء احناف کی ان روشن تصریحات کے باوجود بھی اگر غیر صحابہ کے لئے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے سے آپ کا دامن اتقاء ترکِ مستحب اور خلافِ اولیٰ کے ارتکاب سے پاک ہے تو یقین رکھئے کہ اہل بیت رسول ﷺ کے حق میں "علیہم السلام" کہنے سے بھی آپ کا پاکیزہ دامن معصیت سے داغدار نہ ہوگا۔

اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

از تبرکات: قطب الاقطاب حضور سائیں پیر سید قطب علی شاہ مکلوی بخاری قدس سرہ

نوٹ: ملفوظاتِ طیبات کو اسی طرح پیش کیا جا رہا ہے جیسے دستیاب ہوئے ہیں لہٰذا اس کو گفتگو ہی کے انداز میں پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ (ادارہ)

محبت اہلِ بیت علیہم السلام محمد مصطفیٰ ﷺ ہم پر واجب الادا ہے۔ اس واسطے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ خاندان ہمارا رہنما ہے۔ اس لئے اپنی اہل بیت علیہم السلام کی محبت و پیار کے واسطے سید ابرار احمد مختار ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے۔ روایت کی ہے ترمذی میں کہ ایک روز حضرت محمد ﷺ نے حسنین علیہما السلام کو اٹھا لیا۔ اور یہ فرمایا:

فَقَالَ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ اَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِيْ فِيْ دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

یعنی حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ کو دوست رکھے گا ان دونوں کو دوست رکھے گا اور ان کے ماں، باپ کو دوست رکھے گا تو وہ شخص میرے ساتھ ہوگا روز قیامت میں۔

اور روایت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس سے ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ

یعنی جس نے محبت رکھی حسنین علیہما السلام سے تو اس نے محبت رکھی مجھ سے اور جس نے عداوت کی ان سے بے شک اس نے دشمنی رکھی مجھ سے۔

حدیث:

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ رَكِبَ فِيْهَا فَقَدْ نَجَا وَمَنْ

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مثال میری اہل بیت علیہم السلام کی مانند کشتی نوح علیہ السلام کی ہے۔

تَخَلَّفَ عَنْهَا فَقَدْ غَرِقَ

پس جو کوئی سوار ہوتا ہے اس میں خلاصی پاتا ہے اور جو اس پر سوار نہ ہوا۔ تحقیق وہ غرق ہوا کہ کشتی سے مراد اہل بیت کی محبت یعنی پیروی کرنا ہے اور اہل بیت کا معنی سب اہل خانہ ہیں۔

لیکن حدیث شریف میں اکثر ان کی تعریف ہے۔ چنانچہ حدیث:

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهْلُ بَیْتِیْ عَلِیًّا وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

یعنی مسلم میں سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں۔ یعنی علی مرتضیٰ و فاطمۃ الزہرا اور حسن وحسین علیہم السلام۔

پس اس تمام کلام سے یقین ہوا کہ محبت اہل بیت کرام علیہم السلام کی خاص محبت رسول ﷺ کی ہے اور محبت مصطفےٰ بعینہٖ محبت ذات کبریا ہے۔ اور اسی طرح دشمن اہل بیت علیہم السلام کا بھی، دشمن خدا کا ہے۔ اس واسطے محبت اہل بیت علیہم السلام کی ہم پر فرض ہوئی لیکن یہ محبت ان چہار ارکان سے رواہے۔ ورنہ بدعت وخطا ہے۔

ارکانِ محبت اہل بیت:

رکن اول اہل بیت اطہر کو فضیلت میں سے اعلیٰ تر جانے۔ کیونکہ اپنے دوست جیسا کوئی کسی کو نہیں جانتا۔ رکن دوم اہل بیت مصطفےٰ ﷺ کی صفت وثنا میں بندہ ہر وقت مبتلا رہے کیونکہ ہر شریف ہمیشہ اپنے دوست کی تعریف میں رہتا ہے۔ رکن سوم دوست کی فرمانبرداری اور اس کی راہ پر چلنا یعنی ان کے ہر قول اور فعل کا پیرو و مرتکب ہونا۔ تب سچا حب دار ہے۔ ورنہ جھوٹوں میں شمار ہے۔

سو خود اہل بیت علیہم السلام کا فعل یہ تھا کہ ہر وقت سجود الٰہی میں اپنا تمام وجود اس قدر مستغرق کیا۔ کہ سوائے محبت پروردگار کے لئے کوئی اور از کار نہ تھا۔ نقل ہے کہ جب حسین علیہ السلام لڑکے تھے تو ایک روز کھیلتے ہوئے اپنے باپ جناب امیر علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ علیہ السلام پیار کرنے لگے۔ تو عرض کیا کہ قبلہ کچھ آپ کی محبت ہمارے ساتھ بھی ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم فرزند

رسول ﷺ و جگر گوشہ بتول سلام اللہ علیہا اور میرے دلبند ہو۔ تم سے اور کون سی چیز عزیز ہے۔ تو پھر امام علیٰ جدہ وعلیہ السلام نے کہا۔ قبلہ کچھ آپ کی محبت خدا کے ساتھ بھی ہے۔ جناب امیر نے فرمایا الحمدللہ تمام اہل اسلام پر خدا تعالیٰ کی محبت ہر فرض سے مقدم تر ہے۔ یہ کیا بات ہے جو مجھ سے پوچھتے ہو؟ تو پھر امام علیٰ جدہ وعلیہ السلام متکلم ہوئے کہ حضرت میں متعجب ہوں کہ دل آپ کا ایک ہے سو ایک وجود میں دو محبتوں کا وجود ناممکن نہیں۔ مگر مجھ کو یقین ہے کہ جو دل کی محبت ہے وہ تو آپ کی خدا کی ذات پر مخصوص ہے۔ باقی ہم پر حضور ﷺ کی پدری شفقت بدستور ہے۔ امام علی علیٰ جدہ وعلیہ السلام نے یہ کلام حیرت انجام سن کر فرمایا۔ سبحان اللہ یہ آلِ رسول ﷺ کی تاثیر ہے جو عمر صغیر میں اس قدر تقریر وحدت پذیر ہے۔

غرض اہل بیت مصطفےٰ ﷺ کا یہاں تک تو کوئی فعل سوا محبت خدا کے نہ تھا۔ اور اقوال کا یہ حال تھا کہ ہر کس کو دین کا پیرو کرانا و محبت الٰہی میں تلقین فرمانا۔ پس اس طرح جو اہل بیت علیہم السلام کے ہر قول وفعل کا عامل ہے۔ وہ ان کی محبت میں کامل ہے۔ نہیں تو نام کا محب ہو کر بدعت و ریا کی بلا میں شامل ہے۔ رکن چہارم، محبت کا یہ ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی مصیبت کے سبب غم و درد سے دل سرو نہ ہو۔ کیونکہ دوست کا غم ورنج ضرور دوست کو پہنچتا ہے۔ اس واسطے ہمیشہ گریہ وزاری میں چشم جاری رہے کہ وہ حسین فرزند رسول دلبند بتول طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا کر محفل دین کی خاطر راہ خدا میں بے گناہ مقتول ہوئے کہ جس غم والم میں خود رسول مقبول ﷺ بھی حال ملول سے اس طرح روئے کہ جن کی گفتار سے قلم کو عار ہے۔ چنانچہ سر الشہادتین وغیرہ سے منقول ہے۔

فِیْهَا دَمٌ فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِهٖ اَلْتَقِطُهٗ مُنْذُ الْیَوْمِ فَاُحْصِرُوْا ذَالِكَ الْوَقْتَ فَوَجَدْتُ قَدْ قُتِلَ ذَالِكَ الْیَوْمَ

یعنی روایت کی احمد اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ دیکھا میں نے نبی ﷺ کو خواب میں ایک دن دوپہر کو حضرت ﷺ کے بال مبارک خاک آلود ہیں اور ہاتھ میں شیشی ہے جس میں خون بھرا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا یہ خون ہے میرے فرزند حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام اور اس کے یاروں کا کہ میں اٹھاتا پھرتا ہوں اسی خون کو آج صبح سے۔

پس راوی کہتا ہے کہ میں نے یاد رکھا اس وقت کو کہ پھر مجھ کو خبر پہنچی کہ حسین علیہ السلام شہید ہوئے اسی دن۔

حدیث:

وَاَخْرَجَ الْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَعَلٰى رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اٰنِفًا.

روایت کی حاکم اور بیہقی نے ام سلمی رضی اللہ عنہا سے کہا دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں کہ حضرت ﷺ کا سر و ریش مبارک گرد آلود ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے یا رسول اللہ ﷺ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت گیا تھا اپنے فرزند حسین علیہ السلام کی مقتل گاہ پر یعنی ابھی کربلا سے آتا ہوں۔

حدیث:

اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ وَاَبُوْ نَعِيْمٍ عَنْ بَقْرَةِ الْاَزْدِيَّةِ قَالَتْ لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ دَمًا

روایت کی بیہقی اور ابونعیم نے بقرازدیہ سے کہ جب شہید ہوئے حضرت حسین علیہ السلام، برسا آسمان سے خون۔

حدیث:

وَاَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ اُمِّ حُبَّانَ قَالَتْ يَوْمَ قُتِلَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَظْلَمَتْ عَلَيْنَا ثَلٰثًا لَمَّا يُقْلَبُ حَجَرُ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَوُجِدَ تَحْتَهٗ دَمٌ عَبِطٌ

یعنی روایت کی بیہقی نے ام حبان سے کہ جس دن شہید ہوئے حسین علیہ السلام اندھیرا رہا ہم پر تین دن۔ جب پتھر بیت المقدس کا اٹھایا تو نکلا اس کے نیچے سے خون تازہ۔

روایت

وَاَخْرَجَ اَبُوْ نَعِيْمٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْجَانَّ تَنُوْحُ عَلٰى

روایت کی ابونعیم نے، حبیب بن ثابت سے۔ اس نے کہا کہ سنا میں نے، جنوں کو روتے

تھے مصیبت حسین علیہ السلام پر۔

غرض جس مصیبت وغم میں تمام فرشتے جن وحیوان اور درخت و پتھر و آسمان بجائے آنسوؤں کے خون روئے اور جس غم والم میں رسول مقبول ﷺ بھی سر کھلے خاک آلود ہوئے۔ پھر صد حیف اس انسان پر جو اس وقت مصیبت وغم سے روگرداں ہے۔ لیکن اس مصیبت کا سننا بھی ثواب ہے اور صحیح واقعہ معتبر کتابوں میں درج ہے۔

ردِ روافض

اور جھوٹے مرثیات و روایات کا سننا ثواب تو کیا عاقبت خراب ہے کیونکہ جو اہل بیت کرام علیہم السلام نے کام نہیں کیا اور نہیں کیا وہ تو ناحق ان کے ذمہ تہمت اور بہتان لگایا ہے کہ جس سے تو اپنا ایمان گنوانا ہے اور ثواب بھی وہ متجاب ہے کہ جس میں کوئی فرض خدا و سنت مصطفےٰ ترک و قضا نہ ہو ورنہ ثواب کیا الٹا عذاب ہے۔

اور جو شاید حدیث میں ہے کہ عشرہ محرم کو غسل کرنا و نور پوشاک بدلنا اور سرمہ وغیرہ لگانا ثواب ہے۔ سو اس میں شرط ہے اگر ثواب کی خاطر اس حدیث کا ارتکاب کرے تو خطا نہیں۔ ورنہ اس ماتم کے مقابل تو ناروا بلکہ خطا ہے کیونکہ اول تو اس حدیث کی صحت میں شک ہے۔ دوم ایک حدیث قولی اور ایک فعلی ہے۔ سو اکثر علماء کے نزدیک قولی سے فعلی مقدم تر و معتبر ہے۔ سو فعلی احادیث متذکرہ بالا سے ثابت ہے کہ عشرہ کے دن تو خود سرور کونین ﷺ اپنے فرزند حسین علیہ السلام کی شہادت پر اس قدر روئے کہ سر کھلے خاک آلود ہوئے۔ سو کجا حال ملول سے غم والم میں رونا اور کجا عیش و عشرت میں وغیرہ لگانا فرض آیات کی طرح یہ احادیث ناسخ و منسوخ ہیں۔ مگر جس کو شک ہو کہ یہ احادیث عالم خواب کی ہیں۔ سو صحیح بخاری و مسلم میں بہت حدیثیں ہیں جو حضرت نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا ہے اس نے صحیح سچ دیکھا اس واسطے کہ شیطان میری صورت کا نہیں ہو سکتا۔ پس سوائے ان چہار ارکان بیان شدہ کے باقی محبت ---- تباہی خاص بدعت و گمراہی ہے۔

ردِ خوارج:

اور بعضے اہل بیت علیہم السلام کی محبت و فرمانبرداری کو بھی شرک کہتے ہیں۔ تو اس میں بھی خود عقل کا فتور اور فہم کا قصور ہے۔ کیونکہ وسیلہ و راہنما کے سوا تو کوئی واصل خدا نہیں ہوا۔ اس واسطے

خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب و پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام الاولیاء کو وسیلہ فرمایا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا کہ میں خدا کی راہ پر دو نشانیاں عمدہ اپنی امت میں چھوڑ چلا ہوں۔ ایک خدا کا کلام۔ دوسرا اپنی اہل بیت علیہم السلام یعنی جو ان کے ہر فعل و فرمان کی متابعت و پیروی کرے گا۔ وہی نجات پائے گا تو خود اہل بیت کا قول و فعل تو صرف خدا کی محبت و عبادت تھی، دیکھو انہوں نے عبادت کا کام بھی ایسا اختتام کیا کہ آخر سجدہ میں سر دیا۔ پھر فرمایا کہ الٰہی تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہوا اور اسی طرح مخلوق کو بھی ہمیشہ احکام الٰہی سناتے۔ اور منبروں پر یہی وعظ و نصیحت فرماتے تھے نہ کہ معاذ اللہ لعن و تبرا وغیرہ کرتے تھے۔

پس جو ان کے قول و فعل کا پیرو ہے وہ ان کا دوست ہے پھر ان کا دوست خدا کا دوست ہے اور ان کے قول و فعل کے برعکس اپنی خواہش نفسی کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر ان کی محبت کا دم بھرتے ہیں تو وہ جھوٹے ان کی محبت سے جدا، محض بدعت و شرک میں مبتلا ہیں۔

حقیقی محبت اہل بیت:

غرض اہل بیت کی محبت اس واسطے فرض ہے کہ اس خاندان کو اپنا راہنما جان۔ ان کے ہر فعل و فرمان پر عامل ہو کر محبت الٰہی میں کامل ہو۔ یہ نہیں کہ احکام خدا کا بے فرمان ہو۔ اور اہل بیت کے قول و فعل سے روگردان ہو۔ محض مرثیہ و تبرہ اصول دین جان کر واہی تباہی بکنے سے آپ کو مومن و محب اہل بیت علیہم السلام کہلائے پس اگر انصاف ہے تو یہ محبت محض اہل بیت کے برخلاف ہے۔

لیکن دوستی اہل بیت علیہم السلام سے یہ مراد ہے کہ ان کے ہر اعمال کی استعمال سے محبت الٰہی کمال ہو۔ اس واسطے محبت اہل بیت علیہم السلام کی شرط ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت مشروط ہے۔ اگر بندہ شرط کا مرتکب ہوا۔ اور مشروط کے حقوق ادا نہ کرے، تو وہ مشرک ہے اور اگر شرط کو ترک کر کے مشروط پر عامل ہو۔ تو وہ بھی کامل نہ ہوگا چنانچہ وضو شرط ہے اور نماز مشروط ہے۔ اگر وضو کرے اور نماز نہ پڑھے تو وہ ظاہر مشرک ہے گویا وضو ریا کا کیا نہ کہ خدا کا اور اگر بغیر وضو نماز پڑھے تو وہ مجہول ہے۔ مقبول نہیں۔ لیکن وہ بندہ عامل و کامل ہے جو ہر دو شرط و مشروط میں شامل ہے۔ رباعی

محبت فرض جانو پنجتنؑ کی — کہ ہے یہ دافع رنج و محن کی
مگر یہ دوستی بھی تب روا ہے — جب اس میں ہو محبت ذوالمنن کی

کردار حسینی کی سر بلندی

چلے حسین علی جدہ علیہ السلام جو طیبہ سے کربلا کی طرف
جہاں پہنچتے تھے کرتا تھا وہ مقام سلام

حسن ترتیب

سید الشہداء حضرت امام حسین علیٰ جدہٖ علیہ السلام

سید حبیب اللہ شاہ چشتی ☆

اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے حق کا بول بالا کرنے کے لئے ہمیشہ اپنی جان اور مال کی بے دریغ قربانیاں دی ہیں اور یہ سبق انبیا علیہم السلام ماسبق ہی سے سیکھا گیا ہے۔ حق کی راہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے بڑے مصائب برداشت کئے ہیں۔ یہاں تک کہ بے شمار انبیاء کرام کو بنی اسرائیل کی بدبخت قوم نے قتل کر دیا ہے۔ جس کی شہادت قران کریم وَيَقْتُلُونَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ کے الفاظ میں دیتا ہے حالانکہ بنی اسرائیل کو حق تعالیٰ نے فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ کہہ کر تمام عالم پر فضیلت بخشی تھی، مگر اس قوم نے کفران نعمت کا ارتکاب کیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی اسی سنت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلام نے اپنے پیروکاروں کو ایثار قربانی کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ اور ہر مسلمان انبیاء و بزگارن ماسلف کی پیروی کرنے کے لئے دن میں پانچ مرتبہ بارگاہ رب العزت میں یہ درخواست پیش کرتا ہے کہ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۬

اے ہمارے پروردگار ہمیں سیدھی راہ پر چلا، ان لوگوں کی راہ پر جن کے اوپر آپ کا انعام واکرام ہوا ہے۔

اس سے مراد انبیاء کرام ہی ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے اطاعت گزاروں کے انجام کے بارے میں فرمایا۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

کہ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے اور وہ انعام یافتہ انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں جو یہ سب کے سب نہایت اچھے رفیق ثابت ہوں گے۔

☆ آستانہ عالیہ چشتیہ کوئٹہ۔ بلوچستان

حضرت امام حسین علیہ السلام انہی تعلیمات کا مجسم پیکر تھے۔ امام عالی مقام علیہ السلام آغوش مرتضیٰ میں پرورش پانے والے اور درس گاہ مصطفیٰ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔ وہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط کے اصولوں کو اپنائے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے یزید کو دیکھا کہ وہ فسق وفجور میں مبتلا رہنے کے باوجود اتقیاء اور عامۃ المسلمین سے جبریہ بیعت خلافت چاہتا ہے اور قرآنی اصولوں کو پامال کرنے پر آمادہ ہے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے شریعت کی بقا اور اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی جان ومال اولاد اور عزیزوں کی قربانی بخوشی گوارا فرمالی اور جام شہادت نوش کر کے ابدی زندگی حاصل کر لی۔

تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دہرایا کرتی ہے۔ قرآن کریم سے بھی اس کی سند ملتی ہے۔ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ع اسی طرح ہر دور میں یزیدیت مختلف انداز، اور طریقوں سے اسلام کی روح کو فنا کرنے کی سعی لاحاصل کرتی رہتی ہے اور حسینیت اس کے خطرناک اور مکروہ ارادوں کو بے نقاب کر کے اسلام اور شریعت مطہرہ کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جاتی ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی

امام حسین علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ اپنے خون سے شجر اسلام کی آبیاری کی، بلکہ رہتی دنیا تک کے لئے حق وباطل کے درمیان ایک خط امتیاز کھینچ دیا۔ خدانخواستہ اگر امام مظلوم علیہ السلام لالچ یا خوف سے یزید کے آگے جھک جاتے تو آج ایمان فروشی کے مناظر عام ہو جاتے اور شرعی اصول خود نواسہ رسول ﷺ کے ہاتھوں مجروح ہو جانے سے اپنی اہمیت کھو بیٹھتے۔ ان حقائق کے باوجود افسوس کہ بعض لوگ اپنی کج فہمی اور خوئے بدگمانی کے باعث معرکہ کرب وبلا کو اقتدار کی جنگ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس طرح اہل بیعت رسول ﷺ کو بدنام کرنے کی سازش کرتے ہیں۔ اگر یہ حقیقت ہوتی تو حضرت علی علیہ السلام خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر کبھی بیعت نہ کرتے اور نہ ہی حضرت امام حسن علیہ السلام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کرتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات اہل بیعت کو اقتدار نہیں بلکہ دستور قرآن عزیز تھا۔ جس کی بقا پر ان کی موت اور زندگی کا دار ومدار تھا۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اسوۂ شبیری علیہ السلام کو عملاً اختیار کر کے دین ودنیا میں سرخ روئی حاصل کریں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں سبط نبی ﷺ کی محبت کو جلوہ گر فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حسینی اقدام کی افادیت اور اہمیت

علامہ اختر علی تہری

سرور کائنات ﷺ کے پارہ جگر امام حسین علیہ السلام نے ۶۰ھ میں جس اولوالعزم جانبازی کے ساتھ حق وصداقت کی حمایت پیش نظر رکھتے ہوئے نخوت وپندار کے پروں سے اڑنے والی عربی شہنشاہیت کی قہرمانی فوجوں کو دعوت جنگ دی اور جس صابرانہ استقلال کے ساتھ اس راستہ میں اپنی تمام عزیز کائنات لٹادی تھی وہ انسانی تاریخ کی عجیب وغریب چیز ہے۔ واقعاتی دنیا کے دامن پر معصوم خون کی چھینٹیں کہیں کہیں ضرور نظر آتی ہے لیکن امام حسین علیہ السلام کے خونچکاں اقدام کا تاریخی ورق بہتر بے گناہوں کے لہو سے جس طرح رنگین ہو رہا ہے اس کی نظیر دنیا میں ناپید ہے انسانی نفسیات کو چونکا دینے والے دلیرانہ ایثار کے واقعہ نے جو ملکوتی خصوصیتیں اپنے میں جذب کر لی ہیں۔ انہوں نے ظلم وجور کے ہاتھوں لرزتے ہوئے مظلوموں کے دلوں کے لئے قوت وطمانیت کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ یزیدیت کا یہ قیامت خیز طوفان ظلم وستم کی بجلیاں اپنے دامن میں لئے ہوئے جن تیوروں سے آیا تھا وہ انسانی دنیا کا بڑا ہی حشر سامان حادثہ تھا انسانی فوز وفلاح کے جس نظام کی اساس پیغمبر اسلام نے رکھی تھی وہ اس ہولناک طوفان کی آسمان سے باتیں کرنے والی موجوں کے تھپیڑوں سے برباد ہو جانے والی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی آغوش میں پرورش پانے والے حسین علیہ السلام غیور ہی کا یہ سرفروشانہ اقدام تھا جس نے اس بلاریز وبلا فیز طوفان کی ہیبت ناک سیل روک دی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے عزیز ترین رفیقوں اور عزیزوں کے ساتھ کربلا کے میدان میں غیر معمولی پرجگری کا مظاہرہ کرتے ہوئے خونیں غسل فرمایا۔ اپنے اہل وعیال کو شاہی سطوتوں کی دراز دستیوں کے مقابلے کیلئے بے یارومددگار چھوڑ گئے مگر واقعات کی رفتار حیرت خیز طریقہ سے بدل دی۔ سچ ہے۔ ع

مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

عرب کی سرزمین سے ابھرتی ہوئی ملوکیت کے شیطانی ولولوں کا پنجہ موڑ دیا۔

سرورِ دو جہاں ﷺ کے تمدنی ہدایات وارشادات کا نورانی باب پھر ایک مرتبہ بھٹکی ہوئی دنیا کی نگاہوں کے سامنے لے آئے اور ثروت واقتدار کے نشے میں مدہوش افراد کو اس کا موقع دے دیا کہ وہ آنکھیں کھول لیں اور حقیقی اخلاقی وتمدنی قدروں کو گمراہ کن اخلاقی ومعاشرتی قدروں میں خلط ملط نہ ہونے دیں اور انسانیت کے گوہر خوش آب کی ضوء ضلالتوں کی گرد سے پھیکی نہ پڑنے دیں، جن لوگوں نے انصاف کی نگاہوں سے اسلامی تاریخ کے اس اتار چڑھاؤ کا آثار ونتائج کے پس منظر میں دیکھا ہے وہ ان دعووں کو ایک خطیب کی خطابت کا جوش نہیں قرار دے سکتے۔کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد سے عربی سیاست جس برق رفتاری کے ساتھ اور جس واضح عنوان پر انسانیت دشمن رجحانات میں تبدیل ہو رہی تھی اور اسلام کا خلیفہ جس تیزی کے ساتھ سلطان جابر اور "ملک عضوض" کے چولے میں نمودار ہو رہا تھا اس سے مذہبی دیانتوں کی دنیا تاریک ہو رہی تھی اور اس سے صاف طور پر یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ سردارِ عالمیاں کے تمام انسانی نظام سیاست کے بھیس میں دوسرا استبدادی نظام رائج ہونے والا اور انسانیت کی خدمت کے فلسفے کے بجائے خالص لذتیت کا نظریہ اسلامی تعلیم قرار پانے والا ہے۔اس بربادکن سیلاب کے روکنے کی اگر کوئی صورت اس وقت کے حالات کے لحاظ سے ہو سکتی تھی تو یہی کہ کسی ذمہ دار دیانت دار ہستی کی طرف سے کوئی ایسا موثر قدم اٹھایا جائے جو عام انسانی نفسیات کی دنیا میں زلزلہ برباد کر دے اور بنی آدم کے دل ودماغ کو پوری قوت کے ساتھ اس طرح جھنجوڑ ڈالے کہ وہ ان بگڑے ہوئے حالات کے بھنور سے نکلنے کے لئے ہاتھ پیر مارنے لگے۔اس زبردست عملی قدم اٹھانے کے لئے ایسے بے لوث ایثار کی ضرورت تھی جس میں حکیمانہ دور اندیشی کا جوہر موجود ہو ایسے بے لوث ایثار کا جذبہ عام طور سے نہیں پایا جاتا۔دنیائے اسلام کی یہ خوش نصیبی تھی کہ اس وقت ایک ایسی برگزیدہ ہستی محمد ﷺ عربی کے نواسے کی شکل میں موجود تھی جس نے معصوم گودیوں میں پرورش پا کر ایثار وقربانی، حکمت، تدبر، عزم واستقلال کے اعلیٰ اخلاقی اوصاف اپنے نفس میں مکمل طور سے پیدا کئے تھے۔ان کی دوربین نگاہوں کے سامنے اس وقت کی جاہ پسند اور اقتدار دوست سیاست کے یہ سارے تباہ کن پہلو تھے اور اس کی فطری وموروثی دانش مندی نے اسے یہ اچھی طرح محسوس کرا دیا تھا کہ اس طوفانی آگ کو بے گناہوں کے خون کی چھینٹوں ہی سے فرد کیا جا سکتا ہے اس احساس نے رسول ﷺ کی آغوش کے پروردہ حسین علیہ السلام کو اس پر آمادہ کر دیا کہ وہ اس غیر دیانتدارانہ جہانداری کی طاغوتی قوتوں کو برسرِ میدان شرعی آئین کی حدود ملحوظ رکھتے ہوئے دلیری

سے ٹوک دیں اور اس کے نتیجہ میں جو قیامتیں بھی سر پر نازل ہوں انہیں صبر ورضا کے ساتھ برداشت کر کے دنیا کو ڈرامائی عنوان سے اس خطرناک سیاست کے ان پہلوؤں کی طرف متوجہ کر دیں جس سے انسانی رجحانات یکسر تہہ وبالا ہو رہے ہیں اور آئندہ جن کی کروٹیں اور بھی خطرناک ہونے والی ہیں چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام اُٹھے اور پورے عزم وثبات کے ساتھ اٹھے اور اپنے اقدام کا نازک راستہ ان خطوں پر عین کرتے ہوئے اٹھے جو اس مقصد کی طرف کامیابی کے ساتھ رہنمائی کر سکیں۔

بیعت یزید سے دلیرانہ انکار، مدینہ سے مکہ روانگی اور پھر حج کو عمرہ سے بدل کر کوفیوں کے ہدایت طلبی کی خواہشوں سے بھرے ہوئے خطوط کی بنا پر کوفہ کا قصد کربلا میں ورود ہر منزل پر مختلف دل پذیر عنوانوں سے اتمام حجت کا مظاہرہ آخر میں اپنے جاں نثار سرفروش رفقاء وعزاء کے ساتھ دشمنوں کی تلواروں ونیزوں کے سامنے گلوں اور سینوں کو پیش کر دینا جان دینے والوں کی فہرست میں ششماہی بچہ تک کا شامل کر لینا اہل بیت کو قید وبند کی تکلیفیں اٹھانے اور شہر بہ شہر انہیں طوق وزنجیر پہنے ہوئے پھروائے جانے کے لئے چھوڑ جانا یہ سب باتیں اس مقصد کی تکمیل کے عناصر تھے جس کے لئے امام حسین نے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ظاہر میں یزیدی سطوت کامیاب ہوئی۔

امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے مگر نتیجہ نکلا.......ان دل ہلا دینے والے واقعات کے بعد ہی عام دلوں میں زلزلے پیدا ہوئے۔دماغوں میں بھونچال آیا۔توابین اپنی سیرت کے دامن سے مجرمانہ قعود کا داغ دور کرنے کے لئے اٹھے اور یزیدی فوجوں کی تلواروں سے شہید ہوئے۔مختار رضی اللہ عنہ کا خروج ہوا۔بڑے بڑے معرکے رہے جن میں قاتلانِ حسین علیہ السلام کا خاتمہ ہوا اور آخر میں اس کشمکش کا یہ نتیجہ نکلا کہ اموی تخت بالکل ہی الٹ گیا۔قاتلانِ حسین علیہ السلام سے نفرت عام ہو گئی۔سب سے بڑی بات اور اہم بات یہ ہوئی کہ صحیح اسلامی اصولوں کی تلقین کرنے والی ایک مستحکم اسلامی جماعت ہمیشہ کے لئے وجود میں آ گئی جس نے حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کو اپنے ایمان کا اصلی جزو قرار دے لیا اور ان کے مقصد کی اشاعت کو اپنا قومی شعار بنا لیا۔

شہادت امام حسین علیہ السلام کی یہی وہ خاص خصوصیتیں ہیں جنہوں نے اسے دنیا کے اس قسم کے تمام واقعات سے ممتاز کر دیا ہے اور غیر معمولی اہمیت وعظمت کا مالک بنا دیا ہے۔شہادت حسین علیہ السلام اور اس کے تذکروں میں جو عام مرکزیت پیدا ہو گئی ہے اور اس کی طرف جو بے اختیاروں کھینچتے ہیں اس کا اصلی سبب یہی ہے کہ اخلاقی وتمدنی وسیاسی افادیت کا خزانہ ہے

اور اس واقعہ کی تہوں میں جو انقلابی سبق چھپے ہوئے ہیں ان پر غور کرنے اور عمل پیرا ہونے سے نہ صرف افراد کی سیرتوں کی انسانی بنیادوں پر تعمیر ہوسکتی ہے بلکہ قوموں کا اجتماعی کردار انسانیت کے سانچوں میں ڈھل سکتا ہے۔

ایسی اہم افادی چیز کی حیثیت سبک کرنے کے لئے جب اس کے مقابلہ میں وہ واقعات رکھے جاتے ہیں جو اپنی جگہ پر اہم سہی لیکن اعلیٰ خصوصیتیں نہیں رکھتے تو حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی۔

ائمہ اہل بیت کے بعد غوث اعظم

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب شریف میں تحریر فرماتے ہیں (جس کا خلاصہ یہ ہے): اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے کے دو راستے ہیں۔ پہلا راستہ "قرب نبوت" سے تعلق رکھتا ہے اور یہی اصل الاصل ہے اور اس راستے کے واصلان انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے اصحاب اور تمام امتوں میں سے جن کو بھی وہ اس ذریعہ دولت سے نوازنا چاہیں ان میں شامل ہیں۔

دوسرا راستہ "قرب ولایت" کا ہے جس کے ذریعے اقطاب، اوتاد، ابدال، نجبا و عام اولیاء واصل باللہ ہوتے ہیں۔ راہ سلوک اسی کو کہتے ہیں۔ اس راستے کے واصلین کے پیشوا اور ان کے فیض کا منبع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ و حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اس مقام میں ان کے ساتھ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبل از ظہور وجود عنصری بھی اس مقام پر فائز تھے اور اس راہ کے واصلین آپ ہی کی روحانیت کے توسل و واسطہ سے منزل و مقصود تک پہنچتے رہے۔ آپ کے بعد یہ منصب عالی علی الترتیب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو تفویض ہوا اور پھر یکے بعد دیگرے ائمہ اہل بیت کرام اس مقام پر فائز ہوئے۔ ان کے ماسوا جن کو بھی مذکورہ مقامات عطا ہوئے ان ہی حضرات علیہم السلام کے واسطے سے ہوئے حتیٰ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا دور آنے پر یہ منصب عظیم یعنی "قطبیت کبریٰ" آپ کی ذات سے مختص کر دیا گیا۔ اب جس کو بھی اس راستے کے فیوض و برکات حاصل ہوتی ہیں سرکار غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے ہی ہوتی ہیں۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر سوم ۳۴۷۔ مترجم قاجی عالم الدین مجددی۔ ناشر: اللہ والے کی قومی دکان لاہور)

دوسرے کیمپ سے

نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا گلا کٹوا کر یزیدیت کو فنا کر دیا

علامہ سید مناظر احسن گیلانی

جو فرات کے ساحل پر آیا، اپنے کو لے آیا، اپنی قوتوں کو لے آیا، اپنے بال بچوں سمیت آیا، اپنی عزت و آبرو اور اپنے ناموس کو لیکر آیا، اپنی شاہزادگی کی طاقت اور پیرزادگی کے اعتماد کو لے آیا، اپنی نبی زادگی کے جلال کو لے کر آیا، زبردستی نہیں بلکہ خوشی سے آیا، روکنے والوں نے روکا لیکن وہ بے تحاشا ادائے امانت کے لئے امتحان کے میدان میں آیا، کیا وہ شامیوں کے فلزاتی تخت کے لئے آیا بنی امیہ کے پاس سٹی کی بالائی سطح کا جو چھلپکا تھا کیا وہ اس کے لئے آیا، کیا واقعی اس کے سامنے ابن زیاد تھا؟ یا یزید کا سپہ سالار تھا؟ لوگ کچھ ہی سمجھیں لیکن عارفوں نے دیکھا تھا اور جیسا کہ تاریخوں میں بھی ہے کہ وہ صف جنگ میں لا الہ الا اللہ، سبحان اللہ وبحمدہ کا نعرہ لگا رہا تھا، پس کون جان سکتا ہے کہ وہ کس لئے آیا تھا؟ اس پر پانی بند کیا گیا اس کے خشک ہونٹ اور سوکھی زبان اس کی کب تھی جو پرواہ کرتا؟ اس سے اغرار کی گرونیں مانگی گئیں اس نے واپس کر دیں، اس سے ننھے ننھے بچوں کا خون طلب کیا گیا اس نے حاضر کر دیا، اس پر تیروں کی بارش ہوئی اس نے قبول کیا، اس کا جسم چھیدا گیا وہ دم بخود کھڑا رہا، اس کے جسم پر تلوار کی دھار ماری گئی، اس کے جسم سے گردن الگ کی گئی اور اس خدا کے سامنے الگ کی گئی جو اس کے ساتھ تھا، پھر کیا اس نے انکار کیا؟ اس کے گھرانے کا ادنیٰ خادم مغسول ملائکہ تھا، حضرت فہیرہ بن مالک کی لاش کو حکومت والوں نے چھپا لیا لیکن اس گھر کا جو سردار تھا اس کی نعش مبارک پر گھوڑوں نے ٹاپ ماری، اس کی ہڈیوں کو کچلا اور آسانی کے ساتھ یہ مراحل طے ہوگئے، آخر میں اس کی عزت و ناموس پر بھی حملہ کیا گیا، اس کے گھر کی خواتین

کو جو خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا کی لختِ جگر تھیں ان کو رسیوں میں باندھا گیا، زمین پر گھسیٹا گیا اور یوں اس کو کچھ دیا گیا تھا ہنستے ہوئے چہرہ اور مسکراتے ہوئے لبوں کے ساتھ اس نے سب کو واپس کر دیا اور اس کی ایک ابدی تفسیر جریدہ عالم پر اسی کی بدولت ثبت ہوئی، نہ اتنا کسی کو ملا اور نہ اتنا کسی نے دیا، اس شخص کی عظمتوں کا کون اندازہ کرے جو خالق کے محبوب کا محبوب تھا؟ وہ اس کا پیارا تھا، اس کے کاندھے پر کھیلنے والا تھا، اس کی پشت مبارک کا سوار تھا، اس کے لبہائے اقدس کا وہ بوسہ گاہ تھا کیا آفتاب اس کے حکم کا منتظر نہ تھا؟ زمین اس کے آگے جھکی ہوئی نہ تھی؟ جبریل امین علیہ السلام اس کے فرمان سے سرتابی کر سکتے تھے؟ فرات اس کا نہ تھا تو پھر کس کا تھا؟ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے میدانِ کربلا میں تلوار چلائی، نیزہ کو جنبش دی، حالانکہ کیا کسی مستند تاریخ سے اس کو ثابت کر سکتے ہیں؟ اس کی تلوار کی باڑھ کون سنبھال سکتا تھا جب اس کے الفاظ کی برداشت کی صلاحیت کسی میں نہ تھی، قاسم علیہ السلام نے جب "یا عم" کہہ کر پکارا اور ضبط نہ ہو سکا تو کس نے نہیں دیکھا کہ قاتل کا گھوڑا اپنے سوار کو پیٹھ سے گرا کر گھسیٹا جاتا تھا اور چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر اس کی لاش پارہ پارہ ہو گئی تھی۔

بہرحال فرات کے کنارے خائن سے امانت چھینی گئی، پھر نہ اس پر آسمان رویا اور نہ زمین روئی اور فرات کے ساحل پر امین صادق نے امانت واپس کی، پھر دیکھو اس پر دنیا روئی، قوموں نے ماتم کیا۔۔۔۔۔نسلوں نے آنکھوں سے آنسو بہائے، صدیوں نے اس کے نوحہ کو سنا، قرنوں سے اس کا گریہ ڈنکا گونج رہا ہے، افغانستان سے کراہ کی آواز آ رہی ہے، تیونس والوں کا دل پانی ہو رہا ہے ہندوستان کے اکثر شہر اور اس کی نسبتوں میں نالے بلند ہو رہے ہیں۔

ایران کا کلیجہ پھٹ رہا ہے، عرب کی آنکھوں میں بھی آنسو بھرے ہوئے ہیں۔ مصر بھی بے چین ہے، الغرض جس نے امانتوں میں خیانت کی تھی اس پر، مال و دولت پر نہ آسمان رویا، زمین روئی، اور جس نے امانت کو پوری قوت کے ساتھ نہایت صفائی کے ساتھ بغیر کسی آلودگی کے واپس کیا اس پر عرب و عجم سب کے سب مصروفِ گریہ و بکا ہیں، صدیوں سے ہیں، قرنوں سے ہیں اور اب تو اس پر سوا تیرہ سو برس گزر چکے ہیں، یہ رونا ختم نہ ہو گا، یہ ماتم ختم نہ ہو گا۔

کون ہے؟ نسل انسانی میں کون ہے جس پر آسمان و زمین تو خیر، آسمان و زمین جس کے لئے ہیں، یعنی بنی نوع انسانی نے اس پر غم کا اظہار اس طرح کیا ہوا؟ کیا ہندو کسی پر

اس طرح روئے؟ کیا عیسائی اپنے کسی شہید پر اس درجہ غم زدہ ہوئے؟ کیا بودھ کے پیروؤں میں اس کی کوئی نظیر ہے؟ کیا یہودیوں کا کوئی شہید اتنا مشہور اور اتنا بلند ہے؟ کیا پارسیوں کی محدود جماعت کی کوئی قربانی اس احترام کی مستحق پائی؟ پرانی تاریخوں میں بلاشبہ ایسے قتیل نظر آتے ہیں جن کے خون کو دیکھ کر انسانی فطرت بہت مضطرب ہوئی ہے اور کچھ دن کے لئے کسی مخصوص ملک کے کسی خاص علاقے میں اس اضطراب نے آنسوؤں کی شکل اختیار کی لیکن سوال یہ ہے کہ اتنی وسعت زمانی و مکانی، اتنی گہری اور عمیق غمناکی نظیر تاریخ میں کون دکھا سکتا ہے؟ اور یہی مراد ہے "سرالشہادتین" میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی کہ حضرت امام حسین علی جدہ و علیہ السلام کی شہادت جہری شہادت تھی اور اسی وجہ سے اس نے شہرت میں اتنا بلند رتبہ حاصل کیا ہے۔

"خائن" کے متعلق جب قرآن مجید کی نص قطعی وارد ہے اور محل طعن و ملامت میں واقع ہے تو کیا جس شخص پر آسمان و زمین سے بھی زیادہ گرامی ہستیاں روئیں اس سے اس کی تعریف و تقدیس نہیں نکلتی؟ یہ سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "جس شخص نے مردہ کے ماتم میں سر منڈایا اور زور زور سے چیخا اور کپڑے پھاڑے میں اس سے بری ہوں۔" (مفہوم) اور بلاشبہ حدیث میں ہے "جو شخص رخساروں پر طمانچہ مارتا ہے یا گریبان پھاڑتا ہے یا جاہلیت والوں کی طرح بین کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" (مفہوم)

سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ کی عیادت کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا" کیا تم لوگ نہیں سنتے ہو کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسو یا دل کی کراہ پر سزا نہیں دیتا بلکہ اس کی سزا اس پر ہے۔" اور آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا:

دل کی رقت، طبیعت کے ہیجان، آنسوؤں کے سیلان کو کون روک سکتا ہے؟ بلکہ روکنے والے کو ذرا سنبھل کر سوچنا چاہیے کہ وہ کہیں ابوالقاسم ﷺ کے طریقہ کو تو نہیں چھوڑ رہے ہیں، بخاری میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا انت یا رسول اللہ (آپ یا رسول اللہ ﷺ روتے ہیں) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا انہا رحمتہ (یہ رحم و شفقت ہے) اتنا فرمایا تھا کہ پھر آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو گیا حضور ﷺ روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے

آنکھیں آنسو بہاتی ہیں . دل غمناک ہے اور ہم نہیں کہتے لیکن وہی . جو ہمارے رب کی مرضی ہو۔" (مفہوم)

کیا کربلا کا حادثہ ایسا حادثہ ہے جس پر دل کی غم انگیزی کبھی ختم ہو سکتی ہے، یہ صحیح ہے کہ ماہ محرم میں یہ واقعہ زیادہ یاد آتا ہے اور یہ قدرتی امر ہے، ممکن ہے کہ اس موسم میں جگر کی ٹیس بڑھ جائے دل میں زیادہ شدت کے ساتھ ہوک اٹھے، اندرونی بے چینیاں بیرونی آنسوؤں کی شکل اختیار کر لیں، لیکن جو غیر محدود سوز کا طالب ہے اس کو محدود بنا کر تنگ کیوں کرتے ہو،

اب تو ہمارے دشمن اور ان دشمنوں کے سحر سے مسحور ہو کر خود ہمارے گھر میں ایسے لوگ ہیں جو جہری شہادت کو سری بنانے کی فکر میں مصروف ہیں بلکہ ان میں کتنے ہیں جو اس شہادت کو شہادت کے درجہ سے گرانا چاہتے ہیں، وہ اب مشورہ دے رہے ہیں کہ امام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کو یہ نہ کرنا چاہیے تھا اور یہ ان کو کرنا مناسب تھا"

بچپن (۵۵) سال کے بزرگ حضرت امام علیٰ جدہ علیہ السلام تیرہ سو برس کے بعد ان پیشہ ور مورخین کے مشوروں کے کس حد تک محتاج ہیں؟ اس کا تصفیہ خود ان کی عقل کر سکتی ہے، لیکن میں تو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اس نکتہ شناس طبیعت کی داد دیتا ہوں کہ آپ علیٰ جدہ علیہ السلام نے "سر الشہادتین" میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "شہادت دراصل فضائل وکمالات کے سلسلہ میں ایک اہم حقیقت ہے اور نبوت کبریٰ، جو تمام فضائل وکمالات کی آخری حد ہے ضرور تھا کہ اس میں یہ کمال بھی شریک ہو لیکن منصب نبوت کی شان عالی میں اس سے اختلال کا اندیشہ تھا، اس لئے قدرت نے اس کمال کی بجائے باپ کے بیٹے کی طرف منتقل کر دیا۔"

پس جو کمال بیٹے کو ملا وہ باپ ہی کو ملا، انجیل میں ہے کہ "جو کچھ باپ کا ہے وہ سب بیٹے کا ہے" لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ ۔۔۔۔۔ جو کچھ بیٹے کا ہے وہ سب باپ کا ہے ۔۔۔۔۔! (مفہوم) اور اس بنیاد پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بالکل درست ہے کہ جو فضیلت امام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کو حاصل ہوئی دراصل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل میں داخل سمجھی جائے گی، بہر حال شاہ صاحب نے یہ کس قدر صحیح ارقام فرمایا ہے کہ "فضیلت شہادت سے منصب نبوت میں اختلال کا اندیشہ تھا۔"

سیدنا حضرت امام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام

علامہ سید زاہد حسین شاہ نعیمی ☆

یزید بن معاویہ نے جس کی ولی عہدی کا پہلے ہی سے اعلان ہو چکا تھا زمام حکومت اپنے ہاتھ میں سنبھالی تو حضرت امام عالی مقام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام سے بھی اطاعت و بیعت کا مطالبہ کیا۔ لیکن امام علیٰ جدہ علیہ السلام نے انکار کیا اور ٹھیک اسی وقت اہل کوفہ نے جہاں حضرت علی علیٰ جدہ علیہ السلام نے اپنا دار الخلافہ بنایا تھا امام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کو دعوت دی کہ آپ یہاں تشریف لائیے ہم آپ کی مدد کریں گے آپ نے ان کے پیہم دعوت ناموں اور مسلسل اصرار کے بعد حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو کوفہ روانہ کیا کہ وہاں امام علیٰ جدہ علیہ السلام کے لئے بیعت لیں اور خود بھی سفر کی تیاری کرنے لگے۔ اس کا علم آپ کے دوستوں اور عزیزوں کو ہوا تو انہوں نے کوفیوں کی روایتی بے وفائی اور بد عہدی کے پیش نظر حضرت امام علیٰ جدہ علیہ السلام کو کوفہ جانے سے باز رکھنا چاہا وہ دیکھ چکے تھے کہ اہل کوفہ نے حضرت علی علیٰ جدہ علیہ السلام اور حضرت حسن علیٰ جدہ علیہ السلام کے ساتھ کیسی بے مروتی، بد عہدی کی تھی۔ تمام ہمدرد اعزہ و احباب نے آپ کے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے بزرگوں نے تمام نشیب و فراز سمجھائے مگر آپ کسی طرح بھی اپنے ارادہ میں تبدیلی کے لئے تیار نہیں ہوئے اور مکہ سے عراق کے لئے روانہ ہو گئے۔

فرزدق سے ملاقات:

مقام صفاع میں مشہور کتب اہل بیت شاعر فرزدق سے امام عالی مقام علیٰ جدہ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ جو کوفہ سے آ رہا تھا۔ فرزدق نے بتلایا۔ اہل کوفہ کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں ظالم حکومت کی ہمدرد ہو گئی ہیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا تم سچ ہی کہتے ہو۔ خدا کو جو منظور ہے وہ ہو کر رہے گا اور ہر حال میں اس کا شکر کریں گے۔ اور آپ نے اپنے قافلہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ مقام اررد میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابن زیاد گورنر کوفہ نے حضرت مسلم بن عقیل

☆ راولاکوٹ۔ آزاد کشمیر

علیہ السلام کو اعلانیہ شہید کر دیا ہے اور کسی نے کوئی احتجاج نہیں کیا ہے۔ آپ نے بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس وقت بھی آپ سے یہی درخواست کی گئی کہ خدا کا واسطہ دے کر ہم آپ کی اور اہل بیت کرام کی جان وناموس کی حفاظت آپ سے چاہتے ہیں۔ کوفہ کا مقصد ہلاکت و بربادی ہے۔ للہ آپ یہیں سے واپس تشریف لے چلئے۔ فوراً حضرت مسلم علیہ السلام کے اعزہ جوش میں آ گئے۔ واللہ ہم گز واپس نہیں جائیں گے ہم مسلم علیہ السلام کا انتقام لیں گے یا انہیں کی طرح شہید ہو جائیں گے۔ آپ نے غم وحسرت سے ان کو دیکھا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

قادسیہ سے آگے بڑھنے پر کوئی سردار حر بن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ آپ علیٰ جدہ وعلیہ السلام کے سامنے آیا اور آپ علیٰ جدہ وعلیہ السلام کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اس کی ڈیوٹی ہی صرف یہ تھی کہ وہ آپ علیٰ جدہ وعلیہ السلام کا تعاقب کرتا رہے۔ نماز ظہر کا وقت آیا تو آپ علیٰ جدہ وعلیہ السلام نے حر کی فوج کے سامنے ایک خطبہ دیا۔ تقدیر اتنی موثر اور مدلل تھی کہ کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔ پھر نماز ہوئی تو آپ علیٰ جدہ وعلیہ السلام کے ہمراہیوں کے ساتھ ہی حر کی فوج نے بھی آپ علیٰ جدہ وعلیہ السلام کی امامت میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد آپ علیٰ جدہ وعلیہ السلام نے پھر ایک پراثر آفریں تقریر کی۔ مقام ہیضہ میں آپ علیٰ جدہ وعلیہ السلام نے ایک جگہ قیام کیا اور ایک تقریر فرمائی اور حر کی فوجوں سے آپ علیٰ جدہ وعلیہ السلام نے خطاب کیا۔

ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجاہدانہ تقریر:

"لوگو! جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظالم ہے، خدا کے قانون کو توڑتا ہے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے۔ خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے اور وہ دیکھنے والا اپنے عملی زبان سے اس کی مخالفت نہیں کرتا تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ دیکھو اس کی حکومت میں شیطان کی اطاعت ہے، رحمن سے سرکشی وبغاوت ہے۔ خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنایا گیا ہے۔ دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ مجھ سے مطالبہ ہے کہ میں اس ظلم کو عدل سے بدل دوں، اس ظالم حکومت کا تختہ الٹ دوں، تم نے اپنے شہر کوفہ سے بے شمار خطوط، قاصد اور وفود میرے پاس بھیجے اور میری بیعت کی اگر تم اس بیعت پر قائم ہو تو یہ راہِ ہدایت ہے میں فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہوں لیکن اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم نہ رہو تو سمجھ لو کہ اس میں تمہارا ہی نقصان ہے۔ میرا اجر تو خدا کے پاس ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ مومن راہِ حق میں شہادت کی تمنا کرے۔ میں شہادت کی موت چاہتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے۔"

حر بن یزید آپ کے ساتھ چل ہی رہا تھا کہ ایک مرتبہ اس نے آپ سے کہا "آپ اس معاملہ میں خدا کو یاد کیجئے۔ اگر آپ جنگ کریں گے تو یقیناً قتل ہو جائیں گے آپ علیٰ جدہ وعلیہ السلام نے سنا تو غضب ناک ہو کر فرمایا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے میں تجھے اس کا وہی جواب دینا چاہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دھمکی سن کر اسے جواب دیا تھا۔

سامضی وما الموت عار علی الفتی اذا
مانوی حقا وجاهد مسلما

میں روانہ ہوتا ہوں، موت مرد کے لئے ذلت نہیں ہے جبکہ اس کی نیت نیک ہو اور اسلام کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔

آپ علیٰ جدہ وعلیہ السلام آگے بڑھے تو کوفہ سے آنے والے چار سوار آپ کی خدمت میں پہنچے، انہوں نے بتلایا، شہر کے عمائدین کو دولت وعزیمت کا لالچ دے کر خاموش کر دیا گیا ہے۔ اور اب عوام کا یہ حال ہے کہ کل آپ کے خلاف ان کی تلواریں میدانِ کارزار میں چمکیں گی، ان ہی لوگوں سے اپنے مقاصد حضرت قیس بن مسہر کی شہادت کی اطلاع ملی۔

حضرت امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں اور بے اختیار آپ کی زبان پر قرآن مجید کی یہ آیت جاری ہوگئی۔

منهم من قطی نحبه منهم من ينتظر
ومابدلوا تبديلا

بعض ان میں سے شہید ہو چکے ہیں اور بعض ان میں سے اپنی موت کا انتظار کر رہے ہیں، مگر حق پر ثابت قدم ہیں اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔

آیت پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا: خدایا ہمارے اور ان کے لئے جنت کی راہ کھول دے۔ حضرت امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام اس وقت بے حد غمگین وافسردہ تھے۔

کربلا میں ورود:

کوفہ سے ایک سوار آیا اور حر کو ابن زیاد کا خط پیش کیا جسے حر نے حضرت امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام کے ساتھ پیش کر دیا۔ امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام کو کہیں رکنے نہ دو، کہیں ٹھہریں تو کسی محفوظ یا

شاداب مقام میں قیام نہ کرسکیں۔ بالآخر آپ ایک ویران و وحشت ناک کھلے میدان میں اُتر پڑے۔ اس کا نام معلوم کیا گیا تو بتلایا گیا "کربلا"۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "یہ کرب اور بلا ہے"۔ یہ میدان پانی سے دور تھا اور دریا اور اس میدان میں ایک پہاڑی حائل تھی۔

۳ محرم الحرام ۶۱ھ کو عمر بن سعد کی قیادت میں کوفیوں کی چار ہزار فوج حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے کربلا میں آپہنچی۔ عمر نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے معلوم کیا، آپ یہاں کیوں آئے ہیں، آپ نے وہی جواب دیا جو حر بن یزید کو دے چکے تھے۔ کوفہ کے ان ہی لوگوں نے مجھے بلایا تھا جن میں سے بہت سے اس وقت مجھے تمہاری فوج میں نظر آرہے ہیں، اب اگر وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں تو میں واپس جانے کے لئے تیار ہوں، عمر نے ابن زیاد کو اس جواب سے مطلع کیا تو اس نے عمر کو لکھا۔ امام حسین علیہ السلام اپنے رفقاء کے ساتھ پہلے یزید کی بیعت کریں پھر ہم ان کے متعلق غور کریں گے لیکن جب تک وہ بیعت نہ کریں۔ امام حسین علیہ السلام ان کے اہل بیت اور رفقاء پانی تک نہ پہنچنے پائے۔ وہ پانی سے اس طرح محروم رہیں جس طرح عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان پیاسے شہید ہوئے تھے۔ اس حکم کی تعمیل میں عمر بن سعد نے پانچ سو سپاہی گھاٹ کی حفاظت کے لئے متعین کئے۔ حسینی قافلہ کو پانی نہ ملا تو آپ نے حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ تیس سوار اور بیس پیدل سپاہی لے کر پانی لے آئیں، فرات پر پہنچے تو محافظ دستہ نے روکا لیکن ۳۰ سوار اور ۲۰ پیدل پانچ سو کے دستہ سے لڑ کر پانی کی بیس مشکیں لے ہی آئے۔

شام کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر کو پیغام بھیجا کہ آج رات کو مجھ سے ملاقات کرو۔ چنانچہ دونوں بیس سوار لے کر نکلے اور ایک جگہ تخلیہ میں دیر تک گفتگو ہوئی، اس کے بعد بھی تین چار مرتبہ ملاقاتیں ہوئیں جس کی اطلاع شمر بن ذی الجوشن کو ہوئی تو اس نے ابن زیاد سے کہا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور عمر راتوں کو ملتے ہیں، سرگوشیاں کرتے ہیں، امام حسین علیہ السلام کو زیادہ مہلت نہ دو۔ ابن زیاد نے یہ رائے پسند کی اور عمر کو ایک تہدید آمیز خط لکھ کر شمر کے حوالہ کیا۔ دیکھو! میرا حکم صاف ہے، اگر امام حسین علیہ السلام خود کو شمر کے حوالہ کر دیں تو انہیں میرے پاس بھیج دو اور اگر انکار کریں تو بے تامل حملہ کرو اور قتل کرو۔ قتل کے بعد امام حسین علیہ السلام کی لاش کو گھوڑوں سے روند ڈالنا کیونکہ وہ باغی ہیں اور میں نے عہد کیا ہے کہ اگر قتل کا حکم دوں گا تو یہ ضرور کروں گا، اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو انعام و اکرام پاؤ گے، نافرمانی کی تو معزول کئے جاؤ گے۔ ساتھ ہی شمر کو ہدایت کی اگر عمر میرے اس حکم کی پوری طرح تعمیل

کریں تو تم اس کی اطاعت کرنا ورنہ خود فوج کی کمانڈ اپنے ہاتھ میں لے کر امام حسین علیہ السلام کا سر کاٹ لینا۔

شمر نے عمر کو ابن زیاد کا خط پہنچا دیا اور وہ اقتدار دولت کی خاطر اس کی تعمیل کے لیے آمادہ بھی ہو گیا چنانچہ نمازِ عصر کے بعد عمر اپنے لشکر کو تیار کر کے آگے بڑھا تو شمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کو میدان میں بلا کر کہا۔ میں نے تمہارے لئے ابن زیاد سے امان حاصل کر لی ہے، تم میرے عزیز ہو، میرے ساتھ آؤ اور صوبوں کی حکومتیں سنبھال لو۔ تو دیکھئے! کیا تیور ہیں ان ہاشمی شہزادوں کے! شمر کو برجستہ جواب دیا۔ افسوس اور لعنت ہے تم پر تم ہمیں تو امان دیتے ہو لیکن فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امان نہیں ہے، شمر خاموشی سے چلا گیا اور پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ لشکر کی پیش قدمی دیکھ کر بیس سواروں کے ساتھ میدان میں نکلے۔ عمر نے ابن زیاد کے آخری اور فیصلہ کن پیغام سے مطلع کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے واپس ہو کر امام عالی مقام علیہ السلام کو اس کی اطلاع کی تو حضرت نے فرمایا اگر ممکن ہو تو انہیں آج ٹال دو تا کہ اس رات کو ہم خدا کی عبادت اور کر لیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے امام عالی مقام علیہ السلام کا پیغام سنایا تو عمر نے اصرار نہیں کیا اور فوج اپنی قیام گاہ کی طرف لوٹ گئی اور آپ نے اور آپ کے تمام ہمراہیوں نے وہ پوری رات تلاوت و عبادت میں گزاری۔ دشمن کے سوار رات بھر حسینی خیموں کے گرد چکر لگاتے رہے۔

عاشورہ محرم کی خونیں صبح:

پہلے سے حضرت امام علیہ السلام نے خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اس میں آگ روشن کر دی تھی تا کہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہو سکے۔ نماز فجر کے بعد عمر اپنی فوج لے کر میدان میں آیا۔ حضرت نے بھی اپنے اصحاب کی فوج کی ترتیب قائم کی جس میں ۳۲ سوار اور چالیس پیدل سپاہی تھے۔ میمنہ پر حضرت زہیر رضی اللہ عنہ بن القین اور میسرہ پر حضرت جدب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کو متعین کیا۔ علم حسینی حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن علی کے مبارک ہاتھوں میں تھا۔ صفیں آراستہ ہو گئیں تو شمر گھوڑا دوڑاتا ہوا آگے بڑھا اور خندق کی طرف اشارہ کر کے کہا: "حسین علیہ السلام! کیا قیامت سے پہلے ہی آپ نے آگ قبول کر لی"۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے چرواہے کے لڑکے تجھے ہی اس دنیا میں عقوبت اور آخرت میں آگ ملے گی۔ حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

مجھے اجازت دیجئے کہ اسے تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں"۔ حضرت امام علیہ السلام نے ان کو منع فرمایا۔ نہیں۔ میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا۔ دشمن قریب آیا تو آپ نے رسول ﷺ کا عمامہ مبارک سر پر رکھا جس کے نیچے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا خود تھا۔ امام حسن علیہ السلام کا پٹکہ زیب تن فرمایا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا ترکش شانہ سے لٹکایا۔ حضرت علی علیہ السلام کی باطل شکن تلوار سے آراستہ ہو کر اونٹنی طلب فرمائی، قرآن پاک سامنے رکھا اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر ایک تقریر فرمائی تا کہ حجت تمام ہو جائے اور ظالموں کے لئے کوئی بہانہ باقی نہ رہے۔

لوگو! میری خاموش زندگی پر نظر کرو جو تمام تر عبادت الٰہی میں بسر ہوئی ہے، میری نسبت یاد کرو اور سوچو! میں کون ہوں پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو کہ کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت وقرابت کا رشتہ توڑنا روا ہے، کیا میں تمہارے نبی ﷺ کی صاجزادی کا بیٹا نہیں ہوں کیا سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے اور کیا میرے چچا ذوالجناحین حضرت جعفر طیار نہیں تھے کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ مشورہ قول میرے اور میرے بھائی کے حق میں نہیں سنا۔ "حسین وحسن علیہ السلام نوجوانان جنت کے سردار ہیں"۔ اگر میرا یہ قول سچ ہے اور یقیناً سب ہے کیونکہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے آج تک، واللہ کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے، تو پھر بتاؤ کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے؟

تم نیک لوگوں کا قتل اور ظالموں کی اطاعت کرتے ہو کیا یہ بات بھی تمہیں اپنے ظلم سے نہیں روک سکتی کہ اس وقت روئے زمین پر کسی نبی کی صاجزادی کا بیٹا موجود نہیں ہے۔ میں تمہارے نبی ﷺ کا بلا واسطہ نواسہ ہوں کیوں تم مجھ سے کس لئے جنگ کرنا چاہتے ہوں۔ میں قیصر و کسریٰ کے طریقہ کی پیروی کی بجائے سنت نبوی ﷺ کا اتباع کرنا چاہتا ہوں، بتلاؤ، تمہاری فوجیں یہاں میرے مقابلے پر کس لئے آئی ہیں کیا میں نے کسی کی جان لی ہے کسی کا مال چھینا ہے ، بتلاؤ، جواب دو۔

آپ علیہ السلام نے کوفی لشکر کو بار بار چیلنج کیا لیکن کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سب کے ضمیر شرمندہ مجوب تھے لیکن سرداران فوج کو حرکت دینی شروع کی تو حر بن یزید نے کہا "عمر! کیا تم حسین علیہ السلام سے واقعی جنگ کرو گے؟"

عمر نے ڈھٹائی سے جواب دیا ہاں جنگ کریں گے اور ایسی جنگ جس میں کم سے کم

یہ ہوگا کہ ہاتھ شانوں سے اڑ جائیں گے اور سر جسموں سے جدا کر دیے جائیں گے حضرت حر کی ایمانی غیرت جاگ اٹھی اور عمر سے فرمایا: "خدا تمہیں غارت کرے۔" اور فوراً گھوڑے کو ایڑ لگا کر حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انتہائی ندامت وافسوس کے ساتھ ساتھ عرض کیا۔ ابن رسول اللہ! میں وہی بدبخت ہوں جس نے ابن زیاد کی تعمیل حکم سے راستہ بھر آپ کا تعاقب جاری رکھا یہاں تک کہ آپ کربلا میں خیمے زن ہو گئے۔ لیکن خدا کی قسم! میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ محمد ﷺ کو رسول اللہ جاننے والے ان کو نواسہ کے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے اتنے شقی ہو جائیں گے اور ظلم کی حمایت میں سنت نبوی سے اتنا اعتراض وابکار کریں گے؟ میں اپنے قصور پر نادم ہو کر اب آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ میں آپ کے قدموں میں قتل ہونا چاہتا ہوں کیا آپ میرا قصور معاف فرمائیں گے؟ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے معاف کیا خدا تیری توبہ قبول فرمائے اور تجھے بخش دے۔" اور پھر حضرت امام علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا" تیری ماں نے تیرا نام حر (آزاد) رکھا ہے، ان شاءاللہ تو دنیا اور آخرت دونوں میں حر ہے۔" پھر حضرت حر رضی اللہ عنہ نے کوفی فوج سے خطاب کیا اور ان کی شقاوت ظلم پر ان کو ملامت کی، جس کے جواب میں انہوں نے تیر برسائے اور حضرت حر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

جنگ کا آغاز:

سالار فوج عمر نے اپنی کمان اٹھا کر حسینی جمعیت کی طرف پہلا تیر پھینکا اور کہا۔ "سپاہیو! گواہ رہو، سب سے پہلا تیر میں) نے چلا کر جنگ کا آغاز کیا ہے۔" پھر تیر اندازی شروع ہو گئی تھوڑی دیر بعد کوفی فوج سے دو آدمیوں نے نکل کر مبارزت طلب کی حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت لی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چند ہی لمحوں میں دونوں کو قتل کر ڈالا پھر کئی یزیدیوں کو واصل جہنم کر کے روح فاطمہ سلام اللہ علیہا کی دعاؤں کے سایہ میں خلد بریں پہنچ گئے۔ میدان کربلا میں فرزند رسول ﷺ کے لئے جانثاری کا اولین شرف حضرت ابو وہب عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔

حجلہ عروسی سے شبستان فردوس تک:

پہنچنے میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو محض سترہ دن صرف ہوئے ان کی شادی کو صرف سترہ دن ہی ہوئے تھے کہ ناموس اسلام اور حق وصداقت کی پکار سنی دنیاوی لذتوں کو چھوڑ کر کوفہ سے

کربلا کی تپتی ہوئی زمین کے لئے سفر کیا اور فرزندان بنت رسول کے قدموں میں آپہنچے۔ پیاری بیوی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اس سفر شہادت میں ان کے ہمراہ تھیں چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جنگ کے وقت وہ ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑی تھیں اور محبوب شوہر کو جنگ کے لئے ترغیب دیتی جاتی تھی وہ شہید ہو گئے تو یہ ان کے سر پر ہاتھ پھیرتی جاتی تھیں کہ شمر نے آگے بڑھ کر تلوار سے ان کا سر بھی تن سے جدا کر دیا۔

عام حملہ:

مبارزت جاری رہی، دونوں فوجوں کے ایک ایک دو دو نوجوان جنگ کرتے رہے لیکن ابن حجاج نے اس مبارزت میں حضرت امام علیہ السلام کی فتح مندی دیکھ کر عمر سے کہا۔ مبارزت کے سلسلہ کو جاری رکھنے سے پہلے یہ سوچ لو کہ تم کن سے لڑ رہے ہو۔ اس طرح تو تم سب ایک ایک کر کے قتل ہو جاؤ گے۔ عمر نے یہ رائے پسند کی اور مبارزت کے بجائے عام حملہ کا حکم دیا، چنانچہ کوفی فوج کا میمنہ آگے بڑھا پھر میسرہ جس کا سالار شمر تھا۔ مگر حسینی جمعیت نے جس میں ۳۲ سوار اور ۴۰ پیدل سپاہی تھے، بہادری اور استقلال سے مقابلہ کیا۔ وہ شوق شہادت میں جس طرف گھس جاتے تھے یزیدی صفیں درہم برہم ہو جاتی تھیں۔

آخر ہزاروں سپاہیوں اور سرداروں نے محسوس کیا کہ حسینی جمعیت سے مقابلہ مشکل ہے چنانچہ فوجی امداد طلب کی گئی اور پانچ ہزار تیر اندازوں نے پہنچ کر اس طرح تیر اندازی کی کہ حسینی فوج کے گھوڑے بیکار ہو گئے۔ سواروں کو بھی پیدل ہو جانا پڑا۔ اور حضرت زہیر رضی اللہ عنہ نے ایک سخت حملہ کیا اور یزیدی فوج کے قدم اکھاڑ دیے لیکن دو لاکھ فوج کے مقابلہ میں صرف ۷۲ نفوس کی کیا تعداد ہے، تھوڑی دیر کے بعد دشمن نے پھر سخت حملہ کیا اور اپنا پورا زور لگا دیا۔ دوپہر ہو گیا تھا اور اس وقت تک کوئی فریق غلبہ حاصل نہ کر سکا تھا لیکن اس حملہ میں حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے حسینی جماعت کو بہت نقصان پہنچا، یہ حالت دیکھ کر حضرت ابو ثمامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام علیہ السلام سے عرض کیا۔ دشمن اب آپ کے بالکل قریب بھی نہیں آسکتا جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کر ملوں جس کا وقت آگیا ہے حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے نماز کا وقت آگیا ہے، دشمنوں سے کہو، نماز کے لئے لڑائی ملتوی کر دیں، مگر ان کے سروں پر شیطان سوار تھا، عمر نے نماز کی بھی مہلت نہ دی

اور جنگ جاری رکھی تو آپ نے صلوٰۃ الخوف ادا کی، اس وقت حضرت حر رضی اللہ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھلائے کہ دشمن نے بھی ان کا لوہا مانا۔ آخر زخموں سے چور ہو کر شہید ہو گئے۔ نماز کے وقت آدھے آدمیوں کو دیکھ کر دشمن نے اور زیادہ شدت سے حملہ کیا جسے حضرت زہیر رضی اللہ عنہ نے روکا اور دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ بالآخر منصب شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام کی شہادت:

اس طرح یکے بعد دیگرے حضرت امام علیہ السلام کے تمام ہمراہیوں نے شہادت کی عظمت حاصل کی اب خاندان نبوت کے سورما آگے بڑھنے والے تھے۔ زمین کانپ گئی، عرش تھرا اٹھا، حضرت امام کے صاحبزادہ علی اکبر علیہ السلام رجز پڑھتے ہوئے میدان کارزار کی جانب بڑھے، میں علی بن حسین بن علی ہوں، رب کعبہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ قرابتدار ہوں، خدا کی قسم! ہم ایک گمراہ...... فاسق وظالم (ابن زیاد) کی حکومت کبھی تسلیم نہیں کریں گے!

حضرت علی بن حسین علیہ السلام بڑی شجاعت سے لڑے، آپ کی تلوار سے دشمنوں کے سر اڑتے ہوئے معلوم ہوتے تھے، تین دن کے بھوکے پیاسے تھے مگر پوتے اس کے تھے جس نے پانی سے نان جویں کے ٹکڑے کھا کر خیبر کا در اکھاڑا تھا۔ آخر قرۃ عبدی کی تلوار سے شہید ہوئے تو حضرت زینب بنت فاطمہ سلام اللہ علیہا خیمہ سے دیوانہ وار نکل کر لاش کی طرف دوڑ پڑیں۔ حضرت امام علیہ السلام نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور خیمہ میں پہنچا کر حضرت علی اکبر علیہ السلام کی لاش اٹھائی اور خیمہ کے سامنے لا کر رکھ دی۔

حضرت قاسم بن امام حسن علیہ السلام کی شہادت:

حضرت علی بن حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے تین صاحبزادے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اور موسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عون رضی اللہ عنہ محمد رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے اور درجہ شہادت پر فائز ہو کر اپنے آباؤ کرام سے ملاقاتی ہوتے رہے یہاں تک کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے کمسن صاحبزادہ سیدنا قاسم علیہ السلام، چاند کی طرح جنگ کے مطلع پر نمودار ہوئے اور شیر کی طرح دشمنوں کی صفوں کو تہ وبالا کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے بہت سے

سرداروں کو تہ تیغ کیا جن میں ارزق بھی شامل ہے۔ جو یزیدی فوج کا مشہور اور بہادر سپہ سالار تھا یہ بےحد قوی پہلوان تھا اور اس کو حکومت یزید سے دس ہزار دینار سالانہ تنخواہ ملتی تھی۔ حضرت قاسم علیہ السلام جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ عمر بن ازدی نے حضرت کے سر پر تلوار ماری اور حضرت "ہائے چچا" کہہ کر کلمہ اسلام پڑھتے ہوئے جوار رحمت میں جا پہنچے تھے، بھتیجے کی آواز سنتے ہی حضرت امام علیہ السلام غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے اور قاتل پر ایک وار کرتے ہوئے بھتیجے کی لاش پر جھک گئے قاتل نے اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ اٹھا دیا۔ مگر ہاتھ شانہ سے کٹ کر اڑ چکا تھا زخمی قاتل چلایا۔ فوج اسے بچانے کے لئے آئی، مگر گھبراہٹ میں بچانے کے بجائے اس کے جسم کو روند ڈالا۔ فوج واپس ہوئی تو حضرت امام علیہ السلام نے حضرت قاسم علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا: "وہ ہلاک و برباد ہوں جنہوں نے تمہیں شہید کیا ہے، قیامت کے دن یہ تمہارے دادا کو کیا جواب دیں گے؟" پھر جوان بھتیجے کی لاش آپ نے اٹھائی اور خیمہ کے سامنے لا کر حضرت علی اکبر علیہ السلام کے پہلو میں رکھ دی۔ ان کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کے دو صاحبزادے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دین حق کی خاطر میدان کارزار میں اپنی شمشیر کے جوہر دکھائے اور جام شہادت اپنے لبوں سے لگایا۔

نومولود کی شہادت:

حضرت امام علیہ السلام پھر اپنے مقام سیادت پر کھڑے ہو گئے کہ اسی وقت آپ علیہ السلام کے ہاں ایک بچہ تولد ہوا، وہ آپ علیہ السلام کے پاس لایا گیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے گود میں لیا اور اس کے کان میں اذان دینے لگے کہ اچانک ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ بچہ کی روح اسی وقت پرواز کر گئی، آپ علیہ السلام نے تیر اس کے حلق سے نکالا، خون سے چلو بھرا اور اس کے سر پر ملتے ہوئے فرمایا: "یا اللہ! اگر تو نے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے تو وہی کر جس میں تیری رضا ہے اور میں تیری رضا پر راضی و شاکر ہوں۔" اس طرح بنو ہاشم اور اہلبیت رسالت کے ۷۲ افراد نے دین حق کی عظمت کی خاطر اپنی جانیں قربان کیں۔

حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کا سانحہ شہادت:

اب آپ علیہ السلام کی باری تھی چاروں طرف سے دشمنوں نے آپ علیہ السلام پر ہجوم کیا، آپ علیہ السلام نے بھی تلوار چلانی شروع کی۔ پیدل ہی فوج پر حملہ کیا اور تنہا آپ علیہ السلام

کی ذات اقدس نے دشمنوں کے قدم اکھاڑ دیے۔ عبداللہ بن عمار جو کوفی فوج میں شامل تھا روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزہ سے حضرت حسین علیہ السلام پر حملہ کیا اور آپ علیہ السلام کے قریب پہنچ گیا۔ اگر چاہتا تو آپ کو قتل کر سکتا تھا مگر میں یہ سوچ کر پیچھے ہٹ گیا کہ یہ خون ناحق میں کیوں اپنے سر لوں، آپ علیہ السلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے مگر آپ علیہ السلام جس طرف بڑھ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے اور یہ دیکھ کر میں جنگ کرنے کی بجائے اس وقت یہ سوچنے لگا تھا کہ کیا حسین علیہ السلام کے علاوہ بھی اس دنیا میں کوئی ایسا شکستہ دل ہو سکتا ہے جس کا گھر کا گھر خود اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہو گیا ہو، اور وہ اس طرح شجاعت اثبات قدمی اطمینان اور جرات و بہادری کے ساتھ دشمن پر حوصلہ شکن حملے کر سکتا ہو۔ حالت یہ تھی کہ آپ علیہ السلام کے تلوار چلانے کے وقت دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کو سخت پیاس لگی آپ علیہ السلام فرات کی جانب بڑھے کہ اچانک ایک تیر آیا اور آپ علیہ السلام کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے تیر کھینچ لیا اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے آپ علیہ السلام نے خون آسمان کی طرف اچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت زینب بنت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو یارائے ضبط نہ رہا، اور جوش محبت میں خیمہ سے باہر نکل آئیں اور فرمانے لگیں "کاش! آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے۔" یہ دیکھ کر حضرت امام علیہ السلام ان کو صبر و رضا کی تلقین کرنے کے لئے خیمہ کی طرف لوٹے تو شمر ملعون اور اس کے ساتھیوں نے آپ سے تعرض کیا اور حضرت امام علیہ السلام نے یہ محسوس کیا کہ میرے خیمہ کے سلسلہ میں یہ برا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فوج کو تنبیہ کی، اگر تم میں دین نہیں ہے اور خدا کا خوف تم میں باقی نہیں رہا تو کم از کم دنیاوی شرافت پر تو قائم رہو میرے خیمہ کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو۔ شمر اپنے اس نازیبا اقدام پر نادم ہوا اور کہا: "اچھا ایسا ہی کیا جائے گا۔"

آخری تنبیہ:

آپ علیہ السلام بہت دیر تک جنگ کرتے رہے دشمن کے سپاہی قریب آتے تھے اور ہٹ جاتے تھے، کچھ تو آپ علیہ السلام کی ہیبت وعظمت کی وجہ سے اور زیادہ تر اس لئے کہ ہر شخص اس گناہ کو اپنے سر لینے سے گھبراتا تھا شمر نے یہ حالت دیکھی تو چلایا، اب کیا سوچ رہے ہو،

کیوں نہیں قتل کر دیتے آپ نے اس کے جواب میں فرمایا "تم پر لعنت ہے، میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو، حالانکہ میرے بعد کسی انسان کے قتل پر بھی خدا اتنا ناراض نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر خدا تم سے ناراض ہوگا" مگر اب وقت آچکا تھا، مردود وملعون زرعہ بن شریک تیمی نے آپ کے بائیں ہاتھ کو زخمی کر دیا، پھر شانہ تلوار ماری اور آپ لڑکھڑا گئے لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے مگر پھر آگے بڑھ کر بدبخت جہنمی وملعون سنان بن انش نے نیزہ مارا آپ علی جدہ علیہ السلام زمین پر آرہے، اس نے فوراً ایک پیدل سپاہی سے کہا، "سر کاٹ لے۔" وہ لپکا مگر جرات نہ ہوئی تو بدبخت سنان نے کہا "خدا تیرے ہاتھ شل کر دے۔" پھر خود ہی جوش میں آکر گھوڑے سے اترا، آپ کو ذبح کیا اور سرتن سے جدا کرلیا۔ تیروں کے زخموں کا تو کچھ شمار ہی نہ تھا، نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے۔

شہادت کے بعد بدبخت رذیل وذلیل کوفیوں نے حضرت امام علی جدہ علیہ السلام کے کپڑے تک بدن سے اتار لئے ابن زیاد کے حکم کے مطابق عمر نے اعلان کیا کہ حسین علی جدہ علیہ السلام کی لاش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالی جائے۔ چنانچہ دس آدمی جو دنیا کی بدترین مخلوق تھے گھوڑے دوڑاتے ہوئے آگے آئے اور جسم اطہر کو روند ڈالا۔

خورشید امامت، شفق خون میں غروب ہوگیا بدبختوں نے اپنے ہاتھوں پنجتن پاک کی آخری نشانی خود مٹادی، بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرا گھر اجڑ گیا، خاندان نبوت کے ایک ایک فرد کا جسم، خون شہادت سے لالہ زار ہوگیا اور اسی خون شہادت نے اسلام کے خشک چمن کو سیراب کیا سدا بہار بنایا اور قیامت تک کے لئے دنیا کو ایک پیغام دیا۔ ظالم کی اطاعت جرم ہے، سروسامان دنیوی سے بے نیاز ہو کر ظلم کی مخالفت میں تلوار اٹھانی چاہیے یہاں تک کہ یا ظالم کی قوت فنا ہو جائے، ظلم کی تاریکی کافور ہو جائے اور حق وانصاف کے آفتاب کی کرنیں دنیا کے ہر گوشہ کو پرنور بنادیں یا حق کی حمایت میں خون شہادت سے لالہ زار ہو کر خدا کے سامنے حاضر ہوں کہ مجرموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے" یہی حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام کی شہادت کا خلاصہ ہے۔

شاہ است حسین علی جدہ علیہ السلام بادشاہ است حسین علی جدہ علیہ السلام
دین است حسین علی جدہ علیہ السلام دیں پناہ است حسین علی جدہ علیہ السلام
سردادانہ واد دوست دورست یزید
عقا کہ بنائے لا الہ است حسین علی جدہ علیہ السلام

۹

گفتار میں کردار میں

اللہ کی برہان

چلے حسین علی جدہ علیہ السلام جو طیبہ سے کربلا کی طرف
جہاں پہنچتے تھے کرتا تھا وہ مقام سلام

حسن ترتیب

سادات کا مخالف، منافق ہے

کتاب السیرہ میں بیان ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہم اہل بیت سے متقی مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کرسکتا اور بد بخت منافق کے سوا ہم سے کوئی بغض و عداوت نہیں رکھ سکتا۔"

حب اہل بیت علیہم السلام

مولانا محمد شفیع

شریعت مطہرہ نے ہر مسلمان پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس کے تمام عزیز و اقارب اور احباب سے زیادہ لازم کی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ "میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری عورتیں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہاری پسند کے مکان ان میں سے کوئی چیز بھی اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اتار دے۔ اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔"

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ "مدینے والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جانیں پیاری سمجھیں۔"

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ماں باپ و اولاد، عزیز و اقارب، دوست احباب، مال و دولت، مسکن وطن اور خود اپنی جان کی محبت سے زیادہ ضروری لازم ہے۔ اور اگر ماں باپ یا اولاد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت نہ رکھتے ہوں تو ان سے دوستی و محبت رکھنا جائز نہیں۔ قرآن پاک میں اس مضمون کی متعدد آیتیں ہیں۔

جب معلوم ہو گیا کہ ایمان و نجات کا دارومدار حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر ہے تو جس مومن کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہوگی اس کے دل میں ہر اس چیز کی محبت ہوگی جس کا تعلق حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوگا۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس سے محبت و تعلق رکھنے والی تمام چیزیں اس کو محبوب ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے والے آپ کی اولاد آپ کے اصحاب، آپ کے ارشادات و افعال، آپ کے وطن مبارک اور ہر

اس چیز کو جس کا روحانی یا جسمانی تعلق آپ سے ہے جان و دل سے محبوب رکھتے ہیں، کیونکہ ان کی محبت حضور ﷺ کی وجہ سے ہے تو گویا ان کی محبت عین رسول اللہ ﷺ کی محبت ہوئی اور جو بدبخت ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی بغض وعداوت رکھے یا ان کی توہین و بے ادبی کرے وہ ایمان سے محروم اور دشمن خدا و رسول ﷺ ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کی مجلسوں میں نہ جائیں بلکہ ان کے پاس تک بھی نہ بیٹھیں۔ آدمی اپنے اور اپنے ماں باپ کے دشمن کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اور خوشی سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا تو دشمنان رسول ﷺ اور دشمنان اہلبیت واصحاب رسول ﷺ کے ساتھ بات چیت کیسے گوارا کر سکتا ہے۔

خوب یاد رکھو کہ اہل بیت کرام علیہم السلام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت عین رسول پاک ﷺ کی محبت اور ان کی عداوت رسول پاک ﷺ کی عداوت ہے اس لئے مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے دل میں دونوں کی محبت رکھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اہل بیت علیہم السلام کے حق میں فرمایا کہ: "میرے اہل بیت علیہم السلام کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا، اس نے نجات پائی اور جو باہر رہا وہ غرق ہوا۔"

اے غرقہ گناہ ز طوفان غم مترس — کشتیٔ نوحِ عصمت آل محمد است

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں فرمایا: "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے راہ ہدایت پاؤ گے۔"

دیکھئے ایک حدیث میں اہل بیت کرام علیہم السلام کو کشتی کی مثل اور دوسری میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ستاروں کی مثل فرمایا، پس دریائے ایمان وعرفان بغیر رہنمائی نجوم طے نہیں ہو سکتا، کیونکہ شب تیرہ میں بغیر ہدایت انجم کشتی میں سوار ہونے والی منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتے۔ پار وہی لگے ہیں جنہوں نے کشتی میں سوار ہونے کا شرف حاصل کیا اور ستاروں کو اپنا رہنما بنایا یعنی دونوں کو حصول نجات کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا جنہوں نے صرف ستاروں کو رہنما بنایا اور کشتی میں سوار نہ ہوئے یا جو صرف کشتی میں سوار ہوئے اور ستاروں کی رہنمائی حاصل نہ کی ان میں سے کوئی بھی پار نہ لگا۔ یہی وجہ ہے نہ کوئی والی کامل خارجیوں میں ہوا اور نہ رافضیوں میں یہ شرف وکمال صرف اہل سنت وجماعت ہی کا حصہ ہے۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور — نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ ﷺ کی

کیونکہ اہل سنت کشتی محبت، اہل نبوت میں سوار ہو کر اور ستارہ محبت اصحاب نبوت سے روشنی حاصل کرتے ہوئے منزل مقصود کو پا رہے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا، اہل نبوت کی محبت بھی حضور ﷺ کی ہی محبت ہے اور حضور سید المرسلین ﷺ کی محبت مخلوق پر فرض ہے تو اہل بیت نبوت کی محبت بھی فرض ہوئی۔ باوجود اس کے اللہ تعالیٰ اور حضور پر نور ﷺ اس پر ترغیب وتحریص فرمائیں تو معلوم ہوا کہ اہل بیت نبوت کی محبت سرمایہ ایمان اور رضائے خدا وحبیب خدا ﷺ ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے محبوب! فرما دیجئے اے لوگو! میں تم سے اس (ہدایت وتبلیغ) کے بدلے کچھ اجرت وغیرہ نہیں مانگتا، سوائے قرابت کی محبت کے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ وہ آپ کے قریبی لوگ کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے۔ فرمایا، علی علیہ السلام وفاطمہ سلام اللہ علیہا اور ان کے دونوں صاحبزادے۔

(زرقانی علی المواہب، در منثور، صواعق محرقہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! خدا تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہ تمہارا رب ہے اور تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی وجہ سے اور میرے اہل بیت کو محبوب رکھو میری محبت کی وجہ سے۔ (ترمذی ومشکوٰۃ)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، جس نے مجھ کو محبوب رکھا اور ان دونوں (حسین علیہ السلام) اور ان کے باپ (علی علیہ السلام) اور ان کی ماں (فاطمہ سلام اللہ علیہا) کو محبوب رکھا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو محبوب رکھا۔ اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا۔ اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے

ہیں، حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام دونوں میرے بیٹے ہیں جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا اس نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کیا اور جس نے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا، اللہ نے اس کو جہنم میں داخل کیا۔

(المستدرک حاکم)

"ترمذی باب المناقب" میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام دونوں کو لئے ہوئے فرما رہے تھے۔ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ میں ان کو محبوب رکھتا ہوں پس تو بھی ان کو محبوب رکھ اور اس کو بھی محبوب رکھ جو ان کو محبوب رکھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کی گود میں دیکھا کہ وہ اپنی انگلیاں حضور ﷺ کی داڑھی مبارک میں ڈالتے تھے اور حضور ﷺ اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالتے اور فرماتے۔ "اے اللہ میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ۔" (المستدرک حاکم)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام کو دیکھا تو فرمایا: "اے اللہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں پس تو بھی ان دونوں کو محبوب رکھ۔"

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حسین علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں جس نے حسین علیہ السلام کو محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا۔ مندرجہ بالا دونوں حدیثیں "ترمذی شریف" میں موجود ہیں۔

"شفا شریف" میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: معرفت آل محمد علیہم السلام دوزخ سے نجات کا باعث ہے اور محبت آل محمد علیہم السلام پل صراط پر سے گزرنے کی سند ہے اور ولایت آل محمد علیہم السلام امان ہے عذاب سے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی محبت گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز حضور ﷺ

کو دیکھا، آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصوا پر سوار تھے اور فرما رہے تھے۔ "اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ چیز اللہ کی کتاب اور میری عترت اہل بیت ہے۔" (ترمذی، مشکوۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس کسی نے بھی ہمارے اہل بیت سے بغض رکھا، اللہ نے اس کو جہنم میں داخل کیا۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ اہل بیت نبوت کی سچی عقیدت ومحبت سرمایہ ایمان اور ذریعہ نجات ہے اور ان سے بغض وعداوت بے ایمانی اور سبب ہلاکت ہے۔

محرم اسرار نبوت، افضل البشر بعد الانبیا بالتحقیق امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں یوں نقل فرمایا ہے۔ خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ مجھ کو اپنے اقربا سے حضور ﷺ کے اقربا محبوب تر ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام جو ابھی بچے ہی تھے تشریف لائے اور فرمایا، اترو میرے نانا ﷺ کے منبر سے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ خدا کی قسم بلاشبہ یہ تمہارے جد امجد کا منبر ہے۔ پھر آپ نے ان کو پیار سے اٹھا کر گود میں بٹھالیا اور رو پڑے۔ حضرت علی علیہ السلام نے کہا، خدا کی قسم اس نے میرے کہنے سے یہ نہیں کہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ سچے ہیں۔ مجھے آپ پر کوئی بدگمانی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب شہر مدائن فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ میں فرش چرمی بچھا کر اس پر مال غنیمت جمع کیا۔ سب سے پہلے حضرت حسن علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اے امیر المومنین ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے ہمیں عطا کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بِالْبَرَكَةِ وَالْكَرَامَةِ اور ایک ہزار درہم نذر کئے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے ان کو ہزار درہم دیے۔ پھر ان کے جانے کے فوراً بعد آپ رضی اللہ عنہ کے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو پانچ سو درہم دیے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا امیر المومنین

رضی اللہ عنہ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جوان تھا اور آپ کے حضور جہاد کرتا تھا اور حسین علیہ السلام اس وقت ابھی بچے تھے اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے آپ نے ان کو ہزار، ہزار اور مجھے پانچ سو درہم دیے ہیں ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بیٹا پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حسین علیہ السلام کو ہے۔ پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔ ان کے باپ علی مرتضیٰ علیہ السلام، ماں فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا، نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، نانی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، چچا جعفر طیار رضی اللہ عنہ، پھوپھی اُم ہانی، ماموں ابراہیم بن رسول اللہ، خالہ رقیہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا دختران پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ اس واقعہ کی خبر حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کو پہنچی، انہوں نے فرمایا، میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل جنت کے چراغ ہیں۔ ان کے اس فرمان کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کے دروازے پر تشریف لے گئے۔ حضرت علی علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے علی علیہ السلام تم نے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو "چراغ اہل جنت" فرمایا ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا، ہاں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے علی علیہ السلام یہ حدیث آپ اپنے ہاتھوں سے لکھ کر مجھے دیجئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے بسم اللہ شریف کے بعد لکھا کہ:

هٰذَا مَا ضَمِنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَنْ جِبْرِیْلَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سِرَاجُ اَهْلِ الْجَنَّةِ

یعنی یہ وہ بات ہے جس کے ضامن ہوئے علی بن ابی طالب علیہ السلام واسطے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے جبریل علیہ السلام نے، ان سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اہل جنت کے چراغ ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کا لکھا ہوا فرمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ جب میری وفات ہو تو بعد غسل وتکفین یہ کاغذ میرے کفن میں رکھ دینا۔ جب آپ علیہ السلام شہید ہوئے تو وہ کاغذ حسب وصیت آپ کے کفن میں رکھ دیا گیا۔

(فصل الخطاب، الریاض النضرہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی مذمت کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "افسوس تجھ پر کیا تو حضرت علی علیہ السلام کو نہیں پہچانتا کہ وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، خدا کی قسم تو نے حضرت علی علیہ السلام کی مذمت کر کے ان کو ایذا پہنچائی ہے جو اس قبر میں آرام فرما ہیں۔ ان روایات سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اہل بیت کی توقیر کرنا اور ان کا محب ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے دونوں پاؤں سے اپنے کپڑے کے کونے پر خاک جھاڑی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے ابوہریرہ یہ کیا کرتے ہو؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ حضور مجھے معاف رکھیے۔ واللہ جتنے آپ کے مراتب ہیں میں جانتا ہوں اگر لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو وہ آپ کو کندھوں پر اٹھائے پھریں۔ (اظہار السعادت)

مورخین لکھتے ہیں کہ جب ہشام بن عبدالملک حج کو گیا تو طواف کرتے ہوئے حجر اسود کو چومنے کی بہت کوشش کی مگر کثرت ہجوم کی وجہ سے حجر اسود کو چومنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک منبر اس کے لئے رکھا اور وہ اس کے اوپر بیٹھ کر لوگوں کے طواف کرنے اور حجر اسود کو چومنے کا نظارہ کرنے لگا۔ اس وقت اس کے ساتھ اہل شام کی ایک جماعت تھی۔ اسی اثنا میں اچانک حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لے آئے اور طواف کرنے لگے۔ جب آپ حجر اسود کی طرف چلے تو لوگ فوراً خود بخود ہٹ گئے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے بہ آسانی حجر اسود کو بوسہ دیا۔ یہ دیکھ کر ایک شامی نے کہا یہ کون ہے؟ جس سے اس قدر لوگ ہیبت میں آ گئے ہیں۔ ہشام نے کہا میں تو اسے نہیں پہچانتا اور یہ اس نے اس ڈر سے کہا کہ کہیں اہل شام آپ کے معتقد نہ ہو جائیں۔ اس وقت وہاں ابو فراس فرزدق شاعر بھی موجود تھا۔ کہنے لگا خدا کی قسم میں ان کو جانتا ہوں۔ شامیوں نے کہا، اے ابو فراس یہ کون ہیں، تو فرزدق نے ایک طویل قصیدہ آپ کی شان میں لکھا۔ اس مختصر مضمون میں چند اشعار کا اردو ترجمہ قارئین آئینہ کے لئے پیش ہے۔ فرزوق نے یہ کہا کہ وہ۔

۱۔ وہ یہ ہے جس کو سرزمین مکہ وطائف اور بیت اللہ کے حل وحرم اس کے علو مرتبت کی وجہ سے خوب جانتے اور پہچانتے ہیں۔

۲۔ یہ اس کا فرزند ہے جو اللہ کے تمام بندوں سے بہتر ہے یہ خدا ترس پاک وصاف

اور نہایت بردباد ہے۔

۳۔ یہ حضرت فاطمتہ الزہرا سلام اللہ علیہا کا فرزند ہے اگر تو نہیں جانتا تو جان لے اور اسی کے جدامجد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

۴۔ اللہ نے ازل سے ہی ان کو شرف وکمال بخشا، اور بزرگ بنایا ہے، اور اس بات میں ان کے لئے لوح محفوظ میں قلم جل چکا ہے۔

۵۔ یہ ان میں سے ایک ہیں، جن کا ساری مخلوق پر احسان عظیم ہے اور انہیں کے سبب سے رنج وعلم، افلاس اور ظلم دور ہوا ہے۔

۶۔ کوئی بڑے سے بڑا سخی بھی استطاعت نہیں رکھتا کہ ان کی سخاوت کی انتہا کو پہنچ سکے اور نہ کوئی قوم اگرچہ وہ کتنی ہی بخشش کرنے والی ہو۔

۷۔ ان کے دونوں ہاتھ سخاوت کی بارش اور محتاج کے مددگار ہیں جن کا فیض عام ہے ہمیشہ برستے رہتے ہیں اور "نہ" ہونا کبھی ان کے پیش ہی نہیں آیا۔

۸۔ انہوں نے کبھی (نہیں) تو کہا ہی نہیں۔ بجز تشہد کے کہ نفی شریک باری تعالیٰ ہے۔ اور اگر تشہد میں نہ ہوتا تو ان کا وہ بھی (ہاں) ہی ہوتا۔

۹۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے عروج کیا ہے، عزت کی ایسی بلندیوں پر کہ وہاں تک پہنچنے سے تمام عرب وعجم کے لوگ قاصر ہیں۔

۱۰۔ یہ اس پاکیزہ گروہ کا ایک فرد ہے جن کی محبت دین، جن کا بغض کفر اور جن کا قرب نجات اور پناہ میں آنا ہے۔

۱۱۔ اللہ کے ذکر کے بعد ہر کلام کی ابتدا اور انتہا میں ان مقدس لوگوں کا ذکر مقدم ہے۔

۱۲۔ تو تیرا یہ کہنا ہے کہ یہ کون ہیں؟ اس کو ضرر پہنچانے والا نہیں کیونکہ جس کا تو نے انکار کیا ہے۔ اس کو عرب بھی جانتے ہیں اور عجم بھی۔

۱۳۔ جو اللہ کو پہنچانتا ہے۔ وہ ان کی بزرگی بھی جانتا ہے۔ دین حق انہیں کے گھر سے تمام جہان کو نصیب ہوا۔

۱۴۔ مخلوقات میں سے کون لوگ ہیں جن کی گردن میں اس کے اور اس کے بزرگوں کے احسانات وانعامات کے ہار نہ ہوں۔

جب ہشام نے یہ سب کچھ سنا تو اس نے غضب ناک ہو کر فرزدق کے قید کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عسقان (یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان کنواں ہے) میں فرزدق کو قید کر دیا گیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے بہ شفقت ومحبت بارہ ہزار درہم فرزدق کو بھیجے تو اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیے کہ میں نے آپ کی تعریف اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو راضی کرنے اور اپنے گناہوں کے کفارہ کے لئے کی ہے۔ نہ کہ بہ امید عطا وانعام، امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا۔ فرزدق کہ اگر تو ہم اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دوست رکھتا ہے تو اس کو واپس نہ کر بلکہ رکھ لے کیونکہ ہم اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، جب کسی کو کوئی چیز بخش دیتے ہیں تو ہرگز واپس نہیں لیتے۔ چنانچہ فرزدق نے وہ درہم قبول کر لئے۔ (کشف المجوب، حلیۃ الاولیاء ابونعیم صفحہ:۱۳۹، الصواعق المحرقہ صفحہ:۱۹۰)

شیخ ابوسعید مادری نے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ آپ تعظیم وتوقیر اور احترام سادات میں نہایت مبالغہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دن ایسی ہی مجلس میں چند بار تعظیما کھڑے ہوئے اور سبب اس کا ظاہر نہ ہوا۔ اہل مجلس نے سبب پوچھا تو فرمایا، ان لڑکوں میں ایک لڑکا سید ہے جب اس کو دیکھتا ہوں تعظیم کو اٹھتا ہوں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ جو صحبت وتلمذ اور علم وطریقہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرات آئمہ اہل بیت امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور زید بن علی بن حسین علیہم السلام سے حاصل ہے وہ بیان سے مستغنی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے والد حضرت ثابت اپنے باپ کے ساتھ بچپن میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی زیارت کو گئے تھے۔ تو حضرت نے ان کے حق میں دعائے برکت اولاد فرمائی تھی بموجب اس دعا کے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنْ کَانَ رِفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فَلْیُشْھَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضْ

یعنی اگر آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہاں گواہ رہیں کہ بے شک میں رافضی ہوں۔ (سیرت اشافعی ص ۲۲)

فائدہ:

حُب آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رفض نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں۔ حُب آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو عین ایمان ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تبرا کرنا رفض

وگمراہی اور بے دینی ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ اہلبیت کے ساتھ تم کسی مخلوق کو برابر نہ کرو کیونکہ اہلبیت ہی اہلبیت اہل سیادت ہیں ان کی دشمنی انسان کے لئے خسران اور ان کی محبت والفت عبادت ہے۔ (نور الابصار ص ۱۲۸)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ تمام سلسلے صوفیائے اہل سنت کے طریقت میں آئمہ اہلبیت پر منتہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ حضرات اہل بیت جمیع فرق اہل سنت کے پیرو مرشد ہیں اور جاننا چاہیے کہ اہل سنت کے نزدیک پیر و مرشد کی عظمت و وقعت کس مرتبے پر ہے اور وہ پیروں سے کیسی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں کہ ان کے بغض واہانت کو ارتداد طریقت جانتے ہیں تو انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ اس علاقے سے اہل سنت کو اہلبیت نبوت سے کس قدر عقیدت ومحبت ہوگی۔ لہٰذا بغض اہلبیت کی نسبت اہلسنت کی طرف کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے اور یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی نور ظلمت اور آفتاب کو تاریک کہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ گمان کیسے کیا جاتا ہے کہ اہل سنت کو اہل بیت سے محبت نہیں۔ جبکہ یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزو ایمان ہے اور خاتمہ کی سلامتی اس محبت کے راسخ ہونے پر موقوف ہے۔ اہلبیت کی محبت تو اہلسنت کا سرمایہ ہے مگر مخالفین اس حقیقت سے غافل اور اہلبیت کی محبت متوسطہ سے جاہل ہیں۔ انہوں نے جانب افراط کو اختیار کیا اور افراط کے ماسوا کو تفریط خیال کر کے خروج کا حکم لگا دیا اور سب کو خارجی سمجھ لیا۔ یہ نہیں جانتے کہ افراط وتفریط کے درمیان ایک حد وسط ہے جو مرکز حق اور موطین صدق ہے جو اہلسنت کو نصیب ہوا ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم

(مکتوبات شریف مکتوب صفحہ ۳۶)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مشابہت ہے۔ ان سے یہود نے بغض کیا یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ پر زنا کی تہمت لگائی اور نصاریٰ ان کی محبت میں ایسے حد سے گزرے کہ ان کی خدائی کے معتقد ہو گئے۔ ہوشیار میرے حق میں دو گروہ ہلاک ہوں گے ایک زیادہ محبت کرنے والا جو مجھے میرے مرتبہ سے بڑھائے اور حد سے تجاوز کرے۔ دوسرا بغض رکھنے والا جو عداوت میں مجھ پر بہتان باندھے گا۔ (احمد مشکوٰۃ ص ۵۶۵)

امام عالی مقام علیٰ جدہٖ علیہ السلام ریگزارِ کربلا میں

محمد صادق ضیائی

حقا کہ بنائے لا الہ است حسین علیہ السلام:

یہ دنیا صدیوں سے حادثات کی آماجگاہ بنی رہی ہے یہاں روزانہ ہزاروں حادثے رونما ہوتے ہیں۔ ان حادثوں کے نقوش زیادہ دیر قائم نہیں رہتے، مگر کربلا کا سانحہ ایک ایسا عظیم سانحہ ہے کہ چودہ سو سال کی طویل مدت بھی اس کے نقوش کو نہیں مٹا سکی۔ دنیا کے بڑے بڑے علما، فلسفی، محقق اور مجتہد اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں کہ اس سانحہ عظیم کی یاد ہمیشہ اسلامی تاریخ کا زندہ جاوید کارنامہ بن کر قائم رہے گی اور جب تک نسل انسانی کا وجود اس کرہ ارض پر موجود ہے امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام کی قربانی کی یاد تازہ ہوتی رہے گی۔

یوں تو حق وباطل کی جنگ ہر دور میں لڑی گئی ہے لیکن مختلف زمانوں میں نیکی اور بدی کی قوتوں میں جتنے بھی ٹکراؤ ہوئے ان کی نوعیت معرکہ کربلا سے بالکل مختلف اور جدا ہے کیونکہ معرکہ کربلا خالصتاً ایک ایسا معرکہ تھا جس کا مقصد دنیا سے ظالم وجابر اقتدار کو ختم کر کے سچائی کو بہر طور زندہ رکھنا تھا۔

اگر واقعات کربلا کا ایک نظر عمیق سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوجاتی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نیکی، روشنی اور سچائی کی خاطر ریگزار کربلا میں سر مقدس کٹایا تاکہ دین اسلام کی عظمت قائم ودائم رہے اور پیغمبر اسلام رحمت اللعالمین ﷺ نے انسانیت کی جو شمع روشن کی تھی وہ بجھنے نہ پائے بلکہ ہمیشہ فروزاں رہے۔

یزید اپنے باپ معاویہ کے بعد مسند خلافت پر بیٹھا اور اس نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے بھی بیعت کا مطالبہ کیا، چونکہ کوفہ میں حضرت حسین علیہ السلام کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس لئے انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو متعدد خطوط لکھے، جن میں یہ یقین دلایا کہ وہ بہر صورت آپ علیہ السلام کے ساتھ ہیں اور ان کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ کوفہ والوں کی طرف سے بار بار کوفہ آنے کی دعوت پا کر آپ علیہ السلام نے اپنے

چچازاد بھائی مسلم بن عقیل علیہ السلام کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے روانہ کر دیا۔

کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کے ہاتھ پر بہت سے لوگوں نے بیعت کر لی تو انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کے لئے لکھا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام مسلم بن عقیل علیہ السلام کے لکھنے کے مطابق سفر کوفہ کے لئے تیار ہو گئے۔

آپ علیہ السلام کے دوستوں اور رشتہ داروں کو جب آپ علیہ السلام کے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔

"کیا آپ علیہ السلام ایسے لوگوں میں جانا پسند فرما رہے ہیں جو دھوکہ باز ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ آپ علیہ السلام کو بلا کر کسی خطرے میں ڈال دیں۔"

غرض حضرت امام حسین علیہ السلام کے دوستوں نے بڑی کوشش کی کہ آپ علیہ السلام کوفہ نہ جائیں، مگر آپ علیہ السلام اپنے ارادے پر قائم رہے۔ جب آپ علیہ السلام روانہ ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پھر کہا۔

"اے ابن عم! عراق والے انتہائی مکار اور دھوکے باز ہیں، خدارا آپ علیہ السلام ان کے پاس نہ جائیں بلکہ یہیں قیام رکھیں۔ اہل کوفہ پر اعتماد کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔"

ان کی بات سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ "اے ابن عم اب میں ارادہ کر چکا ہوں۔"

اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

"اگر آپ علیہ السلام جانا ہی چاہتے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو اپنے ہمراہ نہ لے جائیے۔"

غرض بہت سے لوگوں نے آپ علیہ السلام کو کوفہ جانے سے روکا، مگر آپ علیہ السلام اپنے ارادے پر قائم رہ کر مکہ سے عراق کی جانب روانہ ہوئے مقام "اصفاح" پر آپ علیہ السلام کی ملاقات فرزدق نامی شاعر سے ہوئی۔

اس شاعر نے حضرت امام عالی مقام علیہ السلام سے کہا:

"حضور کوفہ والوں کے دل تو آپ علیہ السلام کے ساتھ ہیں، مگر تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔"

یہ سن کر آپ علیہ السلام نے کہا:

"تم ٹھیک کہتے ہو، مگر اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔"

یہ کہہ کر آپ علیہ السلام آگے چلے اور جب "زردر" کے مقام پر پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا اور اہل کوفہ خاموشی سے دیکھتے رہے آپ علیہ السلام نے حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کے قتل کی خبر سنی تو آپ علیہ السلام کو بڑا دکھ پہنچا۔ آپ علیہ السلام کے بعض ساتھیوں نے کہا کہ اب بھی وقت ہے کہ ہم واپس لوٹ چلیں اور اہل کوفہ کے مکر و فریب کا شکار نہ ہوں۔"

آپ علیہ السلام ابھی اس تجویز پر غور ہی کر رہے تھے کہ مسلم بن عقیل علیہ السلام کے عزیز پکار اٹھے:

"خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہ جائیں گے، بلکہ ہم انتقام لیں گے۔"

آپ علیہ السلام نے ان کی پکار سن کر کہا: "بے شک عقیل علیہ السلام کے بعد زندگی میں کوئی لطف نہیں۔"

آپ علیہ السلام جب قادسیہ سے کچھ آگے بڑھے تو حر بن یزید ایک ہزار فوج لئے ساتھ ہو گیا۔ اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہے اور جب تک انہیں عبیداللہ بن زیاد تک نہ پہنچا دے نہ چھوڑے، چنانچہ آپ علیہ السلام نے حر کے فوجیوں کے سامنے ایک خطبہ دیا:

"اے لوگو! میں خود بخود یہاں نہیں آیا، بلکہ مجھے تمہارے بے شمار خطوط پہنچے اور مجھے بار بار دعوت دی گئی کہ میں یہاں آؤں۔ اگر تم میری آمد پر ناخوش ہو تو میں واپس جانے کے لئے تیار ہوں۔"

حر کے ساتھیوں میں سے کسی نے بھی آپ علیہ السلام کی باتوں کا جواب نہ دیا۔ چنانچہ ظہر کے بعد عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حر اور اس کے ساتھیوں نے امام عالی مقام علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ علیہ السلام نے پھر ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! ہم اہل بیت تمام دعویداروں سے زیادہ حکومت کے مستحق ہیں لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرتے ہو تو ہم واپس جانے کے لئے تیار ہیں۔"

حر اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم کو صرف یہی حکم ملا ہے کہ ہم حر اور آپ علیہ السلام کو عبیدہ بن زیاد کے پاس پہنچائیں۔ حضرت حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ "یہ بات موت

سے پہلے ممکن نہیں۔"

چنانچہ آپ علیہ السلام جب روانہ ہونے لگے تو حر اور اس کی فوج نے آپ علیہ السلام کا راستہ روک لیا۔ آپ علیہ السلام نے حر سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو حر نے کہا۔ میں آپ علیہ السلام کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "میں ہرگز نہ جاؤں گا" اب بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ حُر نے کہا: مجھے آپ علیہ السلام سے جنگ کرنے کا حکم نہیں ملا مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ علیہ السلام کے ہمراہ رہوں۔ اگر آپ علیہ السلام اس بات کو پسند نہیں کرتے تو ایسے راستے کا سفر اختیار کیجئے جو نہ کوفہ کو جاتا ہو نہ مدینہ کو۔ اور آپ علیہ السلام ابن زیاد کو خط لکھیں ہو سکتا ہے اسی طرح کوئی بات بن جائے۔ راستے میں مختلف مقامات پر آپ علیہ السلام نے لوگوں کو مخاطب کیا۔ ان خطبات کو سن کر اکثر لوگوں کے دل دہل گئے۔ زہیر بن القین نے کہا:

"اے فرزند رسول اللہ ﷺ خدا آپ کے ساتھ ہو۔ اگر دنیا ہمیشہ رہنے والی ہو تب بھی ہم آپ کی حمایت کی خاطر اس جدائی کو گوارا کرنے کو تیار ہیں۔"

حُر بن یزید آپ علیہ السلام کو بار بار جنگ کے خطرات سے ڈراتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر آپ علیہ السلام جنگ کریں گے تو ضرور قتل کر دیے جائیں گے۔

آخر آپ علیہ السلام نے غصہ سے فرمایا: "کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ یاد رکھ میں وہی کہوں گا جو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دھمکی کے جواب میں کہا تھا کہ مرد کے لئے موت ذلت نہیں ہے جبکہ اس کا مقصد نیک ہو اور وہ اسلام کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو۔"

آپ علیہ السلام نے قیس بن مسہر کو قاصد بنا کر بھیجا تھا جسے عبداللہ بن زیاد نے قتل کر ڈالا تھا مگر آپ علیہ السلام کو قیس کے قتل کی خبر نہ ملی تھی۔ جب کچھ لوگوں نے آپ علیہ السلام کو قیس کے قتل کی خبر سنائی تو آپ علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ طرماح بن عدی نے اس موقع پر کہا۔ اے فرزند رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں آپ علیہ السلام بالکل تنہا ہیں آپ علیہ السلام کا کوئی ساتھی نہیں۔ میں آپ علیہ السلام کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اب اور آگے نہ بڑھئے۔ آپ علیہ السلام میرے ساتھ چلئے۔ میں آپ علیہ السلام کو "اجا" کی پہاڑی میں اتار دوں گا، جہاں چند روز میں بیس ہزار جانثار آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں گے اور کوئی آپ علیہ السلام کی طرف

آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے گا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے ہمارے اور ان کے درمیان ایک عہد ہو چکا ہے اس لئے ہم ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹیں گے۔"

موت آپ علیہ السلام کے سر پر منڈلا رہی تھی آپ علیہ السلام کو اپنی شہادت کا پورا پورا یقین ہو چکا تھا۔ "مقاتل" نامی مقام پر آپ علیہ السلام پر اچانک غنودگی طاری ہو گئی اور آپ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا، ایک سوار کہتا ہوا چل رہا ہے کہ "لوگ چلتے ہیں موت ان کے ساتھ چلتی ہے۔"

آپ علیہ السلام جب خواب سے بیدار ہوئے تو فرمایا: "بے شک ہم حق پر ہیں اس لئے ہمیں موت کی کوئی پروا نہیں۔"

صبح کے وقت آپ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو ادھر ادھر پھیلانا چاہا، مگر حُر نے آپ علیہ السلام کو ایسا نہ کرنے دیا۔ آخر کوفہ کی جانب سے ایک سوار آیا جس نے حُر کو سلام کر کے اسے ابن زیاد کا خط پیش کیا۔ جس میں تحریر تھا: "حضرت حسین علیہ السلام کو کہیں قیام نہ کرنے دو آپ علیہ السلام کھلے میدان کے علاوہ کہیں اترنے نہ پائیں۔ کسی قلعہ یا سرسبز مقام میں پڑاؤ نہ کر سکیں۔ میرا یہ قاصد تمہارے ہمراہ رہ کر دیکھے گا کہ تم کہاں تک میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو۔" حُر نے اس خط سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آگاہ کیا، اور کہا کہ میں آپ علیہ السلام کو کسی بے آب و گیاہ میدان میں اترنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔

زہیر بن القین نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ وہ فرات کے کنارے گاؤں میں قلعہ بند ہو جائیں۔ آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا۔ اس گاؤں کا نام کیا ہے۔ زہیر بن القین نے بتایا کہ اس کا نام "عقر" ہے۔ یعنی (کانٹا یا بے ثمر) یہ سن کر آپ علیہ السلام نے فرمایا: "عقر سے خدا کی پناہ۔"

دوسرے روز عمر بن سعد کوفہ سے چار ہزار فوج لے آیا۔ اس نے آتے ہی آپ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ علیہ السلام کیوں تشریف لائے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے جو جواب حر کو دیا تھا وہی سعد کو دیا۔ عمر بن سعد دل سے یہ چاہتا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے مڈبھیڑ نہ ہو اس لئے وہ اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ چنانچہ اس نے عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھ دیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے جیسے بھی ہو یزید بن معاویہ کی

بیعت لو۔ حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو پانی کا قطرہ تک بھی پہنچنے نہ پائے۔

اس حکم کے مطابق عمر بن سعد نے مجبوراً سپاہیوں کو گھاٹ پر بھیج دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہما کو بھیجا، ان کے ہمراہ تیس سوار اور بیس پیدل تھے جب یہ پانی لینے پہنچے تو عمر بن الحاج نے انہیں روکا، مقابلہ ہوا اور آپ پانی کی بیس مشکیں بھر لائے۔

شام کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات رات گئے تک جاری رہی۔ چنانچہ عمر بن سعد نے پھر یزید کو خط لکھا۔ ابن زیاد نے خط پڑھا تو حضرت حسین علیہ السلام کی شرطیں منظور کر لیں، مگر شمر ذوالجوشن نے مخالفت کرتے ہوئے کہا اگر حسین علیہ السلام بغیر اطاعت کئے چلے گئے تو کوئی بڑی بات نہیں کہ قوت حاصل کر لیں۔ بہتر یہی ہے کہ انہیں نکلنے نہ دیا جائے۔ ابن زیاد نے شمر کا یہ مشورہ قبول کرتے ہوئے خود شمر کو خط دے کر بھیجا کہ اگر حضرت حسین علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے خود کو ہمارے حوالے کر دیں تو جنگ نہ لڑی جائے اور انہیں میرے پاس بھیج دیا جائے اور اگر انہیں یہ بات منظور نہ ہو تو پھر جنگ ہی فیصلہ کرے گی اور شمر سے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر عمر بن سعد میرے حکم پر عمل نہ کرے تو اسے ہٹا کر خود فوج کی کمان کرنا اور حسین علیہ السلام کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔

شمر ذی الجوشن کی پھوپھی ام المومنین بنت خرام امیر المومنین علی علیہ السلام کی زوجہ تھیں اور حضرت عباس عبداللہ جعفر، اور عثمان ان کے بطن سے تھے جو کہ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ اس نے ابن زیاد سے درخواست کی تھی کہ اس کے عزیزوں کو امان دی جائے جسے اس نے مان لیا تھا۔ چنانچہ اس نے اس معرکہ میں ان چاروں صاحبزادوں کو بلا کر کہا۔ میں نے تمہارے لئے امان حاصل کر لی ہے۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ جب فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امان نہیں تو ہمیں اس سے کیا؟

نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے لشکر کو حرکت دی۔ حضرت عباس علیہ السلام بھی بیس سواروں کو لئے سامنے آئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حامیوں میں سے حبیب بن مظاہر نے کہا: "خدا کی نظر میں بدترین لوگ وہ ہیں جو اس کے پاس ایسی حالت میں پہنچیں، جب کہ ان کی آستینوں سے اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور کوفہ کے تہجد گزار عابدوں کا لہو ٹپک
ا۔"

ابن سعد کی فوج سے عروہ بن قیس نے جواب میں کہا۔ "شاباش خوب اپنی عظمت و برتری بیان کرو۔"

زبیر بن القین نے کہا۔ "اے عروہ خدا سے ڈر اور ان معصوموں کے قتل میں مدد نہ کر۔"

عروہ نے جواب دیا۔ "کیا آج سے پہلے تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حامی نہ تھے۔"

زبیر نے جواب دیا۔

"میں نے بے شک حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوئی خط نہیں لکھا۔ لیکن اب جب کہ ہم اکٹھے ہیں، میں آپ علیہ السلام ہی کی حمایتوں کو دین کی حمایت سمجھتا ہوں۔"

رات کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا، اور فرمایا:

"لوگو! میں سمجھتا ہوں کہ کل میرا اور ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ میری رائے میں تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔ میں تمہیں بخوشی رخصت کرتا ہوں۔ یہ لوگ صرف میری جان کے درپے ہیں۔ اس لئے میں تمہیں بخوشی واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔"

آپ علیہ السلام کا یہ خطبہ سن کر آپ علیہ السلام کے اہل بیت رنجیدہ ہوئے اور انہوں نے کہا۔

"خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے کہ ہم آپ علیہ السلام کے بعد زندہ رہیں، بخدا ہم آپ پر اپنی جان، مال، آل اولاد سب کچھ قربان کر ڈالیں گے۔"

حضرت حسین علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں نے ساری رات عبادت میں گزاری۔ صبح دسویں محرم کے روز نماز فجر کے بعد عمر بن سعد نے اپنی فوج کو آپ علیہ السلام کی جانب بڑھایا۔ آپ علیہ السلام نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں درست کیں۔ آپ علیہ السلام کے ساتھ کل ۳۲ سوار اور ۴۰ پیدل یعنی کل ۷۲، آدمی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے علم اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہما کے سپرد کیا۔ خیمے کے پیچھے خندقیں کھود کر اس میں بہت سا ایندھن ڈال کر آگ روشن کر دی گئی تا کہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

مخالف فوج سے شمر بن ذی الجوشن اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور آپ علیہ السلام کے خیموں کے گرد چکر کاٹ کر بولا۔ "اے حسین علیہ السلام! قیامت سے پہلے ہی تو نے آگ قبول کر لی۔"

حضرت امام عالی مقام علیٰ جدہ علیہ السلام نے جواب دیا:

"اے چرواہے کے لڑکے تو ہی آگ کا زیادہ حقدار ہے۔"

جب دشمن کا لشکر قریب آ گیا تو آپ علیٰ جدہ علیہ السلام اونٹنی پر سوار ہوئے۔ قرآن پاک سامنے رکھا اور دشمن کی فوج کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا:

"لوگو! عجلت نہ کرو، مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنے یہاں آنے کی وجہ بیان کر لینے دو، اور اگر تم میری مخالفت سے باز آ جاؤ تو یہ تمہاری خوش نصیبی ہو گی۔ اور اگر تم مجھے مہلت دیے بغیر مجھ پر ٹوٹ پڑو گے تو میرا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہو گا، جو کہ تمام نیکو کاروں کا مددگار ہے۔"

آپ علیٰ جدہ علیہ السلام کی یہ باتیں سن کر اہل بیت کے خیموں سے آہ بکا کی صدائیں آنے لگیں۔ آپ علیٰ جدہ علیہ السلام نے ان کی تسلی تشفی کے لئے اپنے بھائی عباس علیہ السلام اور اپنے فرزند علی علیہ السلام کو بھیجا اور پھر تقریر شروع کی۔

اے لوگو! "میرا حسب نسب یاد کرو، غور کرو میں کون ہوں، کیا تمہارے لئے میرا قتل اجب ہے، کیا میں تمہارے نبی ﷺ کی لڑکی کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا وہ قول میں سنا، جو آپ ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا تھا (کہ ہم جنت کے عمروں کے سردار ہیں) کہو آخر میرا قصور کیا ہے؟"

آپ علیٰ جدہ علیہ السلام کی ان باتوں کا کسی نے جواب نہ دیا۔ ابن سعد نے جب اپنی فوج کو آگے بڑھایا تو حُر بن یزید نے کہا۔ "کیا آپ اس شخص سے لڑائی کریں گے جو نبی ﷺ کی بیٹی کا بیٹا ہے۔" سعد نے اپنی مجبوری ظاہر کی۔ جس پر حُر نے حضرت حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ مہاجرین اوس نے پوچھا کیا تم حضرت حسین علیٰ جدہ علیہ السلام پر حملہ آور ہونا چاہتے ہو؟ حُر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میں تو جنت یا دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ بخدا میں نے جنت کا انتخاب کر لیا ہے چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔"

حُر نے یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑی لگائی اور حضرت حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کی خدمت میں آ پہنچا، پھر بڑی عاجزی سے کہا۔ "اے ابن رسول اللہ ﷺ! میں ہی وہ بد بخت ہوں جس نے آپ علیٰ جدہ علیہ السلام کو واپس جانے سے روکے رکھا واللہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ ایسا کریں گے تو میں ہرگز اس حرکت کا مرتکب نہ ہوتا۔ میں اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوں اور آپ علیٰ جدہ علیہ السلام کے قدموں

پر نثار ہونے کی اجازت چاہتا ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟"

حضرت حسین علیٰ جدہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ "ہاں تمہاری توبہ خدا قبول کرے گا۔"

سب سے پہلے عمر بن سعد نے اپنی کمان اٹھائی اور لشکر حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کی طرف تیر پھینکا۔ اب باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی دونوں طرف سے ایک ایک دو، دو جوان مقابلے کے لئے نکلتے رہے فوج یزید سے جو بھی مقابلہ پر آتا، مارا جاتا۔ آخر عمر بن سعد نے عام حملے کا حکم دیا۔ اب فوج یزید، حضرت حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کی مختصر جمعیت پر تابڑ توڑ حملے کرنے لگی تھی۔ اس معرکہ میں حُر کا گھوڑا زخمی ہو گیا۔ لیکن وہ شیر کی طرح لڑتے رہے۔ دشمن نے ایک دو مرتبہ خیموں کے عقب سے حملہ کرنا چاہا مگر منہ کی کھائی۔ زبیر بن القین شمر پر زبردست حملے کر رہے تھے۔ لیکن پھر دشمن کی کثیر فوج نے انہیں گھیرے میں ڈال لیا۔ حسینی فوج کے بہت سے لوگ قتل ہو چکے تھے۔ سپہ سالار حبیب بن مظاہر بھی شہید ہو گئے تھے۔ اب حُر بن یزید دشمنوں کی صفوں میں گھس کر انہیں قتل کر رہے تھے۔ وہ بلند آواز میں شعر پڑھ رہے تھے، جن کا مطلب یہ تھا: "میں نے حلف اٹھایا ہے کہ پیچھے نہ ہٹوں گا اور دشمنوں کا صفایا کرتا ہوا آگے بڑھتا ہوا شہید ہو جاؤں گا۔"

آخر حُر زخمی ہو کر گرے اور شہید ہو گئے۔ حضرت حسین علیٰ جدہ علیہ السلام کے تقریباً تمام ساتھی ایک ایک کر کے شہید ہو چکے تھے۔ اب بنی ہاشم اور خاندان نبوت کے لوگ رہ گئے تھے۔ چنانچہ اب آپ علیٰ جدہ علیہ السلام کے صاحبزادے علی اکبر علیہ السلام میدان میں آئے اور انہوں نے دشمنوں پر زبردست حملہ کیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آخر ایک خوبصورت جوان میدان میں آیا۔ وہ شیر کی طرح گرجتا ہوا دشمنوں پر ٹوٹ پڑا۔ عمر بن سعد نے اس کے سر پر تلوار مار دی، نوجوان زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ حضرت حسین علیٰ جدہ علیہ السلام قاتل پر جھپٹے۔ آپ علیٰ جدہ علیہ السلام کے وار سے قاتل کا بازو کٹ کر گر پڑا۔ حضرت حسین علیٰ جدہ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ یہ لڑکا کون ہے تو آپ علیٰ جدہ علیہ السلام نے بتایا، قاسم بن علی بن ابی طالب۔

اسی اثنا میں آپ علیٰ جدہ علیہ السلام کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپ علیٰ جدہ علیہ السلام کے پاس لایا گیا آپ علیٰ جدہ علیہ السلام نے اسے گود میں اٹھایا اور ابھی کان میں اذان دینے لگے تھے کہ ایک تیر آیا اور اس نومولود کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ بچہ تڑپ کر وہیں سرد ہو گیا۔ آپ علیٰ جدہ علیہ السلام نے تیر کھینچ کر گلے سے نکالا خون سے چلو بھرا اور بچے کے جسم پر مل کر فرمایا۔ "تو خدا کی نظر میں حضرت صالح کی

اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے۔"

اب حضرت حسین علیہ السلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے تھے۔ اور آپ علیہ السلام تنہا ریگ زار کربلا میں دشمنوں کے ٹڈی دل لشکر سے نبرد آزما تھے۔ آپ علیہ السلام پیاس کی شدت سے نڈھال ہو رہے تھے کہ اچانک ایک تیر آ کر آپ علیہ السلام کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے تیر کو کھینچ کر نکالا۔ دونوں چلو خون سے بھرے اور یہ خون آسمان کی طرف اچھالتے ہوئے فرمایا: "پروردگار عالم! میرا گلہ تجھ سے ہی ہے۔ دیکھ یہ لوگ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے سے کیا سلوک کر رہے ہیں۔"

اسی زخمی حالت میں جب آپ علیہ السلام اپنے خیمہ کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اس کے ساتھیوں نے پیچھا کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "اگر تم لوگ دین کو سامنے نہیں رکھتے تو دنیا وی شرافت کو سامنے رکھو اور میرے خیمے سے دور رہو۔"

شمر نے جواب دیا: "آپ علیہ السلام کا خیمہ محفوظ رہے گا۔"

دشمن اگر چاہتے تو فوراً حضرت حسین علیہ السلام کا سر تن سے جدا کر سکتے تھے، مگر کوئی بھی شخص اتنے بڑے گناہ کو اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوش نے کہا۔ اب انتظار کس بات کا کر رہے ہو۔

آگے بڑھو اور حسین علیہ السلام کا سر تن سے جدا کر دو۔ چنانچہ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ علیہ السلام کے دست مبارک کو زخمی کیا اور آپ علیہ السلام کے شانے پر تلوار ماری، آپ علیہ السلام لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گئے۔ سنان بن انس نخعی نے آگے بڑھ کر نیزے کا وار کیا تو آپ علیہ السلام زمین پر گر پڑے۔ پھر اس نے ایک شخص سے کہا: "آگے بڑھو اور سر تن سے جدا کر دو۔" وہ شخص آگے بڑھا، مگر اس کی جرات نہ ہوئی۔ سنان بن انس نخعی غصے سے دانت پیستا ہوا آگے بڑھا اور آپ علیہ السلام کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام کی نعش مبارک کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا گیا۔ پھر حضرت حسین علیہ السلام کے بہتر ساتھیوں کے سرکاٹ کر عبید اللہ بن زید کے پاس بھیج دیے گئے۔

چوں بگذر نظیری خونیں کفن بہ حشر
خلقے فغاں کنند کہ ایں داد خواہ کیست

کربلا کی معنوی تحقیق ۔۔۔۔۔۔ شہدائے کربلا معلیٰ

علامہ عبدالحق ظفر چشتی

مجاہدین اہل بیت رضی اللہ عنہم جو کربلا میں شہید ہوئے:

☆ حضرت سیدنا امام عالی مقام سید شباب اہل الجنۃ سید الشہداء حسین ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام۔
☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب علیہ السلام (حضرت کے حقیقی بھتیجے)
☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب علیہ السلام (عم زاد امام حسین علیہ السلام)
☆ حضرت سیدنا جعفر بن عقیل بن ابی طالب علیہ السلام (عم زاد امام حسین علیہ السلام)
☆ حضرت سیدنا محمد بن سعد بن عقیل علیہ السلام (برادرزادہ)
☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسلم بن عقیل علیہ السلام (برادرزادہ)
☆ حضرت سیدنا محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابن ابی طالب علیہ السلام (خواہرزادہ)
☆ حضرت سیدنا عون بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب علیہ السلام (خواہرزادہ)
☆ حضرت سیدنا ابوبکر بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (برادرزادہ حقیقی)
☆ حضرت سیدنا عمرو بن حسن بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام (برادرزادہ حقیقی)
☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (برادرزادہ حقیقی)
☆ حضرت سیدنا قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (برادرزادہ حقیقی)
☆ حضرت سیدنا محمد بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (علاقی برادران)
☆ حضرت سیدنا عثمان بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (علاقی برادران)
☆ حضرت سیدنا عثمان بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (علاقی برادران)
☆ حضرت سیدنا جعفر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (علاقی برادران)
☆ حضرت سیدنا عباس بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (علاقی برادران)
☆ حضرت سیدنا علی اکبر بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (صاحبزادہ امام علیہ السلام)
☆ حضرت سیدنا علی اصغر بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (صاحبزادہ امام علیہ السلام)

☆ حضرت سیدنا فیروز مولیٰ بن حضرت امام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام (صاجزادہ امام علیٰ جدہ علیہ السلام)

☆ حضرت سیدنا سعد بن حارث مولیٰ بن حضرت علی علیٰ جدہ علیہ السلام (صاجزادہ امام علیٰ جدہ علیہ السلام)

جان نثارانِ اہل بیت علیہم السلام جو میدان کربلا میں شہید ہوئے:

☆ حضرت زبیر بن حسان محمدی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت سعد بن حنظلہ تمیمی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت بریر بن خضیر ہمدانی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت وہب بن عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عمرو بن خالد صیدادی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت حلاس بن عمر مکی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عمیر بن عبداللہ مذحجی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت حماد بن انس محمدی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت وقاص بن مالک احمدی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت شریح بن عبید مکی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت مسلم بن عوسجتہ اسدی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت نافع بن ہلال جملی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت قرۃ بن ابی قرۃ غفاری رضی اللہ عنہ

☆ حضرت قیس بن منبع مدنی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت ہاشم بن عتبۃ مکی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت بشر بن عمرو حضرمی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت نعیم بن عجلان انصاری رضی اللہ عنہ

☆ حضرت زہیر بن القین رضی اللہ عنہ

☆ حضرت انس بن حارث اسدی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت حبیب بن مظاہر اسدی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت قیس بن ربیعی انصاری رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عبداللہ بن عروۃ بن صراق غفاری رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عبدالرحمن بن عروۃ بن صراق غفاری رضی اللہ عنہ

☆ حضرت جون بن جوی بن قتادۃ مولیٰ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ

☆ حضرت شبیب بن عبداللہ نہشلی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت قاسط بن ذہیر بن حارث تعلبی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت کردوس بن عتیق تعلبی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت کنانتہ بن عتیق تعلبی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت ضرغامتہ بن مالک تعلبی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عمرو بن ضبیعتہ صبعی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت یزید بن ثبیط العبدی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت جوین بن مالک قیس تیمی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عبداللہ بن مشبت قیسی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عامر بن مسلم عبدی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عبداللہ بن مشبت قیسی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت قعنب بن عمر نمری رضی اللہ عنہ

☆ حضرت سالم غلام آزاد عامر بن مسلم رضی اللہ عنہ

☆ حضرت سیف بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

☆ حضرت زہیر بن بشیر خشعمی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت یزید بن معقل جعفی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت حجاج بن مسروق موذن لشکر اسلام رضی اللہ عنہ

☆ حضرت مسعود بن حجاج تیمی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت منجح بن سہم بن عبداللہ عائدی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عمار بن حسان طائی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت جنادۃ بن حارث سلمانی اسدی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت جندب بن حجیر بن کندی رضی اللہ عنہ

☆ حضرت یزید بن زیاد مظاہر کندی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت طاہر غلام آزاد دین الحق خزاعی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت جبلۃ بن علی شیبانی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت مسلم بن کثیر اعرج ازدی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت زہیر بن سلیم بن عمرو ازدی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت قاسم بن حبیب بن ابی بشیر ازدی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عمرو بن جندب حضری رضی اللہ عنہ
☆ حضرت ابو ثمامۃ صائدی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت سلیم غلام آزاد حضرت امام حسین علیہ السلام
☆ حضرت قارب بن عبد اللہ غلام آزاد حضرت امام حسین علیہ السلام
☆ حضرت عروۃ غلام آزاد حُر بن یزید بن ریاح رضی اللہ عنہ
☆ حضرت مصعب برادر حُر ریاحی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت علی بن حُر بن یزید بن ریاحی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت حُر بن یزید ریاحی تمیمی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت سعید بن عبد اللہ حنفی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت شوذب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
☆ حضرت سیف بن حارث بن سریع ہمدانی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت مالک بن عبد بن سریع رضی اللہ عنہ
☆ حضرت محمد ابن مطاع انصاری رضی اللہ عنہ
☆ حضرت مقداد انصاری رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عمرو بن عبد اللہ صائدی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت حنظلۃ بن اسعد شیبانی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عبد الرحمن بن عبد اللہ اوجی رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عمار بن ابی سلامۃ انصاری رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عابس بن ابی شبی شاکری رضی اللہ عنہ

عصر حاضر میں پیغام حسینی کی معنویت

غلام نبی علیمی

۶ھ مطابق ستمبر ۶۸۱ء کو اسلامی حکومت کی باگ ڈور یزید پلید کے ہاتھ میں آتے ہی اسلامی اقدار و روایات کا دن دہاڑے خون ہونے لگا، خلافت ملوکیت میں ڈھلنے لگی، شہری آزادیوں پر پابندیاں عائد ہونے لگیں، زبانوں پر پہرے بٹھائے جانے لگے، حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا جانے لگا، رشتوں کا تقدس مجروح ہونے لگا، شریعت تابع فرمان شاہی ہونے لگی، شریعت محمدی میں یہ دخل اندازی اور خرافات کی آمیزش امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایک آنکھ نہ بھاتی اور یزید اپنی تمام تر خرافات وخواہشات کو شریعت کا لبادہ دینے پر تلا ہوا تھا اور اسی پر بس نہیں، بلکہ مظلوم کربلا امام حسین علیہ السلام سے بیعت کی شکل میں ان فواحش ومنکرات کی تائید وتوثیق بھی چاہتا تھا، جس کے لئے اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے رفقا کو مظالم کا نشانہ بنانے میں اپنے اقتدار کی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں، لیکن تاریخ دعوت وعزیمت کے امام نے نااہل حکومت وقیادت کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے، بھلا آغوش نبوت میں پرورش پانے والے حسین علیہ السلام سے یہ کب ممکن تھا کہ وہ اپنے نانا جان کی شریعت کو طبیعت سے بدلنے والے کی تائید وحمایت کرتے، یزید کی ہزار ریشہ دوانیوں کے باوجود حضرت امام حسین علیہ السلام صبر وعزیمت کے کوہ ہمالہ بن کر اپنی اور اپنے عزیز واقارب کی قربانی پیش کر کے دین محمدی کو صبح قیامت تک تحریف وتغیر سے بچالیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی یہ شہادت تاریخ دعوت وعزیمت کی ایک عظیم ترین قربانی ہے، جس کے پیچھے ذاتی اقتدار ومفاد کی کوئی خواہش کارفرما نہ تھی، بلکہ دین حق کی حفاظت و صیانت کا جذبہ اپنا کام کر رہا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے یزید کی بیعت سے سدا انکار کیا اور اس راہ میں اپنی اور اپنے عزیزوں کی جانوں کا نذرانہ مسکرا کر پیش کر دیا، جو در اصل یزید کا مقصود اصلی تھا، جس کے لئے اس نے اہل بیت بالخصوص امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے جاںنثار رفقا کو اپنی تمام تر ستم رانیوں کا تختۂ مشق بنایا اور اپنی ابدی بدبختی اور شقاوت کا کھلا مظاہرہ

کر کے اپنی کتاب زیست میں ایک سیاہ و شرمناک باب کا اضافہ کیا، جس پر تاریخ انسانی آج بھی شرمسار ہے اور صبح قیامت تک یزید پلید کی بہیمانہ درندگیوں پر لعنت و پھٹکار بھیجتی رہے گی، جب کہ امام عالی مقام علی جدہ علیہ السلام اپنی کتاب زندگی میں دعوت و عزیمت، خلوص وللہیت اور صبر و رضا، شجاعت و بہادری، حق گوئی و بے باکی کی ایسی بے مثال تاریخ رقم فرما گئے، جس سے حق گوئی و بے باکی، انسداد ظلم و استبداد اور امن آفرینی کے مطالبات پر جمے اور ڈٹے رہنے کا پیغام قیامت تک نشر ہوتا رہے گا اور مظلوم و مقہور انسانیت کو ہر فرعون وقت کے استحصالی نظام اور نااہل قیادت کے پنجے مروڑنے کا درس دیتا رہے گا اور بے مایگی و بے سروسامانی کے عالم میں بھی اس کے اندر اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے بے پایاں جذبوں اور حوصلوں کا صور پھونکتا رہے گا۔

آج جب بھی ماہ محرم جلوہ کناں ہوتا ہے، مظلوم کربلا امام حسین علی جدہ علیہ السلام کی قربانیاں ہمارے سامنے پیغامات کا ایک دفتر وا کرتی نظر آتی ہیں اور ریگزار کربلا کے ذرے ذرے اور شہدا کے خون کے قطرے قطرے سے یہ پیغام نشر ہوتا ہے کہ اے اہل بیت کے فدائیو! جب کوئی فرعون مزاج اپنے مفاد و نفس پرستی کی خاطر دین کو بیچ رہا ہو، لوگوں کے ضمروں کا سودا کر رہا ہو، شریعت کو اپنی طبیعت سے بدل رہا ہو، اسلامی آئین و اقدار پر شب خون مار رہا ہو اور اس کی دہشت و بربریت سے جبین انسانی لہولہو ہو رہی ہو تو ہزار مصائب و خطرات کے باوجود کبھی اعلان حق و صداقت سے گریز نہ کرنا اور کسی حال بھی ظالم و جابر حکمراں کے مفاد کی خاطر دین کو لٹنے نہ دینا، بلکہ اگر تمہاری حق گوئی و بے باکی کے باوجود بھی ستم گر اپنے شیطانی منصوبوں کی تکمیل سے باز نہ آئے اور دہشت و بربریت کے سہارے اپنی خواہشات کا تاج محل تعمیر کرنے کا خواب دیکھ رہا ہو تو تم کسی مایوسی و ناامیدی کے شکار نہ ہونا، بلکہ مظلوم کربلا کی صعوبتوں اور مشقتوں کو یاد کر کے ہر زخم سہ لینا؛ ہر ستم گوارہ کر لینا، مگر دین و شریعت کو تحریف و تبدل کی نذر ہونے سے بچا لینا اور کبھی بھی دینی و ملی اور اجتماعی مفادات کو شخصی مفاد کی قربان گاہ پر بھینٹ نہ چڑھنے دینا، ہر گھڑی ہر آن حق گوئی و جرات و بے باکی اور صبر و رضا کا عملی پیکر نظر آنا، خواہ اس راہ میں تمہیں اپنی اور اپنی اولادوں کی قربانیاں ہی کیوں نہ دینی پڑیں، کیوں کہ ایک کامل مسلم کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ خدمت دین کی راہ میں مصائب و مشکلات کی گھڑیوں میں بھی مسکرا کر اپنے مشن کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور اس کے بے پایاں حوصلوں اور امنگوں کے آگے اقتدار و سطوت کا ہر ظلم و ستم اور موانع و مشکلات کا ہر طوفان بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے اور وہ ہر ظالم و ستم گر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ کہنے کی جرات رکھتا ہے:

دب کے رہنا ہمیں نہیں منظور ظالمو! جاؤ اپنا کام کرو

کربلا کے ذروں کی یہی پکار ہے کہ جانثارانِ اسلام کو اسباب پر نہیں، خالق اسباب پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور احقاق حق و ابطال باطل میں کسی ظلم پیشہ کی ستم رانی کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہئے، بلکہ ہر طاغوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے شیطانی مشن کی تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے، تاکہ عالمی منظرنامے پر اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے خوشگوار اثرات پیدا ہوں اور اسلام کے عظمت و وقار میں چار چاند لگ سکے۔

واقعہ کربلا کے منصفانہ جائزے سے ہمارے سامنے تین رہنما اصول آتے ہیں (۱) اللہ و رسول پر کامل ایمان و ایقان (۲) سخت سے سخت حالات و مشکلات میں بھی جادۂ ایمان پر ثبات و استقلال (۳) ترویج و اشاعت دین کی خاطر جانوں کا نذرانہ پیش کرنا۔

اگر ان پیغامات کی گہرائیوں میں اتر کر عصر حاضر کا غائرانہ مطالعہ کیا جائے تو ہمیں یہ معلوم کرنے میں دیر نہیں لگے گی کہ یزید کے وہ جرائم و معائب جن کی بنیاد پر حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام کو کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر یزیدیوں کے مقابل صف آرا ہونا پڑا تھا، وہ معمولی اور غیر اہم نہیں تھے، یزید تارک نماز، شراب نوش اور بندر نچایا کرتا تھا، رقص و سرود کی محفلوں کا بھی دل دادہ تھا اور اس قسم کے بہت سارے وہ امور جو ناجائز و حرام ہیں، ان سے اس کا دامن آلودہ تھا اور ان فواحش و منکرات کے ارتکاب کے باوجود وہ حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام سے اپنی بیعت لے کر دین اسلام کی آفاقی اقدار کو ہمیشہ ہمیش کے لئے مجروح کر دینا چاہتا تھا، لیکن حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام نے ایک فاسق و فاجر کی بیعت سے صاف انکار کر کے اس کے فسق و فجور کے خرمن کو ہمیشہ کے لئے پھونک دیا اور یزید پلید کی نااہل قیادت و حکومت پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ یزید قیامت تک کے لئے تاریخی و فکری موت مر گیا اور اس کی سیاہ کتاب زندگی کے اوراق اس پر صبح قیامت تک لعنت و ملامت کی پھوار برساتے رہیں گے اور اب قیامت تک کوئی دوسرا یزید شریعت مصطفوی کے ساتھ تلبیس ابلیس کا گناؤنا کھیل کھیلنے کی جسارت نہیں کر سکے گا، یزید پلید کے مقابل تاجدار عزیمت حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام کا یہ اقدام اسلام کے مستقبل کی حفاظت کی خاطر تھا، کیوں کہ آپ کی نگاہ ولایت دیکھ رہی تھی کہ آج یزید کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے کا مطلب صرف اہل بیت کی شکست نہیں، بلکہ حق و صداقت کی شکست اور اسلام و قرآن کی شکست ہے، اسلامی اقدار و روایات کی شکست ہے، اس لئے اگر جان جاتی ہے تو جائے اور

جانثاران اہل بیت جام شہادت نوش کرتے ہیں تو نوش کرلیں، خاندانِ رسالت کی شگفتہ کلیاں بظاہر پژمردہ ہوتی ہیں، تو ہو جائیں، لیکن اسلامی اقدار و روایات کا خون نہ ہو اور دین محمدی پر حرف نہ آنے پائے، تاکہ قیامت تک شہدائے کربلا کا خون شیدائیان اسلام کی رگوں میں دین کی تبلیغ و ترسیل اور تحفظ و بقا کی خاطر سرفروشی و جاں سپاری کا جذبہ فراواں پیدا کرتا رہے اور زندگی کے ہر اس نازک اور خطرناک موڑ پر جب ان کا دین خطرات کی زد میں ہو، یا ان کا تشخص اور وجود و بقا طوفانوں کی گرفت میں آئے، یا روحانیت پر مادیت و نفسانیت کو فوقیت دی جانے لگے، تو کربلا کے شہیدوں کے خون کی لالی ان کے دلوں میں سرفروشی کی تمنا پیدا کرتی رہے اور وہ اسلام اور مسلمانوں کی تعمیر و ترقی اور تحفظ و بقا کی راہ میں کسی بھی نوعیت کی مایوسی اور اضمحلال کے شکار نہ ہوں، بلکہ جہاد زندگانی میں باطل کے خرمنوں کو پھونکنے کی خاطر سرگرم عمل ہو کر مستانہ وار یہ صدا بلند کرنے کا اپنے اندر حوصلہ پیدا کرسکیں:

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے دیکھنا ہے زور کتنا بازوے قاتل میں ہے

شہدائے کربلا کے مصائب اور عصر حاضر کے مسلمانوں کے مسائل میں بظاہر تو اختلاف ضرور ہے، تاہم ان کی نوعیت میں کافی حد تک ہم آہنگی پائی جاتی ہے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حق کی ترویج و اشاعت اور تحفظ و بقا کی خاطر اپنی اور اپنے جانشاروں کی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا اور آپ نے یزید پلید کی مٹی صرف اسی لئے پلید فرمائی کہ وہ شریعت مصطفوی کے ساتھ کھلواڑ کر رہا تھا اور عملی طور پر سرکاری سطح سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے کی مہم چھیڑ رکھی تھی، لیکن کیا آج یزیدیت بھی یزید کی مثل قابل نفریں ہے؟ اور یزیدی عادات و اطوار کے والہ و شیدا ہمارے معاشرے میں نہیں پائے جا رہے ہیں؟ کیا آج دین محمدی کا کھلے عام مذاق نہیں اڑایا جا رہا ہے؟ کیا آج بدیاں ہم میں نہیں فروغ پا رہی ہیں؟ کیا جاہ و منصب طلبی اور مفاد پرستی کے جرائم سے ہم کنارہ کش ہیں؟ کیا آج مساوات و تکریم انسانی کی سرعام دھجیاں نہیں بکھیری جا رہی ہیں؟ کیا آج شراب و کباب کے رسیا معاشرے کو رسوا نہیں کر رہے ہیں؟ کیا آج رقص و سرود کے ہنگامۂ رستاخیز سے ہمارا سامنا نہیں ہے؟ کیا آج مغربی عادات و اطوار اور فیشن پرستی کی یلغار ہمارے گھروں میں نہیں ہے؟ اور کیا آج مذہب بیزاری ہماری سرشت کا حصہ نہیں بنتی جا رہی ہے؟ اگر ہاں تو پھر کیا وجہ ہے کہ جب ماہ محرم جلوہ بار ہوتا ہے تو ہم شہدائے کربلا کو خراج عقیدت پیش کر کے خاموش ہو جاتے ہیں اور عملی اقدام سے کوسوں دور رہتے ہیں، محض شہدائے کربلا

کو خراج عقیدت پیش کرنے سے شہدا کی ارواح کو وہ خوشی نہیں حاصل ہوگی، جو پیغام حسینی کی گہرائیوں میں اتر کر عبرتوں کے موتی چننے اور عملی اقدام کرنے سے ہوگی، اگر امت مسلمہ صحیح معنوں میں دور حاضر میں اپنے موجودہ مسائل و مشکلات کا حل تلاش کرنا چاہتی ہے، تو اسے شہدائے کربلا کی مثل طوفانوں کی زد پر شمع رشد و ہدایت جلانی ہوگی، شہدائے کربلا نے یزید بداطوار کے طوفان بدتمیز کے زد پر چراغ حق و صداقت جلایا تھا، اسے اپنی نفسانی خواہشات، حق تلفی، ظلم و جور، بدخواہی و بداندیشی، ریاکاری، جاہ و منصب طلبی، مادیت کوشی، فیشن پرستی، فسق و فجور اور دیگر امراض روحانی و جسمانی کی زد پر نیکوکاری، جرات و بے باکی، حق و صداقت عدالت و وفا شعاری، خیر خواہی و خیر اندیشی اور باہمی اخوت و محبت کا وہ چراغ جلانا ہے، جس کی روشنی دین کے بھٹکے ہوئے مسافروں کے لئے نشان منزل اور کفر و الحاد کی دیو داسیوں کے لئے خضر راہ بن جائے۔

گویا امام عالی مقام علیہ السلام نے یزید کو معنوی شکست دے کر یزیدیت کو شکست دیا ہے اور وہ بھی عزیمت پر عمل کرتے ہوئے برسر میدان، آج ہمیں بھی یزیدیت سے لڑائی لڑنی ہے، یزیدیت کا پہرہ ہمارے اندرون خانہ بھی ہے اور بیرون خانہ بھی، سب سے پہلے ہمیں اپنے اندرون خانہ پرورش پا رہے بدکرداری و بداطواری کے یزیدی جذبات کو فنا کرنے کے لئے زہد و ریاض کے ذریعہ تزکیۂ نفس کرنا ہے، تاکہ ہمارا باطن مزکی و مصفی ہو جائے اور پھر ہمیں بیرون ذات سب سے پہلے اپنے گھر کو یزیدی عادات و اطوار سے پاک کرنا ہے، پھر اپنے معاشرے میں ایک دوسرے کو حق و صداقت کی تعلیم دینی ہے اور لوگوں کی جبین زیست سے جہالتوں کا داغ دھبہ کھرچ کر پھینکنے کی بھرپور کوشش کرنی ہے، جوش خلقی و خوش کرداری، خیر خواہی و خیر اندیش کے مظاہر سے اتحاد و یگانگت کے گل بوٹے اگانے ہیں اور الحاد و بے دینی کے خلاف اجتماعی و انفرادی طور پر صف آرا ہونا ہے، اگر ہم اس پیغام حسینی پر عمل کرلیں گے تو صحیح معنوں میں یہی حضرت امام حسین علیہ السلام کی روحانی مسرت اور تمام شہدائے کربلا کی خوشنودی کی ضمانت ہوگی اور ہمارے اندر تیقظ و بیداری کی وہ لہر اٹھے گی، جو بالآخر ہمیں ہماری عظمت رفتہ سے ہم آغوش کرا سکے گی۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین علیہ السلام

شہدائے کربلا نے جو جنگ لڑی تھی، وہ نہایت کس مپرسی کے عالم میں لڑی تھی اور اس وقت مقابلہ یزید اور اس کے لشکر سے تھا اور آج مقابلہ فیشن پرستی، الحاد و بے دینی، حقوق کی پامالی اور ظلم و استحصال سے ہے، اس وقت مقابلہ یزیدی حکومت قبول کرنے اور اس کی نااہل قیادت کے

حضور سر تسلیم خم کرنے کا تھا اور آج مغرب پرستی اور باطل افکار و نظریات کا طوق گلے میں ڈالنے کا ہے، شہدائے کربلا نے اپنی بے بضاعتی اور بے مایگی کے باجود مایوسی اور ناامیدی سے اپنا دامن بچائے رکھا اور ہمیں بھی ہزار مسائل و مشکلات کے باوجود مایوسی اور ناامیدی کے مہلک مرض سے خود کو دور رکھنا ہوگا، انفرادی اور اجتماعی طور پر استطاعت بھر زندگی کی نیکی و بدی کی جنگ لڑنی ہے۔

مظلوم کربلا امام عالی مقام حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام نے حق و صداقت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جو بے مثال قربانی پیش فرمائی ہے، وہ نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری انسانیت کے لئے اپنے اندر سرمدی پیغامات کا ایک جہان سمیٹے ہوئے ہے، بالخصوص شجاعت و بسالت، انصاف و عدالت اور امن آفرینی کے مطالبات کا ایک خوبصورت مرقع ہے، جس میں پوری انسانیت کے لئے یہ درس موجود ہے کہ مظلوم اپنے جادۂ حق و صداقت پر ڈٹا رہے اور سر مو بھی اس سے انحراف نہ کرے اور اس راہ میں اپنی عددی قلت اور اسباب حرب و ضرب کے فقدان سے کبیدہ خاطر اور دل برداشتہ نہ ہو اور تمام امور خدائے وحدہ لاشریک کے حضور نیاز مندانہ سپرد کر کے حکیمانہ انداز میں اپنے مشن کی پیش رفت جاری رکھے تو رحمت خداوندی از خود دستگیری فرمائے گی اور ظلم و استبداد کی آندھیوں میں بھی چراغ مصطفوی جلتا رہے گا اور حق کی متلاشی سعید روحوں کو حق و ہدایت کی تابانی عطا کرتا رہے گا، کربلا کے ذرے اور شہدا کے خون کے قطرات آج ہم سے یہی تقاضا کر رہے ہیں، اگر ہم نے ان تقاضوں کو پورا کرنے کی ٹھان لی تو قطعی طور پر ہم اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ و بقا اور ترویج و اشاعت کے میدان میں کوئی قابل قدر کارنامہ انجام دے سکیں گے، جو شہیدان باوفا کی بارگاہوں میں بھی بہترین خراج عقیدت ہوگا۔

گویا جب تک اس دنیا میں حق تلفی، ناانصافی، باطل پرستی اور ظلم و استحصال کی شرمناک روایات پائی جائیں گی، اس وقت تک پیغام حسینی کی معنویت کے آگے پوری دنیا سر تسلیم خم کرتی رہے گی اور اگر بالفرض اس روئے زمین پر کوئی ایسا معاشرہ بھی رونما ہو جائے، جس میں بدی کی کوئی روایت نہ ہو اور ظلم و استحصال کی کوئی تصویر نہ نظر آئے، تب بھی حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام کی اس عظیم المثال قربانی میں جو خدا شناسی اور دین شناسی کے معانی و اسرار و رموز کے علاوہ دیگر عرفانی حقائق و محرکات پائے جاتے ہیں، ان کی بنیاد پر پیغام حسینی کی معنویت روز بروز بڑھتی ہی جائے گی اور انسانیت تا صبح قیامت ان کی عظمتوں کو سلام کرتی رہے گی۔

علامہ اقبال اور ذکر حسین علی جدہ علیہ السلام

(چند اشعار کی تشریح و توضیح)

محمد شریف بقا

قربانی (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) قربانی (حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام):

سرِّ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود

الفاظ کے معانی:

سرِّ ابراہیمؑ و اسمٰعیل علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا راز یعنی باطنی مفہوم۔ بود: تھا۔ اجمال: اختصار۔ را: کو۔ تفصیل بود: مفصل تھا۔

مطلب:

حضرت امام حسین علی جدہ علیہ السلام کی قربانی کا یہ واقعہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا راز تھا (آئینہ دار تھا) یعنی واقعہ کربلا، حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیل تھا۔

تشریح:

علامہ اقبال کے اس شعر میں دو بنیادی باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پہلی بات کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ قربانی سے ہے۔ قرآن مجید میں اس کا جو تذکرہ کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے اپنے فرزند ارجمند سے یہ واقعہ بیان کیا اور اس کی رضا کرنا چاہی تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بخوشی اس حکم الٰہی کی تعمیل کرنا

چاہی۔ جب باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگا تو ندائے غیب آئی اے ابراہیم علیہ السلام تو نے اپنا خواب سچا کر دیا۔ بیٹے کی جگہ اب ایک دنبہ ذبح کرنے کو کہا گیا۔ پوری تیاری کے باوجود یہ قربانی بروئے کار نہ آئی کیونکہ اس سے مقصود امتحان محبت الٰہی تھا نہ کہ فرزند کی قربانی۔

علامہ اقبال کی رائے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کا واقعہ تو مجمل تھا کیونکہ یہ قربانی سے خالی تھا۔ وہ واقعہ کربلا کو اس کی تفصیل قرار دیتے ہیں کیونکہ میدان کربلا میں بھی امتحان صبر و اطاعت تھا جو عملاً وقوع پذیر ہوا دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہاں تو صرف اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی درکار تھی مگر واقعہ کربلا میں نہ صرف حضرت امام حسین علیہ السلام راہ حق میں عملاً قربان ہوئے بلکہ انہیں کے جاں نثار ساتھیوں نے بھی جام شہادت نوش کیا تھا۔ یہاں علامہ اقبال بعض مفسرین کی اس رائے سے متفق نظر آتے ہیں۔ واقعہ کربلا وہ فدیہ ہے جسے قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (الصافات:۱۰۷) اور ہم نے اسے ذبح عظیم کے طور پر فدیہ کیا۔

وہ اپنے ایک شعر میں اس پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین علیہ السلام، ابتداء ہے اسمٰعیل

عزم، بہادری، بے خوفی:

عزم او چون کوہساران استوار
پایدار و تند سیر و کامگار

الفاظ کے معانی:

عزم او: اس کا عزم، اس کا ارادہ۔ چوں کوہساراں: پہاڑوں کی مانند۔ چوں: کی طرح۔
کوہساراں: کوہ ہسار (پہاڑ) کی جمع۔ استوار: مضبوط۔ پائیدار: اپنی جگہ قائم، اپنے موقف پر ڈٹا ہوا۔
تندسیر: تیز رفتار۔ کامگار: کامیاب۔

مطلب:

ان کا عزم پہاڑوں کی طرح محکم، مضبوط، تیز رفتار (جمود سے خالی) اور کامیاب تھا۔

تشریح:

اس شعر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی چند نمایاں ترین خوبیوں کا تذکرہ ہے خصوصاً ان کا جو میدان جنگ میں کام آئی تھیں۔ علامہ اقبال ان کے کردار کی عظمت اور ارادے کی پائیداری کو یوں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) شہید کربلا کا عزم پہاڑوں کی طرح مضبوط تھا اس لئے انہوں نے بڑی بہادری اور بے خوفی کے ساتھ آخری دم تک یزید کے باطل نظریے اور جبری بیعت سے انکار کیا اور اس راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں، پریشانیوں اور مصیبتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

(۲) جس طرح پہاڑ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا اس طرح امام ذی وقار بھی اپنے مسلک حق پرستی پر قائم رہے اور اپنے درست موقف سے ہرگز نہ ہٹے۔

(۳) ان کا عزم نہ صرف پائیدار تھا بلکہ یہ تندسیر بھی ثابت ہوا۔ تندسیر ہونے کا مطلب ہمیشہ متحرک اور باعمل رہنا اور ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے بلند، پاکیزہ اور صحیح مقاصد کے حصول سے غافل نہ ہونا ہے۔

(۴) علامہ موصوف نے ان کے عزم کو "کامگار" یعنی کامیاب قرار دیا ہے۔ ظاہری اور عارضی طور پر تو وہ یزید کو پوری طرح شکست نہ دے سکے مگر باطنی طور پر وہ شہید ہو کر اپنے نیک مقصد میں کامیاب ہوئے۔ شہادت سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہو سکتی ہے۔ ان کی زندگی باشرف، بامقصد اور خدا پرستی کی آئینہ دار تھی کیا یہ کامیابی نہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام رہتی دنیا تک زندہ رہے گا اور ان کے عقیدت مند واقعہ کربلا کا ذکر کرتے رہیں گے جو ہمیشہ حق پرستوں کے لئے مشعل راہ بن کر بے شمار انسانوں کو سرخرو بناتا رہے گا۔

اسلامی تعلیمات، اسوۂ رسول ﷺ

تیغ بہر عزت دین است و بس
مقصد او حفظ آئین است و بس

الفاظ کے معانی:

تیغ: تلوار۔ بر عزت دین: دین کے غلبہ کے لئے۔ بر: کی خاطر، کے لئے۔ عزت دین:

دین کا غلبہ، اسلام کی بالادستی۔عزت: غلبہ۔برتری: دین۔دین اسلامی۔است: ہے۔و: اور۔مقصد او: اس کا مقصود۔حفظ آئین: آئین (اسلامی) کی حفاظت۔حفظ: حفاظت۔آئین: اسلامی قوانین: شریعت اسلامیہ۔

مطلب:

تلوار صرف اسلام کے غلبہ کے لئے استعمال کرنی چاہئے یہی بات کافی ہے۔تلوار کے استعمال کا مقصد اسلامی آئین کی حفاظت کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

تشریح:

اس سے قبل اسی نظم میں علامہ اقبال کے اس نظریے کا اظہار کر چکے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی جدوجہد کا مقصد دنیاوی اقتدار کا حصول نہیں تھا بلکہ انہوں نے اسلامی تعلیمات اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں یہ اقدام کیا تھا۔اگر ان کا مقصد حکومت ہوتا تو وہ اتنی چھوٹی جماعت اور مختصر ساز و سامان کے ساتھ کبھی گھر سے نہ نکلتے۔اس بات کی وضاحت کے لئے وہ اس شعر میں کہتے ہیں کہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کی رو سے ذاتی، نمود و نمائش یا شہرت طلبی کے لئے تلوار اٹھانا درست نہیں۔اسلام کسی قسم کی جارحیت کی اجازت نہیں دیتا۔ظلم و تشدد یا جارحیت کو روکنے کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے۔علامہ موصوف اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"Defensive war is certainly permitted by the Quran but the doctrine of aggressive wars against unbelievers is wholly unauthorized by the Holy Book of Islam."

(Islam as a Moral and Political Ideol)

وہ دین کے غلبہ اور اسلامی آئین کی حفاظت کے سلسلے میں تلوار کے استعمال کی ان الفاظ میں مشروط کرتے ہیں:

ایں دو قوت حافظ یک دیگر اند
کائنات زندگی را محوراند

(جاوید نامہ)

یہ دو طاقتیں تیغ اور قرآن ایک دوسرے کی محافظ ہیں اور زندگی کی کائنات کا محور ہیں۔

اسلامی آئین کے غلبہ و فروغ اور اس کی حفاظت کے لئے قوت نافذہ لازمی ہے اس طرح تیغ کے غلط استعمال کو روکنے کے لئے قرآنی آئین کا نفاذ بھی ضروری ہے۔

حقیقی فرمانبردار:

ماسوی اللہ را مسلمان بندہ نیست
پیش فرعونی سرش افگندہ نیست

الفاظ کے معانی:

ماسوا اللہ: اللہ کے علاوہ، غیر اللہ، باطل نظام۔را: کو۔بندہ نیست: غلام نہیں ہے۔بندہ: غلام۔است: ہے۔پیش فرعونے: کسی فرعون کے سامنے، کسی ظالم حکمران کے سامنے۔سرش: اس کا سر۔افگندہ نیست: جھکا ہوا نہیں ہے۔افگندہ: گرا ہوا، عاجز۔

مطلب:

(سچا) مسلمان اللہ کے علاوہ کسی اور کا غلام نہیں! اس لئے اس کا سر کسی فرعون کے سامنے جھکا (گرا) ہوا نہیں ہونا چاہئے۔

تشریح:

اس شعر میں ملت اسلامیہ کے ترجمان اور مفکر اسلام علامہ اقبال نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ خدا کا حقیقی فرمانبردار مسلمان خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی غلامی اختیار نہیں کر سکتا کیونکہ اسلام اور غیر اللہ کی بندگی دو متضاد (چیزیں) ہیں۔کیا ہم روزانہ اپنی نماز میں اللہ تعالیٰ سے یہ اقرار نہیں کرتے کہ ہم صرف تیری ہی عبادت یعنی غلامی اختیار کریں گے؟ جب ہم سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں "ایاک نعبد" (اے اللہ! ہم تیرے ہی غلام ہیں) عبادت محض نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ تک ہی محدود نہیں۔یہ لفظ ہماری تمام سرگرمیوں اور اعمال اور افکار پر محیط ہے اس لحاظ سے ہم تمام باطل معبودوں کو چھوڑ کر صرف خدائے واحد ہی کے پرستار اور بندے ہیں۔

اس شعر کے دوسرے مصرع میں شاعر نے یہ کہا ہے کہ سچا مسلمان چونکہ خدا تعالیٰ کا غلام اور پرستار ہے اس لئے وہ کسی فرعون اور ظالم طاقت کے سامنے اپنا سر نہیں جھکا سکتا۔خدائے

واحد کی بارگاہ میں ہمارا ایک حقیقی، پرخلوص اور عاجزانہ سجدہ ہمیں بہت سے آقاؤں کی غلامی سے نجات دلاتا ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے خود کہا ہے:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں اسی اسلامی حقیقت اور تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اپنی شہادت کو تو قبول کرلیا لیکن باطل کی غلامی اختیار نہ کی۔

"ایمان کی تازگی":

تار ما از زخمه اش لرزان هنوز
تازه از تکبیر او ایمان هنوز

الفاظ کے معانی:

تارِ ما: ہمارے (ساز کے) تار۔ از: سے۔ زخمہ اش: اس کا زخمہ۔ اس کا معراب۔
زخمہ: معراب، ستار بجانے کا آلہ (چھلا) لرزاں: کانپتا ہوا، ہلنے والا۔ ہنوز: ابھی تک۔ از تکبیر او: اس کی تکبیر (نعرہ) سے۔ تکبیر: اللہ اکبر کہنا، خدا کی کبریائی کا اعلان کرنا۔

مطلب:

ہمارے (ساز کے) تار ابھی تک اس (حضرت امام حسین علیہ السلام) کے معراب سے ہل رہے ہیں اس کے نعرہ تکبیر سے ابھی تک ہمارا ایمان تازہ ہے۔

تشریح:

اس شعر میں ملت اسلامیہ کے اس غمگسار اور واقف اسرار اسلام شاعر نے حادثہ کربلا کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس بات کو بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی قربانی کی بدولت ہمارے دل و دماغ میں جو انقلابی جذبات پیدا کئے ہیں وہ ابھی تک ہمیں متاثر کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے شعر میں انہوں نے کہا تھا کہ شام، بغداد اور غرناطہ کی گذشتہ شان و عظمت تو ختم ہو چکی ہے مگر واقعہ کربلا کی یاد ختم نہیں ہوئی۔

اس شعر کے پہلے مصرع میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی

معراب سے ہمارے دل کے سازے تاروں میں جو حرکت پیدا کی تھی وہ ابھی تک لرزاں ہیں یعنی ان کے انقلابی عمل سے ہمارے اندر جو جذبات اور احساسات پیدا ہوئے تھے وہ ابھی تک اس سے اثر پذیر ہیں ہمارے دلوں میں بھی باطل نظام کے خلاف انقلاب آفریں جذبات جنم لے رہے ہیں اس لحاظ سے امام عالی مرتبت کے انقلاب کی یاد ہمارے اندر جا گزیں ہے۔ شام بغداد اور غرناطہ کی گذشتہ عظمت تو یاد نہیں رہی لیکن واقعہ کربلا ہمیں اب تک بخوبی یاد رہا ہے۔

نغمے بے تاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لئے
اک ذرا چھیڑ تو دے تشنہ معراب ہے ساز

علامہ اقبال کے شعر کے دوسرے مصرع میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی تکبیر کو ہمارے ایمان کی تازگی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ تکبیر کے نعرہ میں اللہ اکبر کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جن میں خدائے واحد کی کبریائی، عظمت اور بڑائی کا اعتراف کرتے ہوئے اسے ہر ایک چیز پر ترجیح دی جاتی ہے۔ امام موصوف نے خدا کی کبریائی کے عقیدے کا عملی اظہار میدان کربلا میں پوری توانائی، قوت اور عزم راسخ کے ساتھ کیا تھا۔ اس واقعہ سے خدا پر توکل اور اس کی خاطر قربانی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے جو ہمارے ایمان کی تازگی اور پختگی کا مؤثر ذریعہ بن رہا ہے۔

قاتل حسین ملعون ہے

حافظ امام سمہودی کا ارشاد ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک اس شخص پر لعنت بھیجنا جائز ہے جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا یا شہید کرنے کا حکم دیا یا اجازت دی یا خوش ہوا بلکہ اس پر بھی لعنت ہے جس نے یزید کی فوج کو بڑھایا اگرچہ جنگ نہ کی کیونکہ اس سے اہل بیت کو اذیت پہنچی۔ پس بے شک امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ملعون ہیں۔ لعنتی ہیں۔

محدث ابن جوزی فرماتے ہیں کہ تمام پرہیزگار علماء جن میں حضرت امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں نے لعنت بر یزید کو جائز کہا ہے۔

محرم کا مہینہ

رسمِ شبیرؓ جگانے کے لیے
ہم نے غم سارے زمانے کے "لیے"

منزلیں بن گئیں خود جادۂ شوق
ابنِ زہراؓ! تجھے پانے کے لیے

کربلا! تیری صدا کافی ہے
ساری دنیا کو جگانے کے لیے

کج اداؤں سے نبٹنا سیکھو
حق پرستی کو بچانے کے لیے

پھر محرم کا مہینہ آیا
حشر سینے میں اُٹھانے کے لیے

اشک کے روپ میں ہے ذکرِ حسینؓ
آنکھ کا نور بڑھانے کے لیے

تیرا کردار و عمل، آفاقی
تیرا پیغام، زمانے کے لیے

اک قیامت سے گزرنا ہوگا
درِ شبیرؓ تک آنے کے لیے

تشنگی اپنی گوارا کر لی
پیاس خنجر کی بجھانے کے لیے

جان، حق کے لیے دینی ہوگی
سلسلہ اُن سے ملانے کے لیے

کربلا تک کا سفر ہے درپیش
بس نصیرؔ اُٹھتے ہیں، جانے کے لیے

(حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۰

منظومات

معدوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلین
اس نور کی جلوہ گہہ تھی ذاتِ حسنین علیہما السلام
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے
آدھے سے حسن علیہ السلام بنے آدھے سے حسین علیہ السلام

(امام احمد رضا خان فاضل بریلوی)

حسن ترتیب

اے جمالت لمع شمع من رایٰ

یا شہید کربلا یا دافع کرب و بلا
گل رخا شہزادہ گل گوں قبا امداد کن

اے حسینؓ اے مصطفیٰ ﷺ را راحتِ جان نورِ عین
راحت جاں نورِ عینم دہ بیا امداد کن

اے زحسن خلق و حسن خلق احمد نسخہ
سینہ تا پا شکل محبوب خدا امداد کن

جانِ حسن ایمانِ حسن وایکانِ حسن ایشانِ حسن
اے جمالت لمع شمع من رایٰ امداد کن

جانِ زہراؓ و شہید زہر را زور و ظہیر
زہرت از بار تسلیم و رضا امداد کن

اے بواقع بیکسان دہر را زیبا کسے
وے بظاہر بیکس دشت جفا امداد کن

اے گلویت گہ لبان مصطفیٰ را بوسہ گاہ
کہ لب تیغ لعیں را حسرتا امداد کن

اے تن تو گہ سوار شہسوارِ عرش تاز
گہ چناں پامال خیل اشقیاء امداد کن

اے دل و جان با فدائے تشنہ کامی ہائے تو
اے لبت شرح رضینا بالقضا امداد کن

اے کہ سوزت خان مانِ آپ را آتش زدے
گر نبودے گریۂ ارض و سما امداد کن

اے چہ بحر و تفتگی کوثر لب و ایں تشنگی
خاک بر فرق فرات از لب مرا امداد کن

ابر گوہر گر مہارد نہر گوہر گر مریز
خود لبت تسلیم و فیضت حبذا امداد کن

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کربلا نامہ

کر تحریر شبیرؓ دا صدمہ اے قرطاس بحکم ربانی
جو کجھ ظلم ستم بن حیدرؓ پر کیتا اس قوم شیطانی
حال ملال توں آل نبیؐ دا کاشف کر سب راز نہانی
گوشے جگر بتولؓ ملول تے جو ورتی سب ظلم کہانی
منکر خاص یزید ہویا کیتی رب رسولؐ تھیں روگردانی
دشمن خاص نبیؐ سرور دا دوزخ اس دی جگہ پچھانی
اصغرؓ نیک سیر دے گل پر ظالم کس وگائی کانی
میں قربان اس جان نبیؐ تے آہی ڈاڈھی خشک دبانی
اخی عباسؓ شناس مراتب خاص امام دا با دربانی
پاک امامؓ اکرام دے اتوں چا کیتی زندگی قربانی
سین سکینہؓ بے کینہ دا ماشکی تھیا واہ نیک پیشانی
وقت شہادت نیک بعادت سین آہی ڈاڈھی گریانی
بعد تیرے عم جان میرے دت کون پلیسی آ کر پانی
قسم خدا دی رسم جفا دی ویکھ میری دل ہے اُورانی
لاش عباسؓ تے سین سکینہؓ نہیں لکھدی ایہہ قلم نمانی
جھل کر سختی کربل والی ہوئے شہید ہن چڑھی جوانی
دتی جان صغیراں پیراں آہے وانگ جو گل بستانی
ویکھ قضیے تے تصدیعے صابر رہیا بتولؓ دا جانی
اللہ اکبر زیر خنجر دے پڑھدا رہیا امام حقانی
نوش پیالہ موتو! والا کوچ کیتا از دنیا فانی
ماتم وچہ حسینؓ دے رلے وحش طیور تے جن انسانی
کیڈا شان نبیؐ سرور دا خدمت گار ہن ملک نورانی

کرن غلامی دعویٰ در پر سبحان اللہ ایہہ شان عیانی
دوش مبارک احمدؐ سرور ہوئے سوار شہزادے آہنی
زلفاں پکڑ مُہار بناون پاک رسولؐ نبیؐ لاثانی
ہے افسوس تے دوس شمر پر کیس کیڈی بے فرمانی
نال چالاکی چڑھیا چھاتی اوہ نمرود ظلم دا بانی
کیتی وصف احد خود احمدؐ ویکھو کھول آیات قرآنی
ہے سرتاج لولاک لما کا ملیا طرفوں ذات رحمانی
راکب دوش محمدؐ دے نوں قتل کیتا کافر سقرانی
حالت ویکھ بھرا اپنے دی رو زینبؓ خاتوں گرلانی
نہ کجھ رحم کیتو نے مطلق سین آہی جد وچہ گریانی
وہندیاں پاک جناب زینبؓ دے چا کیتی تیغ اس روانی
سر تقدیر شبیرؓ آہی جیویں پاک خدا اکبر نوں بھانی
صابر ہو کر بھار اٹھایا سین خاتونؓ دی پاک نشانی
شمر شریر بے پیر منافق رد ہویا از در سبحانی
کیتس جلد روانہ خنجر کر کے رب دی بے فرمانی
پاک اجسام شبیر علیؓ پر ظالم کردے تیر نشانی
بے حد موذیاں ظلم کمائے کیا کہاں ہُن حال زبانی
صدمے قید مصیبت والے بے حد ڈٹھے زہراؓ ثانی
نہ کجھ کلمہ سخت سنایا صابر رہیاں درد رنجانی
رنی سین او درد رنجانی جیوں کر بارش دی طغیانی
سجدے دے وچہ سیس کٹایا پاک امام علیؓ دے جانی
حوراں پریاں ماتم کیتا بھی رنے خود ملک آسمانی
ہاں بردا میں بے شک در دا خویش قبیلہ کراں قربانی
دین نبیؐ دا ہیں لجپالی یا یاشاہ حالی پیر حقانی
کر مشکل حل پل وچہ میری کر دے دور ضرور حیرانی

کر منظور سوال فضلؔ دا شاہ مدنی فیض رسانی
ہے دربار مقدس عالی کر دے ملک قصیدہ خوانی

(حضرت قطب الاقطاب پیر سائیں قطب علی شاہ بخاری)

☆☆☆

تسکین جانِ فاتح خیبر حسینؓ ہے — نورِ نگاہِ بنتِ پیمبر ﷺ حسینؓ ہے
لختِ وجودِ ساقی کوثر حسینؓ ہے — اِک رازِ دارِ حکمتِ داور حسینؓ ہے
خوشبو سے جس کی اب بھی معطر ہے یہ جہاں — باغِ رسولؐ کا وہ گل تر حسینؓ ہے
اُمید و بیم وحسرت و غم کے ہجوم میں — وجہ قرارِ خاطرِ معطر حسینؓ ہے
منزل نہ کیسے پھر مرے قدموں کو چومتی — سفرِ حیات میں مرا رہبر حسینؓ ہے
جاہ و حشم کو اس نے پس پشت رکھ دیا — راضی بحکمِ خالقِ اکبر حسینؓ ہے
غفراں مآب جس کے فضائل کا تذکرہ — کانِ وفا کا گوہرِ برتر حسینؓ ہے
فیض الامیں کو خوف ہو کیا روزِ حشر کا — حامی جو پیشِ داورِ محشر حسینؓ ہے

(صاجزادہ پیر فیض الامین فاروقی۔ ایم اے)

☆☆☆

رضائے حق ہے رضائے نبی و آل نبیؐ — وِلائے حق ہے ولائے نبیؐ و آل نبی
وما رمیت کو پڑھ کر یہ راز فاش ہوا — لِقائے حق ہے، لقائے نبی و آل نبی
انہیں کے گھر میں ہی نازل ہوا کلام اللہ — انہیں کے گھر سے ہدایت ملی، جسے بھی ملی
نجات انہیں سے ہے وابستہ بحرِ ظلمت میں — بغیر اِن کے نہ کشتی کوئی بھی پار ہوئی
صداقت اور عدالت انہیں پہ ہے نازاں — امامت اور ولایت کے ہیں مدار یہی
گواہ اِن کی طہارت پہ آیہ تطہیر — نشان ان کی شہادت سے کربلا کی گلی
سیادت اِن کی مسلم ہے دونوں عالم میں — غلام اِن کے ہیں شاہ و گدا، فقیر و غنی
شجاعت اِن کی ہے ضرب المثل زمانے میں — لقب انہیں کا ہے شیر خدائے لم یزلی
سخاوت اِن کی، خدا کی قسم کہ کیا کہنا — "نہیں" تو ان کی زبان سے نہیں کسی نے سنی
ہیں علم ظاہر و باطن کے بحر بے پایاں — خدا نے اِن کو سمجھائے ہیں رازہائے خفی

نہیں جو ان سے تعلق تو "فیض" کچھ بھی نہیں — کہ دین اِن کے سوا ہے تمام بُولہبی

☆☆☆

کیا مہربان مجھ پر ہے یا رب کریم ناس
مداحِ حسینؓ کے انجم مجھے ہیں راس
احساس مجھ کو ہوتا ہے تقبیل عرش کا
کرتا ہوں جب تراب غضائر کا میں مماس
دنیا میں جا کے ناعتِ محبوبِ حق بنوں
میں نے بلیٰ کے بعد کی تھی التماس
لیکن فیوض نعت سے ہوں منقبت نگار
اس میں نہیں ذرہ برابر بھی التباس
ہوں مدحت حسینؓ سے فرحان و شاد کام
پاس آئیں میرے کیسے زمانے کے حزن و یاس
اے یار دل سے مان خدا دے تجھے امان
دیں کی دم حسینؓ سے محکم ہوئی اساس
مشکوٰۃِ نور آل رسول کریم ﷺ ہے
نبرا اِس نور سے ہی میں کرتا ہوں اقتباس
اک تھا مقاصد ایک تھا مداح اہل بیت
ادراک کیسے کرتا فرزدق کا ذونواس
کردارِ حر سے ہم پہ یہ ظاہر ہوا کہ وہ
تھا مردِ رشد، مرد خدا، مرد حق شناس
جب سوچتا ہوں جس میں ہوتا ہے التہاب
کس طرح ہو گا حشر میں ظالم کا احتباس
کیسے بچیں گے حشر میں طاغوت کے مرید
حشراتِ ارض کھائیں گے جن کا لحد میں ماس

اللہ کے حبیب تو ہے فخرِ انبیاء
لیکن تیرے حسینؓ کا کس پہ کروں قیاس؟
کوئی مجھے ضریحِ حسینی پہ لے چلے
ناظمؔ غمِ حسینؓ میں رہتا ہوں میں اداس

(الحاج بشیر حسین ناظمؔ

☆☆☆

عنواں ہے جس کا نام، شہادت کے باب کا
اب تک ملا جواب نہ اس لاجواب کا
باطل کی یورشوں سے بھلا کیا ڈرے گا وہ
رگ رگ میں جس کی خوں ہے رواں بوتراب کا
مر جائے راہِ حق میں جو، مرتا نہیں کبھی
یہ فیصلہ اٹل ہے خدا کی کتاب کا
وہ خدوخالِ حسنؓ وہ شبیر کا جمال
ہے آئینہ جمالِ رسالت مآبؐ کا
کرب و بلا کی خاک پہ کملا گیا وہ پھول
شرمائے جس کے سامنے چہرہ گلاب کا
کہتے ہیں کتنے فخر سے اس کو حسین ہم
جنت کی چھاؤں عکس ہے جس آفتاب کا
میرا حسینؓ مجھ سے ہے میں ہوں حسینؓ سے
یہ قول ہے جنابِ رسالت مآبؐ کا
آقا حسینؓ ہیں میرے مولا حسینؓ ہیں
کوئی بھی غم نہیں مجھے روزِ حساب کا
مثلِ حسینؓ گھر بھی لٹے تو لٹائیے
حاصل یہی ہے عشقِ خدا کے نصاب کا

خالدؔ لٹائے آنکھ نے جب بھی اشکِ غم
نکھرا ہے اور رنگ میرے اضطراب کا

(جناب خالد محمود خالدؔ)

☆☆☆

داستاں ہے رہنمائے ارتقاء شبیر کی
دیکھنا تکریم تم روزِ جزاء شبیر کی
ہر دلِ ذی ہوش میں پائی ولا شبیر کی
دہر کی ہر چیز ہے مدحت سرا شبیر کی
داستانِ عزم ہے تسخیر زا شبیر کی
تھے سخی تھے متقی پا مرد تھے فیاض تھے
سیرتِ شاہِ ہدیٰ تھی رہنما شبیر کی
دودمانِ سرورِ کونین ﷺ کے رکنِ رکیں
ذاتِ والا تھی قریبِ کبریا شبیر کی
شفقتیں حاصل رہیں شیرِ خدا کی اور ہوئی
فاطمہؓ کی گود میں نشوونما شبیر کی
کربلا تاریخِ دینِ حق کا عنوانِ جلی
اس کا نکتہ مرکزی ذاتِ علا شبیر کی
کہکشانِ صبر و ہمت پر ہیں ان کے نقشِ پا
کس قدر روشن ہے راہِ اتقا شبیر کی
خوابِ غفلت سے جگا ڈالا ضمیرِ وقت کو
کیوں نہ ہوں ممنون سب خلقِ خدا شبیر کی
بے وفائی کے نہ ہو سکتے تھے ساتھی مرتکب
جب مسلم دینِ حق سے تھی وفا شبیر کی
صبحِ طیبہ ختم کرنے کو چلی تھی فوجِ شام

ذات سد راہ تھی لیکن خوشا شبیر کی
ہاتھ میں سرور کی تقدیس قرابت لے چلی
کربلا کو خوئے تسلیم و رضا شبیر کی
حوصلوں نے جنت کی اوج شہادت چھو لیا
ہے حیات جاوداں یا ہے قضا شبیر کی
ڈھائی کٹیا موت کی وا کر دیا باب حیات
مثل لا پائے گا کیا کوئی بھلا شبیر کی
تھے ادھر ہفتاد و دو بندے ہزاروں تھے ادھر
پر خدائے پاک نے باندھی ہوا شبیر کی
لاؤ لشکر جیت وقتی پا کے ہارا تا ابد
تھے مدد پر کبریا و مصطفیٰ شبیر کی
ہم نہیں تھکتے انہیں کہتے ہوئے اپنا امام
پر کہاں اعمال میں ہے اقتداء شبیر کی
ظلم کی آتش کا ذکر اور چشم شبنم کا بیان
خامۂ محمودؔ پر ہے یوں ثناء شبیر کی

(شاعر حمد و نعت: جناب راجا رشید محمود)

☆☆☆

اصولِ حق، متاعِ لا الہ، بنیاد ایمان
وجود شاہ، لالہ رو، ثبوت فتح رحمانی
حسینؓ ابن علیؓ نے کربلا میں دی وہ قربانی
کرے گی ناز جس پر تا قیامت نوع انسانی
ہے نام پاک اس کا استعارہ حق اور نصرت کا
وہی قرآن گویا ہے وہی ہے نور عرفانی
سکھایا موت کو کس نے سلیقہ زندگانی کا
سنائیں کس نے نوک نیزہ پر آیات قرآنی

سہارا کس نے مظلومان عالم کو ہے یوں بخشا
یزیدان جہاں کی کانپتی پھرتی ہے سلطانی
رہ حق میں کٹانا سر، نہ باطل کے لئے جھکنا
ورائے زندگی اک زندگی کی نوع لافانی
محلات یزیدی گھٹتے گھٹتے مٹ گئے یکسر
حسینی خیموں کی بڑھتی رہی ہر سو فراوانی
حسینی شان تو ہے جاودانی اور سلطانی
یزید اول سے آخر تک پشیمانی پریشانی
قدم دوشِ پیمبرؐ پر، تو سر ہو نوک نیزہ پر
سکھائے کس نے بے خوفی کو یہ انداز تابانی
نبیؐ سے ہو وہ اور اس سے نبیؐ ہو، بے گماں انورؔ
نہیں اس شان و عظمت میں کوئی شبیرؓ کا ثانی

(جناب افضال احمد انورؔ)

☆☆☆

شکست شب کی خبر ہے سحر کا تارا ہے
حسین صبح درخشاں کا استعارا ہے
ہر ایک دور کی ہوتی ہے کربلا اپنی
ہر ایک دور نے شبیر کو پکارا ہے
کوئی حسین ہو سچے کھرے اصولوں کا
کسی یزید کو یہ کس طرح گوارا ہے
وہ جس پہ راہنمائی جبین کرتے ہیں
خدا کا شکر وہی راستہ ہمارا ہے
کبھی نہ دامن شبیر چھوڑنا خرمؔ
یہی تو سیل بلا خیز میں کنارا ہے

(جناب خرم خلیق)

ثنائے آل محمد کا افتخار ملا
خدا کا شکر یہ اعزاز بار بار ملا
عروج و اوج کے سب ممکنہ حوالوں سے
نبی کے گھر کو ہر اک فرد شاہکار ملا
غمِ حسینؓ کسوٹی ہر ظرفِ انساں کی
جو دل بھی اس سے تہی ہے وہ داغدار ملا

☆☆☆☆

صبر کی ہر انتہا سے ماورا رکھا گیا
مرحلہ جو پیشِ شاہِ کربلا رکھا گیا
خاک میں شامل ہوئی خونِ ابوطالب کی باس
اور اس کا نام پھر خاکِ شفا رکھا گیا

☆☆☆☆

کر کے نظامِ شر تہہ و بالا حسینؓ نے
گرتے ہوئے بشر کو سنبھالا حسینؓ نے
اُس سے یزید تب بھی ہراساں تھا اب بھی ہے
تاریخ کو دیا جو حوالہ حسینؓ نے

☆☆☆

خدام و غلام ابوذر نکل آئے
ہم سب تو مقدر کے سکندر نکل آئے
اس بات کا آندھی کو گماں بھی نہیں ہو گا
لو ایک تھی فانوس بہتر نکل آئے

☆☆☆

قدرت کا ایسا کب کوئی شاہکار اور ہے
دنیا میں کب حسینؓ سا کردار اور ہے
صد شکر دھڑکنوں میں ہے شامل مگر حسینؓ
دل ہے کہ تیرے غم کا طلب گار اور ہے
شب تو نواحِ روضۂ عباس میں تھا میں
اے خواب دیکھ اب میری رفتار اور ہے
چھوٹے سے میرے گھر پہ علم جب سے سج گیا
اُس دن سے شوکتِ در و دیوار اور ہے
للکار کر کہا علی اصغر نے فوجِ شام!
اک ہاشمی جوان طرحدار اور ہے
تاریخ نے تڑپ کے کہا شامِ کربلا!
کیا اس کے بعد بھی کوئی آزار اور ہے؟
وہ بھی بہت کڑی تھی جو گزری حسینؓ پر
پر، ابتلائے عابدِ بیمار اور ہے
میں کر رہا تھا اشکِ عزا نذرِ مصطفیٰ
آئی صدا کہ ایک خریدار اور ہے
انجمؔ ہیں کربلا کے تسلسل میں ہم صدا
اور کربلا میں جیت کا معیار اور ہے

(جناب انجم خلیق)

☆☆☆

کثرت کے ساتھ ہم ہیں نہ لشکر کے ساتھ ہیں
ہر کربلا میں ہم تو بہتر کے ساتھ ہیں
ہر آنے والا عہد ہے عہدِ حسینیت
بچے تمام تر علی اصغر کے ساتھ ہیں

ہوتا ہر اک سفر میں ہے مجھ پر اثر حسین کا
رنج سفر کا اک سبب رنج سفر حسین کا
ظلم کبھی کیا نہیں ظلم پہ چپ رہا نہیں
مجھ کو حیا حسین کی، مجھ کو ہے ڈر حسین کا
کب مدحت شبیر کی تکمیل ہوئی ہے
لکھا ہے ہزاروں نے مگر تشنہ لبی ہے
حق بات کے اعلان سے رک جاتے وہ کیسے
گھٹی میں لعاب دہن مصطفویؐ ہے
کوئی یزید تو بیعت طلب نہیں کوثر
تمام شہر میں کیوں شور یا حسین کا ہے
نبی حسین کا ہے اور خدا حسین کا ہے
یہ دل اسی لئے مدحت سرا حسین کا ہے
بجھا نہ تھا جو بجھایا گیا شب عاشور
ہر اک ضمیر میں یہ روشن دیا حسین کا ہے
زمانہ بند گلی ہے فنا مقدر ہے
کھلا ہوا ہے تو بس راستہ حسین کا ہے

(جناب کوثر علی کوثر)

☆☆☆

یزید کو مصلحت ستم کی جہاں ذرا بھی ابھارتی ہے
حسینؓ ابن علیؓ کو تاریخ حق وہیں پر پکارتی ہے
حسینؓ کا راستہ جدا ہے یزید کا راستہ جدا
لپا ہوا غم کی تیرگی سے کھلا کھلا چاند ہو نہ پایا
دلوں کے گھاؤ کا درد چمکا تو پھر کبھی ماند ہو نہ پایا
وفا کا احساس فیصلے کا ورق ورق خوں سے لکھ رہا ہے
حسینؓ کا راستہ جدا ہے یزید کا راستہ جدا

محیط ہیں چارسُو پہ پہرے نمی سے پیاسے الگ رہے ہیں
طلب کی معصوم تشنہ کامی کے سب تقاضے سُلگ رہے ہیں
فرات کی اس لہو ترائی میں ایک غازی اتر گیا ہے
حسینؓ کا راستہ جدا ہے یزید کا راستہ جدا
وہ چمچماتے لہو کا خورشید حشر تک اوج پر رہے گا
زمانہ کوئی بھی ہو یزیدوں کا یہ بھرم ٹوٹ کر رہے گا
کوئی تقابل کی بات بھی ہے یزید گالی نہیں تو کیا ہے؟
حسینؓ کا راستہ جدا ہے یزید کا راستہ جدا
مرے تصور کا پردہ داروں کے عزم پر دم نکل نہ جائے
خلوص کی حدتِ شہادت میں لمحہ لمحہ پگھل نہ جائے
درِ شہِ کربلا پہ نادرؔ سر عقیدت جھکا ہوا ہے
حسینؓ کا راستہ جدا ہے یزید کا راستہ جدا

(جناب نادر جاجوی)

☆☆☆

مصداق حرف آیۂ تطہیر ہیں حسین
مرآۃ لا الٰہ کی تنویر ہیں حسین
آئینہ استعانت صبر و صلوٰۃ کا
آیاتِ بینات کی تفسیر ہیں حسین
اک لازوال خواب کی تعبیر ہیں حسین
سیرت میں خلق سرورِ کونین ہیں حسین
صورت میں بھی حضور کی تصویر ہیں حسین
ریحان و روح و گلشن سلطان دو جہاں
خوشبوئے خلد عدن کی تشہیر ہیں حسین
پردیس میں ہر ایک غریب الوطن کا ناز
تشنہ لبی کی دہر میں توقیر ہیں حسین

سیراب کر دیا چمن دین مصطفی
تا حشر روحِ نعرۂ تکبیر ہیں حسین
ہر ظلم کے خلاف ہے تحریک کربلا
دستِ قضا میں صورتِ شمشیر ہیں حسین
اس دور میں بھی جبر کا قائل ہے ہر یزید
اس عہد میں بھی لائق تعزیر ہیں حسین
شب ہائے یاس میں بھی نئی صبح کی امید
شادابئ حیات کی تدبیر ہیں حسین
حاصل ہے مجھ کو بیعت شبیر کا شرف
شہزادؔ میں مرید ہوں اور پیر ہیں حسین

(جناب شہزاد مجددی)

☆☆☆

نہ ہوں جو ختم وہ دائم تیرے فسانے ہیں
حسین سارے زمانے تیرے زمانے ہیں
ہمارے دکھ ہیں تیرے دکھ سے منسلک سارے
ہمارے دل میں تیرے غم کے شامیانے ہیں
یہ آنسوؤں کی نہیں موتیوں کی مالا ہے
ہمارے اشک تیری یاد کے خزانے ہیں
اگرچہ چاروں طرف اب بھی کربلائیں ہیں
ہمارے لب پہ تیری فکر کے ترانے ہیں
بس ایک نور شہادت ہے مستقل روشن
یہ تخت و تاج کے وارث تو آنے جانے ہیں
تو سربلند ہے دونوں جہاں میں مولا
سوار جن کا ہے تو وہ نبیؐ کے شانے ہیں

ہر ایک نسل ہے شامل تیرے غلاموں میں
نثار تجھ پہ ہمارے سبھی گھرانے ہیں
حسین ہم سرِ نیزہ بھی تیرے ساتھی ہیں
ہمارے سر بھی اٹھا لے جسے اٹھانے ہیں

(جناب زاہد فخری)

☆☆☆

وہ دیار ہمہ اسرار بھی دیکھا جائے
افق وقت کے اس پار بھی دیکھا جائے
عازم کرب و بلا بھی ہو کبھی ذوق جنوں
مشہدِ سید ابرار بھی دیکھا جائے
ہو کے دنیا کے علائق سے کبھی بیگانہ
خود کو آزاد و سبکبار بھی دیکھا جائے
جذب و مستی کے کسی عالم حیرت زا میں
عشق کا قافلہ سالار بھی دیکھا جائے
جس کی ضو سے ہے شبستانِ امامت روشن
وہ علیؓ کا در شہوار بھی دیکھا جائے
جس کی تخلیق پہ نازاں ہے خدائے عالم
دست قدرت کا وہ شہکار بھی دیکھا جائے
پسر فاطمہؓ کے خال و خد رعنا میں
جلوۂ حیدرِ کرار بھی دیکھا جائے
علی اصغرؓ سے ہو معصوم پہ جب بندشِ آب
جوشِ عباسؓ علمدار بھی دیکھا جائے
جب جھلتے ہوئے خیموں کی طنابیں ٹوٹیں
چہرۂ عابد بیمار بھی دیکھا جائے

دل میں جب درد کوئی تشنہ لبوں کا جاگے
گریۂ دیدۂ خونبار بھی دیکھا جائے
جن پہ سورج کی کرن بھی نہ پڑی تھی، ان کو
پا بہ جولاں سر بازار بھی دیکھا جائے
اُس کے دیدار کا ارماں نہ ہو پورا افضلؔ
یہ الگ بات ہے کہ سو بار بھی دیکھا جائے

☆☆☆

محیط جاں اندھیروں میں ضیائیں بانٹ دیتا ہے
وہ مہتاب عطا اپنی عطائیں بانٹ دیتا ہے
بچانے کے لئے کرب و بلا سے اپنی امت کو
جگر گوشوں میں اپنے کربلائیں بانٹ دیتا ہے

(جناب افضل خاکسارؔ)

☆☆☆

اے خاک کربلا تو اُس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشۂ بتول
اسلام کے لہو سے تری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسولؐ
کرتی رہے گی پیش شہادت حسینؓ کی
آزادیٔ حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کی قبول
ہے داستان دراز بھی اور دل گداز بھی
لیکن کہاں سے گن کے دیا جائے یہ اصول

(ظفر علی خاںؒ)

☆☆☆

قرآن کی توہین کو شبیر نہ مانے
شیطان کے آئین کو شبیر نہ مانے
قرآن کے قوانین و مضامین ازل پر
ابلیس کی تضمین کو شبیر نہ مانے
جو سر پہ پڑا کوہِ الم جھیل لیا وہ
پر فتنہ فتین کو شبیر نہ مانے
ہر تیر جفا سینہ گلگوں سے لگایا
سلطانیٔ بے دین کو شبیر نہ مانے
خوں اپنے سے رنگین کیا کرب و بلا کو
الحاد کی تزئین کو شبیر نہ مانے
آغوش میں قربان کیا نور نظر کو
بے نور قوانین کو شبیر نہ مانے
خوں اپنے سے مضمونِ وفا لکھا ولیکن
بے ربط مضامین شبیر نہ مانے
اسلام کی گردن پہ چھری چلتا تھی جس سے
اُس فتویٔ سنگین کو شبیر نہ مانے
پیغام دیا سایۂ تلوار میں حق کا
گستاخ فرامین کو شبیر نہ مانے
قانون محمدؐ کا طلب کرتے تھے صائم
کرائی سلاطین کو شبیر نہ مانے

☆☆☆

حسین ابن علیؓ عالی مقام اے کربلا والے
درود اے ھل اتی والے سلام اے کربلا والے
پرستاران وحدت کے لئے شمع ہدایت ہے
تیرا صبر و سکون اے کربلا والے
ازل سے آج تک ایسا کوئی منظر نہیں ملتا
لب دریا بہتر تشنہ کام اے کربلا والے
شہیدوں کے لہو سے ثبت ہے قرطاس عالم پر
تیرے عزم مصمم کا دوام اے کربلا والے
تمہاری یاد سے تاباں ہیں سینے سوگواروں کے
تمہاری یاد ہے ماہِ تمام اے کربلا والے
تمہاری سوگواری روح کی تطہیر کرتی ہے
تمہارا عشق ہے وحدت کا جام اے کربلا والے
ابد تک نام روشن کر دیا مولودِ کعبہؓ کا
سلام اے فاطمہؓ کے لالہ فام اے کربلا والے

اجازت ہو جمیل غمزدہ کو عرض کرنے کی
درِ اقدس پہ حاضر ہے غلام اے کربلا والے

☆☆☆

رونقِ فضائے بزمِ جہان جانِ کربلا
یعنی حسین اور شہیدانِ کربلا
سب کچھ لٹایا آپؓ نے امت کے واسطے
جنت بنا گئے ہیں بیابانِ کربلا

☆☆☆

سلام کہتے تھے شبیرؓ یا علیؓ فریاد　　ستاتے ہیں مجھے بے پیر یا علیؓ فریاد
گرے جو گھوڑے سے اکبرؓ تو شاہ چلائے　　مٹا دی نانا کی تصویر یا علیؓ فریاد

سلطان کربلا کو ہمارا سلام ہو
جانانِ مصطفیٰؐ کو ہمارا سلام ہو
اکبر سے نوجواں بھی رن میں ہوئے شہید
ہم شکلِ مصطفیٰؐ کو ہمارا سلام ہو
عباسؓ نامدار ہے زخموں سے چُور چُور
اس پیکرِ رضا کو ہمارا سلام ہو

☆☆☆

مجھے فریب نہ دے کوئی شمر کوئی یزید　　کہ میرے پیشِ نظر حسینؓ کی تقلید
لگا کے نعرۂ حق توڑ کر سرِ باطل　　حسین نے ہمیں سمجھائے معنئ توحید
نصیب ہو گا مجھے شاہِ کربلا کا جمال　　سنا ہے حشر کے دن جمع ہوں گے پیر و مرید
خدا نے خوب لعینوں سے انتقام لیا　　جہاں میں بن گیا دشنام، نام شمر و یزید
میرے لئے تو ہے قرآن امامؓ کا چہرہ　　کھلی ہوئی ہے مرے سامنے کتاب مجید
تھا قدسیوں کی زباں پر بھی وردِ صلِ علیٰ　　حسینؑ جب ہوئے میدان کربلا میں شہید

☆☆☆

حسینؓ اور اُن کے پیروکار اکثر یاد آتے ہیں
ہزاروں پر جو بھاری تھے بہتر یاد آتے ہیں
میرے احساس میں ایثار کی رو دوڑ جاتی ہے
کچھ اس انداز سے سبطِ پیمبر یاد آتے ہیں
نہ جانے کیوں میری آنکھوں میں شبنم تیر جاتی ہے
ریاضِ مصطفیٰؐ کے جب گلِ تر یاد آتے ہیں
وقارِ دیں کی خاطر جو ڈھل گئے تھے چٹانوں میں
ثبات و استقامت کے وہ پیکر یاد آتے ہیں
کبھی جو سچ کی اک واضح علامت بن کے ابھرے تھے
مجھے وہ حق پرست اب تک برابر یاد آتے ہیں
وہ جن کی پیاس پر دریا کی موجیں بھی تڑپتی تھیں
وہ پیاسے یاد آتے ہیں اور اکثر یاد آتے ہیں
شہیدانِ وفا کی یاد ہے سرمایۂ ہستی
شہیدانِ وفا ہر لحظہ مظطرؔ یاد آتے ہیں

☆☆☆

نظر نواز ہیں، دل جگمگا رہے ہیں حسینؓ　　کہ شمعِ بزمِ رسولِ خدا ﷺ آ رہے ہیں حسینؓ
رضا و صبر کے جوہر دکھا رہے ہیں حسینؓ　　ستم گروں میں گھرے مسکرا رہے ہیں حسینؓ
خدا کی راہ میں خود کو لٹا رہے ہیں حسینؓ　　وہ کربلا کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں حسینؓ
حجاب جو ہوئے حائل، اُٹھا رہے ہیں حسینؓ　　جو اصل دیں ہے، وہ ہم کو دکھا رہے ہیں حسینؓ
یزید، راندۂ خلق و معذبِ خالق　　نگاہِ کون و مکاں میں سما رہے ہیں حسینؓ
سمجھ سکے نہ شقی، کربلا کے میداں میں　　خدا رسول ﷺ کی جانب بلا رہے ہیں حسینؓ
بہا کے اپنا لہو نینوا کے ذروں میں　　زمیں کو عرش کا ہمسر بنا رہے ہیں حسینؓ
نہ کیوں بپا ہو قیامت کا شور خیموں میں　　کہ لاشے قاسمؓ و اکبرؓ کے لا رہے ہیں حسینؓ
شعور و عقل سے عاری ہیں شام کے حاکم　　وگرنہ حق ہے وہی، جو بتا رہے ہیں حسینؓ

مٹا کے خود کو، گھرانے کو، ساتھ والوں کو
نصیبِ اُمتِ عاصی، جگا رہے ہیں حسینؓ

لرز نہ جائے بھلا کیوں زمین مقتل کی
سَر اپنا سجدۂ حق میں کٹا رہے ہیں حسینؓ

ہر ایک غم کا مداوا حسینؓ کا غم ہے
ہر ایک دکھ میں مرا آسرا، رہے ہیں حسینؓ

خیال آیا تھا اُن کا کہ دل ہوا روشن
نصیرؔ سر تو اٹھاؤ! وہ آ رہے ہیں حسینؓ

(حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

ظلِ احد حسینؓ ہیں اُسوۂ جد حسینؓ ہیں
گلِ سرِ سبد حسینؓ ہیں نوری جسد حسینؓ ہیں

کرب و بلا کے بادشاہ حق کو ہے آپ کی پناہ
زخم میں کی کبھی نہ آہ، رب کے اسد حسینؓ ہیں

ریگِ فرات الامان، سختیٔ عطش کی جانستان
لگتے ہیں تیر اور سنان، ٹکڑے کبد حسینؓ ہیں

نیزے پہ سر پڑھے قرآن، خیموں کی چوبیں کلمہ خواں
حیرت میں ہیں، شمر سنان، عشق کی حد حسینؓ ہیں

نظرِ کرم غفیر پر، جرموں کے اس اسیر پر
اپنے گدا فقیر پر حق کے علم حسینؓ ہیں

(یادگارِ اسلاف حضرت زینب السادات الحافظ پیر سید سیف الدین مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ گڑھی اختیار خاں)

☆☆☆

حسینؓ کا ہو کہیں ذِکر، کوئی بات چلے
ہماری آنکھوں سے اشکوں کی اک برات چلے

فلک پہ کیوں نہ بھلا کربلا کی بات چلے
غمِ حسینؓ میں تارے تمام رات چلے

مجسم اسوۂ خیر الانام ﷺ تھے شبیرؓ
رضائے حق کے اشاروں پہ تا حیات چلے

ملی نہ بوند بھی پانی کی تشنہ کاموں کو
ہوائے قہر کے جھونکے سرِ فرات چلے

حسینؓ حکمِ الٰہی سے کربلا آئے
بساط اُلٹ دی، ہوئی دشمنوں کو مات، چلے

قیام اُن کا ہوا منزلِ مشیت پر
وہ جن کے ایک اشارے پہ کائنات چلے

چلا ہے دھوم سے یوں قافلہ شہیدوں کا
وفورِ شوق میں جیسے کوئی برات چلے

حسینؓ کی صفِ اعدا میں تھی یہ شانِ خرام
ہجومِ کفر میں جس طرح نورِ ذات چلے

وفا کا نام مٹانے سے مٹ نہیں سکتا
ہزار چال یہ دنیائے بے ثبات چلے

یزید عصر کے آگے کھڑے ہیں سب خاموش
حسینؓ ہی جو چلائیں تو کوئی بات چلے

دبا سکا نہ کبھی حق کو، شورِ باطل کا
نہ کوئی گھات چلی ہے نہ کوئی گھات چلے

نصیرؔ! گوش بر آواز عرش و فرش ہوئے
اب انجمن میں حسینؓ و حسنؓ کی بات چلے

(حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

ابن حیدرؓ کی طرح پاسِ وفا کس نے کیا؟
زیرِ خنجر آخری سجدہ ادا کس نے کیا؟

حق جو تعلیمِ نبی ﷺ کا تھا، ادا کس نے کیا؟
آدمی کو آدمیت آشنا کس نے کیا؟

رازِ سربستہ تھے ایثار و رضا و صبر و شکر
حل یہ عقدہ آلِ زہراؓ کے سوا کس نے کیا؟

خون سے کس کے ہوئی تاریخِ عالم تابناک
سرزمین نینوا کو، کربلا کس نے کیا؟

کربلا میں جو ہوا وہ اے یزید بد سیر
بے خطا تو ہے، تو پھر جو کچھ کیا، کس نے کیا؟

کوئی تھا جس نے کیا سبطِ پیمبر ﷺ کا لحاظ؟
احترامِ نسبتِ خیر الورٰی ﷺ کس نے کیا؟

مضطرب کیوں ہوں عزاداران اولادِ رسول ﷺ!
حشر میں کھل جائے گی یہ بات، کیا کس نے کیا؟

شمر ذی الجوشن، یزید بد گہر، ابن زیاد
جورِ بے جا اِن لعینوں کے سوا کس نے کیا؟

گونگے بہرے بن گئے اتمامِ حجت پر عدو
آپ جو چاہا کیا، اس کا کہا، کس نے کیا؟

حشر یہ برپا ہوا کس کے اشاروں پر یزید!
آلِ زہراؓ پر ستم اے بے حیا! کس نے کیا؟

یہ حقیقت منکشف ہے ساری دنیا پر نصیرؔ!
کربلا میں جو ہوا، کس نے کہا، کس نے کیا؟

(حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

آیا نہ ہوگا اس طرح حسن و شباب ریت پر
گلشنِ فاطمہؓ کے تھے سارے گلاب ریت پر

جانِ بتول کے سوا کوئی نہیں کھلا سکا
قطرۂ آب کے بغیر اتنے گلاب ریت پر

عشق میں کیا لٹائیے، عشق میں کیا بچائیے
آلِ نبی ﷺ نے لکھ دیا سارا نصاب ریت پر

جتنے سوال عشق نے آلِ رسول ﷺ سے کیے
اِک سے بڑھ کر اِک دیا سب نے جواب ریت پر

ترسے حسین آب کو، میں جو کہوں تو بے ادب
لمسِ لبِ حسین کو ترسا ہے آب ریت پر

آلِ نبی ﷺ کا کام تھا، آلِ نبی ﷺ ہی کر گئے
کوئی نہ لکھ سکا ادیب ایسی کتاب ریت پر

(ادیب رائے پوری)

☆☆☆

زہے شان اوجِ کمالِ محمد ﷺ
کمالِ محمد ﷺ جمالِ محمد ﷺ

وہ دریا کی موجوں میں بھی جلوہ گر ہے
مرے دل کا دل ہے جمالِ محمد ﷺ

پھرا کو بکو ان کے فکر و الم میں
مگر دیکھا دل میں جمالِ محمد ﷺ

قیامت میں برپا قیامت کرے گا
ہوا جس کو معلوم حالِ محمد ﷺ

مرے دل میں سوزاں ہیں ارمان لاکھوں
ملے تو مجھے اب نعالِ محمد ﷺ

شہ قد سیال زینت بزمِ عالم
ضیا بخش کونین آلِ محمد ﷺ

مہک بھینی بھینی چلی آرہی ہے
شگفتہ ہے بستانِ آلِ محمد ﷺ

مجھ کو ہی چنا چمن کے وارث نے پھونکا
عطا ہوا ہے مجھے اب خصالِ محمد ﷺ

منور ازل سے ہے گو قلب حامل
زباں پر ہے لیکن سوالِ محمد ﷺ

(حضرت منور شاہ وارثی لاہور)

☆☆☆

حسینؓ ہے، بے نظیر ہستی
حسینؓ کرب و بلا کی بستی

حسینؓ ساقی، حسینؓ باقی
حسینؓ عشقِ خدا کی ہستی

حسینؓ تیغِ رسولِ اکرم ﷺ
حسینؓ بنیادِ حق پرستی

حسینؓ جاتے نہ کربلا کو
تو ہوتی ہر جا پہ بت پرستی

نماز، روزہ، اذان کو بھی
یہ دنیا رہتی سدا ترستی

حسینؓ سردارِ اہلِ جنت
خدا کی رحمت ہے اس پہ ہستی

حسینؓ ملت کی سربلندی
امین نقوی ہے راہِ پستی

☆☆☆

اللہ کی گفتار ہے گفتارِ حسینؓ
ہر دور میں بے داغ ہے کردارِ حسینؓ

نایاب ہے دنیا میں نظیر ابن علیؓ کی
دیدارِ خدا پاک ہے دیدارِ حسینؓ

کیوں ظلم و ستم نیست و نابود نہ ہوتا
قرآن کی تلوار ہے تلوارِ حسینؓ

اسلام کا سچا ہے وہ ایمان کا پکا
جس دل میں بھی موجود ہے اقرارِ حسینؓ

اٹھے گا کہاں دہر میں اب کوئی یزیدی
زندہ ہے درخشاں ہے طرفدارِ حسینؓ

پیغامِ رسالت کی اطاعت کا علمدار
توحید کا حبدار ہے حبدارِ حسینؓ

اللہ کی عنایت سے محمد ﷺ کے کرم سے
نقوی ہے دل و جاں سے طلبگارِ حسینؓ

☆☆☆

زمین و آسمان میں حسینؓ ہی حسینؓ ہے
مرے مشامِ جان میں حسینؓ ہی حسینؓ ہے

فضیلتوں کے روپ میں، مصیبتوں کی دھوپ میں
خدا کے امتحان میں حسینؓ ہی حسینؓ ہے

جو نہر سلسبیل ہے، حسینؓ کی سبیل ہے
ارم کے گلستان میں حسینؓ ہی حسینؓ ہے

امیر کی ترنگ میں، غریب کی امنگ میں
مکین میں مکان میں حسینؓ ہی حسینؓ ہے

حسینؓ نے یزیدیت کے پرخچے اڑا دیے
حسینیتؓ کی جان میں حسینؓ ہی حسینؓ ہے

(سید امین علی شاہ نقوی)

☆☆☆

سید کونین سلطانِ رسالت پر سلام
نورِ عین مصطفےٰ خاتونِ جنت پر سلام

حیدرِ صفدر حسن پاکیزہ طلعت پر سلام
نو بر زہرا حسین نیک سیرت پر سلام

اہلبیت پاک پر، اصحاب و عترت پر سلام
کربلا والے شہیدانِ محبت پر سلام

ہو سلام اس پر جو ہے شاہِ رسل کا نورِ عین
ہو سلام اس پر، جو ہے محبوب رب المشرقین

ہو سلام اس پر، جو ہے مولا علی کے دل کا چین
ہو سلام اس پر، جہاں میں نام ہے جس کا حسین

اہلبیت پاک پر، اصحابِ وعترت پر سلام
کربلا والے شہیدانِ محبت پر سلام

وہ گل ریحان جنت وہ مدینہ کی بہار
وہ حسین ابن علی وہ فاطمہ کا گلزار

خاندانِ مصطفیٰ، وہ عترتِ والا تبار
ہو سلام اُن کی مبارک ہستیوں پر بار بار

اہلبیت پاک پر، اصحابِ وعترت پر سلام
کربلا والے شہیدانِ محبت پر سلام

ہو رہا ہے جو مدینہ سے جدا اس پر سلام
کشتیٔ امت کا ہے جو ناخدا، اس پر سلام

ہے جو تصویر جمالِ مصطفیٰ، اس پر سلام
ہے جو روحِ خامس آلِ عباسی پر سلام

اہلبیت پاک پر، اصحابِ وعترت پر سلام
کربلا والے شہیدانِ محبت پر سلام

فوج کے زرغے میں جس نے طے رہ دشوار کی
کربلا منزل بنی جس قافلہ سالار کی

جس پہ ظالم کوفیوں کی فوج نے یلغار کی
لاج رکھ لی جس نے دین احمد ﷺ مختار کی

اہلبیت پاک پر، اصحابِ وعترت پر سلام
کربلا والے شہیدانِ محبت پر سلام

ملت حق کی حفاظت کی حسین پاک نے
آئینہ شانِ رسالت کی حسین پاک نے

جنگ بہر دین وملت کی حسین پاک نے
نذر جانِ آل وعترت کی حسین پاک نے

اہلبیت پاک پر، اصحابِ وعترت پر سلام
کربلا والے شہیدانِ محبت پر سلام

اے خدا! خونِ شہید کربلا کا واسطہ
اے خدا! نام محمد مصطفیٰ کا واسطہ

فاطمہ زہرا، علی مرتضیٰ کا واسطہ
روحِ پاک خامس آل عباسی کا واسطہ

یہ سلام عاجزانہ کر خداوند! قبول
عشقِ اصحاب نبی دے از پئے آلِ رسول

(شاعر آستانہ مولانا ضیاء القادری)

☆☆☆

اٹھا نگاہ میں اِک عزم بے پناہ لئے
ستارہ صبح کا تنویر مہر و ماہ لئے

عذار طلعتِ رخشاں جبیں گلابی تھی
پیمبرانہ ادا شان بوترابی تھی

نبی کی آل کو ہمراہ لے کر نکلا تھا
فروغِ جلوہ گہ ماہ لے کر نکلا تھا

اٹھا تو عظمت کونین جھوم جھوم گئی
نظر فریبی دارین جھوم جھوم گئی

سلام دشت مصیبت میں آنے والے پر
خدا کی راہ میں سب کچھ لٹانے والے پر

وہ جس نے رسم و رہِ عشق کی بنا ڈالی
بنائے قصر شہنشاہیت ہلا ڈالی

بلند مرتبہ لا الہ جس نے کیا
یزید و شمر کا لشکر تباہ جس نے کیا

میانِ کربلا خاک و خون میں تڑپا
وہ جس نے عشق کو اک تازہ ولولہ بخشا

وہ سرو ناز تھا بھوکا بھی اور پیاسا بھی
رسول پاک کا محبوب بھی نواسا بھی

تمام جسم بھی زخمی تھا اور سینہ بھی
لٹا چکے تھے بھرے گھر کا سب خزینہ بھی

مگر اطاعتِ شمر و یزید کی نہ قبول
مرا سلامِ محبت ریاضِ دہر کے پھول

(جناب حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

مطلعِ نور نبوت کا ستارا ہے حسینؓ
شاہِ لولاک کے قرآن کا پارا ہے حسینؓ

صف شکن، فاتح خیبر کا پیارا ہے حسینؓ
دخترِ شاہِ مدینہ کا دلارا ہے حسینؓ

ناز کرتے ہو، مسلمانو، ذرا غور کرو
ہم فدایانِ علیؓ ہوں تو ہمارا ہے حسینؓ

ہوگئیں مشکلیں آسان خدا شاہد ہے
جس نے جس وقت تمہیں دل سے پکارا ہے حسینؓ

حشر تک آپ ہی کا نام رہے گا روشن
آپؓ نے پرچم اسلام ابھارا ہے حسینؓ

جو بھی آیا درِ اقدس پہ سوالی بن کر
آپ نے اس کے مقدر کو سنوارا ہے حسینؓ

بالیقیں ہم کو بھروسہ ہے کہ روزِ محشر
ہم گنہگاروں کی بخشش کا سہارا ہے حسینؓ

بے عمل لاکھ سہی پھر بھی ہے نسبت تم سے
جس کو سب کہتے ہیں انور وہ تمہارا ہے حسینؓ

(انور حسین انور)

☆☆☆

انسانیت کی شمع فروزاں حسینؓ ہیں
راہ وفا میں شاہِ شہیداں حسینؓ ہیں

سر کو کٹا کے ہم کو دیا درسِ زندگی
افسانۂ حیات کا عنواں حسینؓ ہیں

اپنے لہو سے دیپ جلائے حسینؓ نے
باطل کے سارے نقش مٹائے حسینؓ نے

ہر اک قدم پہ سامنا تھا حادثات کا
لیکن بدل کے رکھ دیا رخ کائنات کا

جینا ہے گر تو حق و صداقت کا ساتھ دو
ہم کو بتایا آپؓ نے مقصد حیات کا
دنیائے انقلاب کے بانی حسینؓ ہیں
انسانیت کی زندہ نشانی حسینؓ ہیں

(محمد یاسین رضا)

☆☆☆

نشانِ عظمتِ مومن، فروغِ دین حسینؓ
عتاب بر سرِ باطل معین دین حسینؓ
شہید رہروِ حق بزم عاشقاں کے امیر
حضورِ حق ہیں محبت کی مہ جبین حسینؓ
یقین و شوق کی شمع جلائی ظلمت میں
ہیں سر دارِ محبّت کے وہ امین حسینؓ
مثالِ ماہ چمکتا ہے جس کا قطرۂ خوں
جہادِ عشق میں ہیں وہ شہیدِ دین حسینؓ
قتیلِ عشقِ "ھو اللہ" جانِ دینِ ہدیٰ
دیارِ عشق میں اللہ کے قرین حسینؓ
جہاں کو درس وفا آج بھی یہ دیتے ہیں
دلوں پہ قبضہ ہے ان کا ہیں دلنشین حسینؓ
سراپا عکس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ یہ قبا رنگین
"نگاہِ عشق میں ہیں کس قدر حسین حسینؓ
کشاکش حق و باطل میں آہنی پیکر
جہادِ عشق میں ہیں پیکرِ یقین حسینؓ
غلامِ حلقہ بگوش قبائے گلگوں ہوں
گدائے عشق کے تاباں ہوئے معین حسینؓ

(تضمین بر مصرعۂ رئیس امروہی)

☆☆☆

سلام اس فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لال پر حیدر رضی اللہ عنہ کے پیارے پر
سلام اس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے حق کے دلارے پر
سلام اُس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیت ہے
جہاں میں خونچکاں افسانہ جس کا درس عبرت ہے
سلام اُس پر جو وارث تھا محمد کی صداقت کا
سلام اُس پر امیں تھا جو کہ حیدر کی شجاعت کا
سلام اُس پر جو تھا سرشار مولا کی محبت میں
گزارے جس نے روز و شب ریاضت میں عبادت میں

سلام اُس پر جگر گوشوں کی دے دی جس نے قربانی
سلام اُس پر کہ بچوں پر بھی جس کے بند تھا پانی
سلام اُس پر کہ جس نے داغ کھائے سب عزیزوں کے
دیے سر راہ حق میں بھانجوں کے اور بھتیجوں کے
سلام اُس پر جدا جس سے ہوا عباس سا بھائی
سلام اُس پر جواں بیٹے کی جس کے رن سے لاش آئی
سلام اُس پر کہ جس کی گود میں تشنہ دہن اصغر
تڑپ کر جل بسا اِک تیر جور و ظلم کا کھا کر
سلام اُس پر شریعت اور طریقت کا جو حامل تھا
سلام اس پر جو راہِ عشق میں اِک مرد کامل تھا
سلام اُس پر جو تھا مہر سپہر ملت بیضا
دیا سر جس نے خاورؔ اور نہ باطل کو کیا سجدہ
سلام اُس پر جسے مظلوم اور دلگیر کہتے ہیں!
سلام اُس پاک ہستی پر جسے شبیر کہتے ہیں!

(ملکہ سخن خاورؔ درانی)

☆☆☆

پنجتن کے دیکھنے والوں کی کیا توقیر تھی
پانچ پردے تھے، نمایاں ایک ہی تصویر تھی
کتنی سادہ، کتنی رنگین منزل تعمیر تھی
بے زباں بچے کی پیاس آماجگاہ تیر تھی
وہ شہادت جو ازل سے عظمت شبیر تھی
سید کونین کے معراج کی تفسیر تھی
شام کی گلیوں میں وہ بے پردہ و چادر پھریں
جن کی عفت آفتاب دین کی تنویر تھی
سر جھکا یا ہی تھا معراج شہادت ہوگئی
آپ کے قبضے میں گویا آپ کی تقدیر تھی
پوچھنا ہے مجھ کو ابراہیم و اسمعیل سے
داستانِ کربلا کس خواب کی تعبیر تھی
رحمتیں بکھری ہوئی تھیں ہر طرف دیدار کو
پیش خالق کربلا والوں کی کیا توقیر تھی

اللہ اللہ کیا ادائے اصغر بے شیر تھی　　ہر تڑپ محشر بکف تھی ہر نظر اک تیر تھی
مدح، اس کے ضرب کی انصار کیا ہوگی بیاں　　جس کی ہر ٹھوکر میں حسن و عشق کی جاگیر تھی

(جناب انصار الہ آبادی)

☆☆☆

عرصہ ہوا چلی تھی مخالف کبھی ہوا
اورنگِ سلطنت پہ تھا اک بانی جفا
اُس وقت ایک مرد حق آرا و حق نوا
آیا تھا شیرِ نر کی طرح سوئے کربلا
جو مصطفیٰؐ کا نور تھا، زہراؓ کا چین تھا
اُس باخدا کا نامِ گرامی حسینؓ تھا

(کلام: حضرت علامہ پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑہ شریف)

☆☆☆

شہید کرب و بلا! کیا مقام تیرا ہے
ہجوم غم میں بھی دل شاد کام تیرا ہے
ترے نقوش قدم مشعل ہدایت ہیں
حیات جس پہ ہے نازاں وہ کام تیرا ہے
یہاں خیال وقیاس وگماں کا دخل نہیں
یہ کربلا ہے، یہاں انتقام تیرا ہے
خوشا کہ میرے لبوں پر ہے گفتگو تیری
زہے نصیب کہ دل میں مقام تیرا ہے

☆☆☆

سلام دشتِ مصیبت میں آنے والے پر
خدا کی راہ میں سب کچھ لٹانے والے پر
وہ جس نے رسم و رہِ عشق کی بنا ڈالی
بنائے قصر شہنشاہیت بلا ڈالی

بلند مرتبہ لا الہ جس نے کیا
یزید و شمر کا لشکر تباہ جس نے کیا
میان کرب و بلا خاک و خون میں تڑپا
وہ جس نے عشق کو اک تازہ ولولہ بخشا
وہ سروِ ناز تھا بھوکا بھی اور پیاسا بھی
رسول پاکؐ کا محبوب بھی نواسا بھی
تمام جسم بھی زخمی تھا اور سینہ بھی
لٹا چکا تھا بھرے گھر کا سب خزینہ بھی
مگر اطاعت شمر و یزید کی نہ قبول!
مرا سلام محبت ریاض دہر کے پھول!

☆☆☆

مچی ہے لشکر شمر و یزید میں ہلچل
کھڑا ہے دھوپ میں ابن علیؓ بصد تمکیں
جلال مرتضویؓ کی نمود آنکھوں میں
جمال یار کا آئینہ، تابناک جبیں
شہادت علی اصغرؓ سے بھی نہیں مغموم
شہادتِ علی اکبرؓ سے بھی نہیں غمگیں
بس اک شہادت عظمیٰ ہے منتہائے نظر
زہے کمالِ جگرِ گوشۂ رسول امیں

☆☆☆

اُٹھا نگاہ میں اک عزم بے پناہ لیے
ستارہ صبح کا تنویر مہر و ماہ لیے
عذار، طلعت رخشاں، جبیں گلابی تھی
پیمبرانہ ادا، شان بو ترابیؓ تھی

نبیؐ کی آلؓ کے ہمراہ لے کے نکلا تھا
فروغ جلوہ گہ ماہ لے کے نکلا تھا
اُٹھا تو عظمتِ کونین جھوم جھوم گئی
نظر فریبی دارین جھوم جھوم اٹھی

☆☆☆

مہر نفس میں بوئے خوں ہے ہر بشر سینہ فگار
عام ہے دنیا میں فیضانِ شہید کربلا
میری نظروں میں ہے رنگ جلوۂ روئے حسینؓ
میرے ہاتھوں میں ہے دامان شہید کربلا
اصغرؓ و اکبرؓ کے لاشے، بے کسوں کی بے کسی
کربلا میں یہ تھا سامان شہید کربلا
دست و بازو میں تھی قوت حیدرؓ کرار کی
تھا قضا کا تیر، پیکان شہید کربلا
زیرِ خنجر بھی رہی تکمیل سجدہ کی طلب
دیدنی ہے ذوق و وجدان شہید کربلا
اے دل درد آشنا اے دیدۂ خوننا بہ بار!
لا کوئی نذرانہ شایانِ شہید کربلا
ریزہ ریزہ جسم و جانِ اعتبارِ قدسیاں
ٹکڑے ٹکڑے حبیب و دامانِ شہید کربلا

☆☆☆

سوئے طیبہ مرا پیغام صبا لے جائے — قلبِ مضطر کی مواجہہ پہ دعا لے جائے
مجھ کو سرکار اگر اِذن حضوری بخشیں — جذبہ شوق و جنوں مجھ کو اُڑا لے جائے
منزلِ شوق میں بھی برگِ خزاں کی صورت — جانے کس وقت مجھے دستِ قضا لے جائے
میرے بھی قلبِ تپیدہ کو میسر ہو سکوں — اس خنک شہر میں گر مجھ کو خدا لے جائے
چند اشکوں کے سوا دامن دل میں کیا ہے — ان کے دربار میں ہدیہ کوئی کیا لے جائے

اُن کو پھر راہِ عدم کا کوئی خطرہ کیوں ہو — دل میں جو حُبِ رسولؐ دوسرا لے جائے
پھر نہ لوٹوں کبھی اس شہرِ طرب سے حافظؔ
ان فضاؤں میں اگر بختِ رسا لے جائے

(حافظ لدھیانوی)

☆☆☆

مجھے فریب نہ دے کوئی شر، کوئی یزید
کہ میرے پیش نظر ہے حسینؓ کی تقلید
لگا کے نعرۂ حق، توڑ کر سرِ باطل
حسینؓ نے ہمیں سمجھائے معنیٔ توحید
نصیب ہو گا مجھے شاہِؓ کربلا کا جمال
سنا ہے حشر کے دن جمع ہوں گے پیر و مرید
خدا نے خوب لعینوں سے انتقام لیا
جہاں میں بن گیا دشنام، نام شمر و یزید
مرے لئے تو ہے قرآں امام کا چہرہ
کھلی ہوئی ہے مرے سامنے کتابِ مجید
تھا قدسیوں کی زباں پر بھی ورد و صل علیٰ
حسینؓ جب ہوئے میدانِ کربلا میں شہید
پیام دینی ہے اب بھی یہ کربلا کی زمیں
حسینؓ و شمر کا انداز فکر ایک نہیں
حسینؓ بے سر و ساماں، حسینؓ بے لشکر
یزیدیوں کی سپہ و شمر کے یسارو یمیں
یہ کون ہے؟ یہ محمدؐ کے دل کا ٹکڑا ہے
جبیں پہ نورِ نبوت، جگر میں سوزِ یقیں
رہِ خدا میں لٹانے کو لے کے آیا ہے
تمام گوہرِ تاباں، تمام لعل و نگیں

انیس خاطر ناشاد، یاد ہے تیری
تسلی دل رنجور، نام تیرا ہے
صداقتوں کے امیں جاں نثار ہیں تیرے
زعیمِ وقت ہر اک تشنہ کام تیرا ہے
خدا گواہ کہ ہستی ہے لازوال تری
تری قسم کہ مسلم دوام تیرا ہے
خرد کو بادۂ الہام کی ضرورت ہے
جہاں کو پھر ترے پیغام کی ضرورت ہے

☆☆☆

اللہ اللہ عظمتِ شان شہید کربلا
کتنا رخشندہ ہے عنوان شہید کربلا
ساری دنیا پر ہے لازم کربلا کا احترام
ساری دنیا پر ہے احسان شہید کربلا
کون ہے منزل شناس راکبِ دوشِ رسولؐ؟
کس کو ہو سکتا ہے عرفانِ شہید کربلا
میرا سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہے غمِ شبیرؓ سے
میرے جان و دل ہیں قربان شہید کربلا

☆☆☆

گل است حسین گلبدن است حسینؓ
شاہ است حسن شاہِ زمن است حسینؓ
جاں دادنداد ایمان بدستِ لعین
واللہ کہ جاں است نبی تن است حسینؓ

(تاج محمد مظہر صدیقی قادری صابری۔ پشاور)

☆☆☆

مصطفیٰ جانِ راحت پہ لاکھوں سلام
مرتضیٰ روحِ رحمت پہ لاکھوں سلام
مجتبیٰ کی شرافت پہ لاکھوں سلام
اس کی بے حد عزت پہ لاکھوں سلام
شاہِ بطحا کی رفعت پہ لاکھوں سلام
ماہِ طیبہ کی طلعت پہ لاکھوں سلام
گل باغ صفی بلبلِ ہاشمی
نو بہارِ شریعت پہ لاکھوں سلام
وہ ملیح دل آرا رسول کریمؐ
اُس ملیح کی ملاحت پہ لاکھوں سلام
نافع بیکس و بے نوا پہ لاکھوں سلام
دافع ہر مصیبت پہ لاکھوں سلام
طیب و طاہ اہل بیت کرامؓ
کلہم آل و عترت پہ لاکھوں سلام
مہاجرین، صالحین، ناصرین متقین
جملہ اصحابؓ صحبت پہ لاکھوں سلام
غوث اعظمؒ کی عظمت پہ لاکھوں سلام
ان کی شان کرامت پہ لاکھوں سلام
عبدالقادر کی قدرت پہ لاکھوں سلام
صدرِ بدرِ طریقت پہ لاکھوں سلام
تاجدارِ ولایت پہ لاکھوں سلام
شہنشاہِ طریقت پہ لاکھوں سلام
نائب مصطفیٰ شیخ کل اولیاء
تاجدارِ حقیقت پہ لاکھوں سلام
حشر میں ترا مظہر وسیلہ ہیں وہ
ان کی شانِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

(تاج محمد مظہر صدیقی قادری۔ پشاور)

☆☆☆

خُلد میں ہوں گے سبھی دوستانِ اہلبیتؓ
اور فی النار سقر سب دشمنانِ اہلبیتؓ
کون ہے جو ان کا رتبہ پا سکے دارین میں
دن بدن بڑھتی سدا ہے، عز و شانِ اہلبیتؓ
اُن کا ذکرِ خیر ہے کونین میں ذکر رسولؐ
نام نامی جزو جاں ہے اسے دودمانِ اہلبیتؓ
اللہ اللہ دوشِ ختم المرسلین نعم الجمل
کل یومٍ بول بالا اور شان اہلبیتؓ
ان کے علم پاک کے نیچے خدایا حشر میں
علم کے نیچے کھڑے ہوں عاشقان اہلبیتؓ

دن بدن بڑھتا سدا ہے مرتبہ حسنینؓ کا
لعنتی ہیں تا قیامت سب دشمنانِ اہلبیتؓ
آندھیاں ظلم و جفا کی اور شدت پیاس کی
مرحبا صد مرحبا اے تشنہ لبانِ اہلبیتؓ
واسطہ حسنین کا تُو میرے مولا بخش دے
ہاتھ میں دامن میرے ہے دودمانِ اہلبیتؓ
سامنے حسنینؓ کے میں یوں کہوں گا حشر میں
میں غلامِ پنجتن ہوں مدح خوانِ اہلبیتؓ
لاج رکھنا بے نوا مظہرؔ کی مولا حشر میں
حشر کے دن ہو نام میرا از سگانِ اہلبیتؓ

(تاج محمد مظہر صدیقی قادری۔ پشاور)

☆☆☆

ایسے قدرت نے منور کیا شبیر کا نام
روشنی پھیل گئی جب لیا شبیر کا نام
ہم گناہ گاروں کی ہستی ہے بھلا کیا خرمؔ
روز و شب لیتے ہیں سب اولیاء شبیر کا نام

☆☆☆

ذکر ان کا اور قلم ناچیز پر تقصیر کا
کس قدر مجھ پہ کرم ہے حضرت شبیر کا
آل احمد سے وفا لکھ دی میری تقدیر میں
ہے بڑا احسان خرمؔ کاتب تقدیر کا

☆☆☆

جلے ہیں خونِ شہیداں سے کربلا کے چراغ
سدا رہیں گے منور یونہی وفا کے چراغ
بدل دیا شب عاشور روشنی کا اصول
میرے حسینؓ نے کی روشنی بجھا کے چراغ

☆☆☆

کلام حسنی بحضور امام حسین رضی اللہ عنہ

سمجھ سکا نہ کوئی رتبۂ امام حسینؓ
حدِ خرد سے بہت دور ہے مقام حسینؓ
نہیں یزید کا حامی کوئی بھی دنیا میں
ملیں گے آج بھی لاکھوں مگر غلام حسینؓ
خدا کی راہ میں سب کچھ لٹا کے بالآخر
حریم قدس کی جانب ہوا اخرام حسینؓ
رہے گا یاد زمانے کو آخری خطبہ
جہاں میں زندۂ جاوید کلام حسینؓ
ہمیشہ ظلم سے ظلمات سے جہاد کرو
بنامِ اہلِ وفا ہے یہی پیام حسینؓ
بھلا سکیں گے نہ اشہر نبی کے متوالے
فراق و ہجر میں ڈوبا ہوا سلام حسینؓ
ریاضِ دہر نہ دیکھے کبھی بہار کا منہ
فقیر اس میں نہ جب تک چلے نظام حسینؓ

☆☆☆

اے سچ اے خدا خالق مشرقین ایں
اے حق اے اوہو مالک مغربین ایں
خدا دے خزانے چ ای حسیؑ ڈساد ایں
نہ ڈوجھا محمدؐ اے ناں ڈوجھا حسین ایں

☆☆☆

نبیؐ کے بعد وہ ذی احتشام اونچا ہے
حسینؓ ابن علیؓ کا مقام اونچا ہے
بقولِ حضرت صدیقؓ نائبِ اول
شبیہ خواجۂ خیر الانام اونچا ہے
حسینؓ خلد میں آئے تو بول اٹھی امت
وہ دیکھو سب سے ہمارا امام اونچا ہے
وہ جس نے اپنے لہو سے درختِ دیں سینچا
دیا جو دار پہ اس نے پیام اونچا ہے
یہی عقیدۂ اصحاب مصطفیٰؐ ہے فقیر
کہ سبطِ سرورِ رسل کرام اونچا ہے

☆☆☆

ذکر آلِ مجید کرتے ہیں یاد شاہِ شہید کرتے ہیں
وہ جو مدحِ یزید کرتے ہیں اپنے منہ کو پلید کرتے ہیں
حُب آل نبی کے صدقے میں لطف مولا مزید کرتے ہیں
منکروں پر فرشتگانِ عذاب کیا عذاب شدید کرتے ہیں
نقدِ جاں دے کے کربلا والے باغِ جنت خرید کرتے ہیں
پڑھ کے قرآں فقیر حسنی جی عِطرِ مدحت کشید کرتے ہیں
(علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی)

☆☆☆

Quarterly
Jauhar Abad
ANWAR-E-REZA
Vol. 10, No.4 - 2016